البابية
عرض ونقد
تاليف
الاستاذ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۴۱ء — ۱۹۸۷ء

فہرست مضامین

باب 2

شیرازی کے دعوے

باب 3

بابیت کی شریعت اور اس کی تعلیمات

باب 4

بابی فرقے کے راہنما اور اُن کے فرقے

پیش لفظ

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، عصرِ حاضر کے ایک جید پاکستانی عالمِ دین، عظیم مذہبی و سیاسی راہنما، بے مثال اور دبنگ خطیب، عالمی شہرت کے حامل محقق و مصنف اور نامور مفکر تھے۔ انھوں نے ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرتے گزار دی اور اپنی دلیرانہ تقریروں، تبلیغی کوششوں اور بلند پایہ کتابوں کے ذریعے شیعیت، مرزائیت، اسماعیلیت، بابیت، بہائیت اور دیگر گمراہ فرقوں کا اصل چہرہ امت کو دکھا دیا۔ گمراہ فرقوں کے خلاف اس جنگ میں وہ اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ انھوں نے اسی راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دی اور شہادت کا جامِ سعادت نوش فرمایا۔ وہ اہلِ حدیث کے گلِ سرسبد تھے تو علماے سنت کا فخر...!

ولادت:

علامہ ظہیر ۱۳۶۰ھ بہ مطابق ۱۹۴۰ء کو سیالکوٹ میں ایک متدین، غیور اور متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے مقامی پرائمری سکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور سیالکوٹ ہی میں صرف نو سال کی عمر میں قرآنِ کریم بھی حفظ کر لیا۔

دینی تعلیم:

پرائمری سے فراغت اور حفظِ قرآن کی سعادت کے بعد حضرتِ علامہ شہید

نے دینی تعلیم کے حصول کے لیے گوجرانوالہ شہر کا رخ کیا اور اس وقت کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لے لیا۔ وہاں کے نامور اساتذہ سے کسبِ فیض کرنے کے بعد آپ مزید اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں جامعہ سلفیہ میں داخلہ لے لیا۔ آپ نے حدیث، تفسیر، عربی زبان و ادب اور منطق و فلسفے میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا، وہ سب اپنے اپنے فن کے امام تھے۔ حدیث میں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا عطاء اللہ حنیف کی شاگردی اختیار کی اور منطق و فلسفے میں مولانا شریف اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

اعلیٰ تعلیم:

۱۹۶۳ء کی دہائی کے اخیر میں آپ کو عالمِ اسلام کی عظیم درسگاہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۷ء میں آپ نے یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کلیہ شرعیہ میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اور 93% نمبر حاصل کیے۔ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ پاکستان واپس تشریف لے آئے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اردو، عربی، فارسی، سیاسیات اور دیگر تین مضامین میں ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ بعد ازاں کراچی یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی بھی کیا۔

عہدے:

1. مدیر ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' لاہور
2. مدیر ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' لاہور
3. خطیب، جامع مسجد اہلِ حدیث چینیانوالی لاہور۔

احسان الٰہی ظہیر ایک بلند ہمت انسان تھے، انھوں نے پہلے دن سے دعوت و

تبلیغ اور دفاعِ اسلام کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا اور دنیا کی کوئی چیز ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکی۔ جب آپ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے تو سعودی حکومت نے ان کو سعودی عرب ہی میں کام کرنے کی پیش کش کی، لیکن انھوں نے شکریے کے ساتھ معذرت کر لی، کیوں کہ یہ آیتِ کریمہ ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی:

﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [التوبة: ۱۲۲]

''اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رسالہ ''الدعوۃ'' میں ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''میں اس مجاہد کو پچیس سال سے زائد عرصے سے جانتا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے، جب ہم دونوں اسلامی یونیورسٹی میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ میں چار سال تک اس کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا رہا، وہ ایک انتہائی ذہین طالبِ علم تھا، جو پڑھائی، تحقیق اور مناظرے میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں پر فوقیت لے جاتا، وہ ہزاروں احادیث کا حافظ تھا، وہ کلاس سے نکلتا تو سیدھا محدثِ شام علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے پاس چلا جاتا۔ یونیورسٹی کے صحن میں چٹائی پر ان کے سامنے بیٹھ جاتا اور ان سے حدیث، اصطلاحات اور رجال کے بارے میں پوچھتا اور بحث مباحثہ کرتا۔ علامہ صاحب بھی بڑے کشادہ ظرف تھے، وہ اس کے سوالات

توجہ سے سنتے اور محبت سے جواب دیتے، گویا انھوں نے بھانپ لیا تھا
کہ کل کو اس نوجوان کی زبان اور قلم دعوت کے میدان میں عظیم کارنامے
سرانجام دیں گے۔"

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے دعوت و تبلیغ، اشاعتِ سنت، ردِ بدعت اور گمراہ فرقوں کی گمراہیوں کا پردہ چاک کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا، ان کی بیش قیمت تصانیف اور بابرکت علم نے گمراہ فرقوں اور غلو پرست گروہوں کو وہ چرکے لگائے جو تیر و تفنگ کو بھی مات دے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کو شہرت و برکت سے نوازا۔ انھوں نے ان فرقوں کے افکار اور گمراہیوں کو کھول کھول کر بیان کرنے کے لیے قریہ، قریہ اور ملک ملک سفر کیا۔ کبھی آپ کا لیکچر کویت میں ہوتا تو کبھی سعودی یونیورسٹیز میں۔ حج کے موسم میں آپ تمام دنیا سے آئے ہوئے حاجیوں کو اپنا مخاطب بناتے اور ان کے سامنے دین کی سچی تعلیمات پیش کرتے۔ آپ نے عراق و امریکا میں کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ قادیانیوں، بہائیوں اور شیعوں کی کتابوں کی تلاش میں برطانیہ، مصر اور ایران کے کئی سفر کیے اور اسماعیلیوں کی کتابوں اور مراجع کی تلاش و جستجو میں مراکش، تیونس، اسپین اور فرانس جیسے ممالک کی خاک چھانی۔ انھوں نے فرقوں کے بارے میں جو کچھ لکھا، انھی کی کتابوں سے لکھا، تاکہ ان کے بارے میں ان کا لکھا ہوا ایک ایک حرف مستند ہو اور کسی کو جرأتِ انکار نہ ہو۔

ان کی کتابوں کی قبولیت کا باعث... اخلاص اور للہیت:

احسان الٰہی ظہیر کی کتابوں سے، اخلاص اور بے ریائی کی وہ خوش بو اٹھتی ہے، جس نے ان کو زبردست پذیرائی اور قبولیتِ عام بخشی ہے۔ وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ سنت کی سربلندی مانگتے تھے اور امت کی خیر خواہی کے خواست گار ہوتے تھے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کے ساتھ دور و نزدیک کے تمام لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اس کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے، اس کو میرے لیے دین و دنیا اور آخرت میں ذخیرہ کر لے اور مجھے اپنے نبی کے صحابہ، رفیقوں، شاگردوں، اسلافِ امت، علمائے اسلام اور صلحائے کرام کے قدموں میں اُٹھائے، یقیناً وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔''

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''میں اللہ علی و قدیر سے دعا گو ہوں کہ وہ حق اور اہلِ حق کی نصرت کرے، باطل اور اہلِ باطل کو رسوا کرے، ہمیں اچھی طرح حق دکھا کر اس کی پیروی کی توفیق بخشے اور ہمیں اچھی طرح باطل دکھا کر اس سے بچنے کی ہمت عطا کرے۔''

ایک جگہ اس طرح رقم طراز ہیں:

''ہم جو کتابیں لکھتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ فلاں کو خوش کریں، فلاں کو ناراض، ہمارے پیشِ نظر کوئی دنیاوی خدمت نہیں ہوتی، حتیٰ کہ علمی خدمت بھی نہیں، بلکہ ہم جو لکھتے ہیں، صرف اسلام کی خدمت میں، اس کی حرمت و تقدس کے دفاع میں لکھتے ہیں۔ صرف اسلام کی غیرت اور اسلام کے تعصب میں، ہم اس سے غلو پرستوں کی تحریف، باطل پسندوں کی خود ساختہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل دور کرنے کے لیے اپنے اشہبِ قلم کی عنان ڈھیلی چھوڑتے ہیں۔ جو اپنی بدعات، شرکیات اور بکواسات سے اسلام کے خوبصورت، روشن اور تاب دار چہرے کو گندہ اور آلودہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہم اس کا ہاتھ روکنے کے لیے میدان میں

اُترتے ہیں۔ منحرف فرقوں اور اسلام کے بانی گروہوں کے بارے میں لکھنا اور تحقیق کرنا، یہی ایک مقصد اور یہی حقیقت ہے تو آج تک ہم نے ان کے بارے میں جو لکھا ہے تو صرف اس لیے کہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ ''جو ہلاک ہو تو دلیل سے اور جو مرے تو بھی دلیل سے۔'' وما علينا إلا البلاغ المبين، والله ولي التوفيق، فهو حسبي ونعم الوكيل.''

انھوں نے ۱۹۸۴/ ۸/ ۱۴ کو اپنے مصر کے دورے کے دوران میں، جس کے نتیجے میں ان کی کتاب ''الرد الكافي على مغالطات الدكتور علي عبد الواحد وافي'' معرضِ وجود میں آئی، یہ بیان دیا:

''میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے مصر چھوڑنے سے پہلے پہلے دو دِنوں کے دوران میں یہ ذمے داری ادا کرنے اور صحیح بات بیان کرنے کی توفیق دے۔ آخر میں مَیں علماے مصر اور بالخصوص علماے ازہر سے ملتمس ہوں کہ وہ اپنے دینی فریضے اور اپنے کردار ادا کریں، جو ان سے ہر حال میں دین و شریعت کے دفاع کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم اپنی کم مائیگی کے باوجود مصر آئے اور ہمارے جو بس میں تھا، ہم نے وہ کیا، اب یہ ان کی ذمے داری ہے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں، مسلمانوں کو اپنے علم سے مستفید کریں اور باطل پرستوں کی سازشوں کا خاتمہ کرے۔ والله ولي النعم، وهو ملهم التوفيق، وصلى الله علىٰ رسوله خير خلقه محمد و علىٰ آله و أزواجه وأصحابه الأخيار ومن تبعهم إلى يوم الدين.''

نیز وہ لکھتے ہیں:

''میں اللہ سے دعا و درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہماری نیتوں کو اپنی رضا کے لیے خالص کرے اور ہمیں صحیح عقیدے اور صراطِ مستقیم کا دفاع کرنے والوں میں بنائے، وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔''

مناظرے اور علمی مباحثے:

کئی سالوں تک ان تمام گمراہ فرقوں کے گہرے مطالعے اور ان کے افکار و عقائد اور اسلام دشمن مقاصد سے اچھی طرح آگاہی حاصل کرنے کے بعد علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے باطل فرقوں سے مناظرے اور علمی مباحثے کیے۔ یہ مناظرے کئی فرقوں کے ساتھ ہوتے رہے، جن میں سرفہرست، خرافات پسند، تقلید مزاج، گروہی تعصب رکھنے والے، سوشلسٹ، کیمونسٹ، شیعہ، قادیانی، بہائی اور عیسائی تھے۔ ان مباحثوں کی پاداش میں انھیں کئی مرتبہ جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی، تاہم وہ ان مناظروں، مباحثوں اور علمی سرگرمیوں کے ذریعے اللہ کے فضل و کرم سے بڑی حد تک ان گمراہ آوازوں کو روکنے میں کامیاب بھی ہوئے۔

علامہ صاحب کی کتابوں کی قدر و قیمت:

جب انسان علامہ صاحب کی کتابوں کے چمن کی سیر کرتا ہے تو اس کے سامنے علامہ رشید رضا مصری کا یہ جملہ گھومنے لگتا ہے، جو انھوں نے علامہ شاطبی کی کتاب ''الاعتصام'' کے مقدمے میں لکھا ہے:

''خدیوی دار الکتب میں داخل ہو، اس کے خزانوں میں رکھی ہوئی ہزاروں کتابوں پر ایک نظر ڈال، تجھے ان کی کثرت قلت محسوس ہوگی اور کثیر قلیل، کیوں کہ ان میں بہت تھوڑی اور قلیل ایسی کتابیں ہیں، جن میں تجھے وہ صحیح علم ملے گا، جو کہیں اور سے نہیں ملے گا، کیوں کہ یہ اللہ کی عطا

ہے، جو وہ ہر کسی کو نہیں دیتا۔“

بخدا علامہ احسان کی کتابیں اسی قلیل کی قبیل سے تھیں۔ کسی شاعر کا کہنا ہے:

قَلِيلٌ مِّنْكَ يَكْفِيْ وَلٰكِنْ   قَلِيْلُكَ لَا يُقَالُ لَهُ قَلِيْلٌ

”تیری طرف سے قلیل بھی کافی ہے، لیکن تیرے قلیل کو قلیل نہیں کہا جا سکتا۔“

علامہ صاحب نے جن جن فرقوں کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں، ان کی یہ کتابیں ان فرقوں کے افکار و عقائد کے بارے میں بڑی گہری تحقیقات اور انتہائی مفید و اہم مطالعات پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمی حلقوں کے ساتھ ساتھ حکمرانوں نے بھی ان میں زبردست دلچسپی لی۔ شاہ فیصل رحمہ اللہ نے ان کی کتابیں خرید کر افریقہ، ایشیا اور یورپ میں مفت تقسیم کروائیں۔ اسی طرح مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، وزیرِ عدل علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم آل شیخ، جنرل سیکٹری رابطہ عالم اسلامی علامہ محمد بن علی حرکان، سفیر سعودیہ علامہ عبداللہ مطلق اور شیخ شرباتلی نے ان کی کتابوں کو مختلف ممالک اور اسلامی مراکز میں وسیع پیمانے پر فروغ دیا۔

عربی کتب:

1 الشیعة والسنة:

علامہ صاحب ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ بہ مطابق ۱۹۷۳ء اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ اس کتاب نے علمی اور دینی حلقوں میں زلزلہ برپا کر دیا اور جھوٹ و افترا پردازی کے خمیر سے تشکیل پانے والے تقیے کا حقیقی چہرہ سب کے سامنے ننگا کر دیا۔ انھوں نے اس کتاب میں اس فرقے کے اللہ، اس کے رسول، صحابہ کرام، ائمۂ اسلام اور کتاب اللہ کے بارے میں عقائد سے پردہ کشائی کی۔ فرقوں اور گروہوں کی پوری تاریخِ تالیف میں یہ پہلی کتاب منصۂ شہود پر آئی، جس میں اتنی تفصیل کے ساتھ

خود شیعہ کی معتبر اور مستند کتابوں سے حوالے اور عبارتیں نقل کی گئیں، جن عبارتوں سے وہ دلیل لیتے ہیں، ان کو صفحہ نمبر، جلد نمبر اور سنۂ اشاعت سمیت نقل کیا گیا ہے۔ جدید دور میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ ایک بے نظیر کتاب ہے۔

2 "الشیعة و أهل البیت":

یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہوئی، آخری اشاعت ۱۹۸۳ء کی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے آلِ بیت کے ساتھ محبت و عقیدت کا دعویٰ رکھنے والوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ جو آلِ بیت کا دم بھرتے ہیں، حقیقت میں نہ صرف ان کے شدید ترین دشمن ہیں، بلکہ ان کی مخالفت میں اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ ان پر الزامات اور تہمتوں کا کیچڑ ڈال کر ان کی گستاخی کرتے ہیں، حالاں کہ وہ ان سب تہمتوں سے بَری ہیں۔

3 "الشیعة والتشیع، فرق و تاریخ":

شیعہ قوم کے متعلق مرحوم کی یہ آخری کتاب ہے، اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ یہ تشیع اور شیعہ کی تاریخ کے ساتھ ساتھ پہلے شیعہ مذہب میں ہونے والی تبدیلی اور ان کے ان فرقوں پر بھی بحث کرتی ہے، جو اس نام کے تحت بعد میں پیدا ہوئے، خواہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہوگئے یا ابھی تک باقی ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں ان کا اصحابِ رسول بالخصوص حضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ کو سبّ و شتم کا نشانہ بنانے کا بھی علمی و منطقی جائزہ لیا ہے اور اس کی تردید کی ہے۔

4 "الشیعة والقرآن":

اس کتاب میں علامہ احسان الٰہی ظہیر نے شیعہ کے قرآن کے بارے میں موقف اور اس میں تبدیلی و تحریف کے عقیدے کو بیان کر کے ان کو سرِ عام ننگا کر دیا

ہے۔ انھوں نے خود شیعہ کی معتبر کتابوں سے اس عقیدے کی ان کے بڑے بڑے اماموں کی طرف نسبت ثابت کی ہے، تاکہ سادہ لوح اہلِ سنت ان کے تقیے کی ملمع کاری کا شکار نہ ہو جائیں۔

یہ کچھ زیادہ کتابیں نہیں، بلکہ چار کتابوں کا سلسلہ ہے، لیکن یہ کتابیں اس فرقے پر تحقیق و مطالعہ کرنے والے محقق کو بہت سی تاریخی اور اعتقادی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، بلکہ فاضل مولف نے جب ان کتابوں میں ان کی عقل و منطق کے خلاف گمراہیوں کا پردہ چاک کیا کہ جن کو بہت سے شیعہ بھی تسلیم نہیں کرتے تو انھوں نے اپنے مذہب میں صحیح غلط اور حق و باطل کی تمیز کرنے کے لیے غور و فکر شروع کر دیا، ان چاروں کتابوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں تکرار ہے نہ مشابہت۔

5 "الرد الكافي على مغالطات الدكتور علي عبدالواحد وافي":

ایک مصری ڈاکٹر نے "بين الشيعة والسنة" کے نام سے علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "الشيعة والسنة" کا جواب لکھا، جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شیعہ مذہب اہلِ سنت کے مذہب سے بہت زیادہ دور نہیں اور شیعہ سنی اختلافات کی حقیقت خود اہلِ سنت کے آپس کے اختلافات سے زیادہ نہیں۔

خدا جانے کس طرح یہ اتنی سادگی اور دریا دلی سے ان کو ان اعتقادات اور افکار سے بَری قرار دینے کی کوشش کرتا رہا ہے، جو ان کے دین کی اساس اور ان کے مذہب کی بنیاد ہیں۔ پھر اس نے ان کے لیے ایسے ایسے عذر تلاش کرنے کی جرأت دکھائی ہے، جن کو انھوں نے خود بھی کبھی سوچا نہ عذر بنایا۔ عجب بات تو یہ ہے کہ وہ ایسے ملک کا باسی ہے، جو سنی ملک ہے اور اس میں شیعہ اور شیعیت کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے۔ ایک وقت تھا کہ وہاں فاطمیوں کا غلبہ تھا، انھوں نے اہلِ سنت کو پکڑ پکڑ کر ذبح کیا اور صدیوں تک اہلِ سنت کی مساجد، مجالس اور اہم مقامات پر اکابر

صحابہ کرام کو دشنام طرازی اور تبرّا بازی کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج سادہ لوح اہلِ سنت قتلِ حسین اور حبِ آل بیت کے نام سے رافضیوں کی آنکھوں سے نکلنے والے مگر مچھ کے آنسوؤں سے دھوکا کھا کر ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں، لیکن تاریخ ان حقائق کو بیان کرتی ہے، جو ان کی جعلی محبت کا پول کھول دیتے ہیں۔

علامہ صاحب نے اپنی اس کتاب میں مذکورہ ڈاکٹر کا جواب دیا ہے، جو ان کی ریا کارانہ گریہ زاری سے دھوکا کھا کر ان کے دفاع کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور انھوں نے اس کو سمجھایا ہے کہ وہ اس روش کو ترک کر دے، کیوں کہ یہ ایسا کام ہے، جو انسان کو ایسے لوگوں کا عقیدت مند بنا دیتا ہے، جن سے اللہ خود براءت کا اظہار کرتا ہے:

❁ ﴿وَ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [المائدۃ: ٥١]

''اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔''

❁ ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ [الممتحنۃ: ١٣]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ، جن پر اللہ غصے ہو گیا۔''

6 ''الإسماعيلية، تاريخ و عقائد'':

یہ کتاب ١٢/ شوال ١٤٠٥ھ بہ مطابق ١٩٨٥ء کو مکمل ہو کر زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اس کتاب کی دو اقسام ہیں: تاریخ اور عقائد۔ تاریخ کا بیان چار ابواب پر مشتمل ہے اور عقائد کا بیان پانچ ابواب پر مشتمل ہے، جو حسبِ ذیل ہیں:

① اسماعیلیت اور اسماعیلی عقائد۔

② اسماعیلیت اور شریعتِ محمدی ﷺ کی منسوخی۔

③ اسماعیلیت اور باطنی تاویل۔

④ اسماعیلی دعوت کی ماہیت اور نظام۔

⑤ اسماعیلیہ، مجموعۂ تضادات۔

یہ کتاب اپنے طرز کی منفرد کتاب ہے، جس میں مولف نے ایسی اسماعیلی دستاویزات اور مستند کتب سے اقتباسات نقل کیے ہیں، جو آج سے پہلے کسی کے پاس نہیں تھیں اور ان کو حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

7 "البابية، عرض و نقد":

علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں ہمیشہ بابیت اور بہائیت کے متعلق مواد کی تلاش میں رہتا، کیوں کہ میرے اکثر ان کے ساتھ مناظرے ہوتے۔ میں اپنے رسالے میں ان کی تردید میں لکھتا، اگرچہ دیگر سیاسی و مذہبی مصروفیات بھی اپنی جگہ جاری تھیں اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی نبرد آزمائی لگی رہتی تھی۔ بابیت اور بہائیت کی بنیاد دینِ اسلام کی مخالفت اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈے پر رکھی گئی کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور اس کے تقاضے بھی بدل چکے ہیں۔ اسلام پرانا ہو چکا ہے، جو عصرِ حاضر کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان مذاہب کی حقیقت بیان کی جاتی، اگرچہ اسلام کا بابیت اور بہائیت کے ساتھ موازنہ خود اسلام کی توہین ہے، کیوں کہ حق اور باطل، علم اور جہالت اور اندھیروں اور روشنی میں کیا نسبت ہے؟!

8 "القاديانية"

یہ کتاب ستائیسویں رمضان ۱۳۸۶ھ میں مدینہ منورہ میں مکمل ہوئی اور چھپ کر مارکیٹ میں آئی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں کافر استعمار کی سازش سے دو خبیث فرقوں نے جنم لیا، جن کا مطمحِ نظر مسلمانوں کو ان کے دلوں کی دھڑکن اور ان کے قبلے و کعبے، بیت اللہ سے پھیر کر مقامی جگہوں کا اسیر بنانا تھا، تا کہ ان کی

وحدت پارہ پارہ ہو جائے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے اس کتاب میں تمام اسلامی تنظیموں اور حکومتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو عالمِ اسلام میں بالعموم اور براعظم افریقہ میں بالخصوص ان مرتدوں کے پنجے سے بچانے کی کوشش کریں۔ قادیانیت، جو استعمار کے تعاون سے پروان چڑھ رہی ہے، امتِ اسلام کے لیے عظیم خطرہ بن رہی ہے، وہ دھوکے بازی اور لالچ کے ذریعے مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ انھوں نے خصوصی طور پر براعظم افریقہ کو اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہوا ہے، کیوں کہ وہاں کے لوگ ایک تو ان کی اصلیت سے واقف نہیں اور دوسری طرف عالمِ اسلام نے بھی ان کو نظر انداز کیا ہوا ہے۔

صورتحال اتنی سنگین ہے کہ وہ وہاں اسلام دشمن طاقتوں کے تعاون سے پانچ رسالے چھاپ کر مسلمانوں کے عقائد خراب کر رہے ہیں اور قادیانیت کی تعلیمات پھیلا رہے ہیں، جب کہ پورے افریقہ میں مسلمانوں کا ایک رسالہ بھی نہیں نکلتا، جو ان کا مقابلہ کرتا ہو۔ انھوں نے وہاں سیکڑوں مبلغین بھیجے ہوئے ہیں۔ ۷۴ سکول بنائے ہیں اور ۲۶۰ مساجد تعمیر کی ہیں، کئی ہسپتال بنائے ہیں، مختلف کتابیں اور رسالے شائع کیے جا رہے ہیں اور یہ اپنے مذہب کے مطابق کئی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کر کے تقسیم کر رہے ہیں، ان کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، ان کی شماریاتی رپورٹ کے مطابق پندرہ سال کی قلیل مدت میں ان کی تعداد دو ملین یعنی بیس لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔

9 ”**البریلویۃ، عقائد و تاریخ**“ (تاریخِ طباعت: ۱۹۸۳/۳/۲۳):

بریلویت اپنے نام اور بود و باش کے اعتبار سے ایک نیا فرقہ ہے اور یہ اپنی تشکیل اور وضع قطع کے اعتبار سے ہندوستانی ہے، لیکن افکار و عقائد کے اعتبار سے

قدیم ہے۔ عالمِ اسلام میں مختلف ناموں اور مختلف شکلوں کے کئی بدعت پسند اور خرافات پرست فرقے موجود ہیں، جن میں بریلویت کا رنگ جھلکتا ہے۔ کسی بھی ملک اور علاقے کا قاری اس کتاب کو پڑھنے کے بعد جب اپنے اردگرد پھیلے ہوئے فرقوں پر ایک نظر ڈالتا ہے تو وہ اس کو اس کا پرتو نظر آتے ہیں، لیکن مختلف ناموں کے ساتھ، کوئی تیجانی ہے، کوئی سنوسی، کوئی مہدوی، کوئی قادیانی، کوئی سہروردی ہے، کوئی نقشبندی اور کوئی چشتی ہے تو کوئی رفاعی۔

مولف لکھتے ہیں:

''میں نے جب اس فرقے کے متعلق یہ کتاب لکھی تو اس کے متعلق تقریباً تین سو کتابیں پڑھی، پھر کہیں جا کر یہ کتاب لکھی گئی۔ یہ فرقہ بھی دیگر فرقوں کی طرح اپنے بانی کے بارے میں عصمت اور تقدس کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس فرقے کے بانی راہنما احمد رضا خان (پیدائش: ۱۲۷۲ھ بہ مطابق ۱۸۶۵م) نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ آیت: ﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: ۲۲] اسی پر صادق آتی ہے۔

اس کے مریدوں کا کہنا ہے:

''اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان سے آج تک ایک لفظ بھی غیر شرعی نہیں نکلا، اللہ نے اس کو ہر لغزش سے بچایا ہے۔''

ان کا کہنا ہے:

''اللہ نے اس کی زبان اور قلم کو غلطی سے محفوظ رکھا ہے۔''

انھوں نے یہ بات بھی کہی ہے، جو کس قدر شرمناک ہے:

''اعلیٰ حضرت غوثِ اعظم پیر عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ میں ایسے تھے، جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے۔ غوثِ اعظم رسول اللہ ﷺ کے

ہاتھ میں ایسے تھے، جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تھے، آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے تھے۔''

وہ کہتے ہیں:

''اللہ کی رضا رسول کی رضا میں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رضا بریلوی کی رضا میں ہے۔''

ان کا دعویٰ ہے:

''بریلوی کا وجود اللہ تعالیٰ کی محکم آیات میں سے ایک آیت تھا۔''

10 ''**البهائية، نقد و تحليل**'' (تاریخِ اشاعت: ۱۹۷۵/۱۲/۲۴)

بہائیت کا بانی مرزا حسین علی ایران کے علاقے مازندان کی ایک نور نامی بستی میں ۱۸۸۷/۱۱/۱۲ کو پیدا ہوا۔ اس نے بچپن ہی میں صوفیت اور شیعیت سے متعلقہ علوم پڑھ لیے اور مختلف علوم میں مہارت حاصل کر لی، وہ جس موضوع پر چاہتا گفتگو کر لیتا، ہر مشکل موضوع کی گرہ کھول دیتا، علما کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث مباحثہ کرتا اور مشکل ترین دینی مسائل کی بڑی عمدہ تفسیر کرتا، وہ شیعہ کی روایات اور کتابوں کے بارے میں وسیع معلومات رکھتا تھا۔ بالخصوص وہ روایات اور کتب جو مہدی کی روایت نقل کرتی ہیں۔ اس طرح اس نے صوفیت، باطنی مذہب، پرانے فلسفے اور سوفسطائی فلسفے کی کتابیں بھی گہرائی سے پڑھیں۔

اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا ان کتابوں کے اثرات کو واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔ اس کا برطانوی استعمار کے ساتھ گہرا رابطہ تھا، انگریزوں نے اس کو اپنا مذہب اور دعویٰ پروان چڑھانے میں بھرپور مدد دی۔ اس نے اپنے فرقے کی ترویج کے لیے برطانیہ، روس، ترکی اور دیگر کئی ممالک کے دورے کیے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے یہ کتاب مسلمانوں کو اس خبیث اور باطل

باطنی فرقے کے خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے لکھی، جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تھا۔ انھوں نے ہندوستان، پاکستان، افریقہ اور دیگر بلاد میں مسلمانوں کو دعوتِ حق اور کتاب و سنت سے دور کرنے کے لیے بہت کچھ کیا اور یہ ابھی تک اپنے مشن پر گامزن ہیں۔ اس لیے مسلمانوں اور اسلامی و عربی حکومتوں کو ان کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے یہ کتاب معرضِ تالیف میں آئی، کیوں کہ ان کا یہودیوں کے ساتھ تعلق بھی ثابت ہو چکا ہے۔ علامہ صاحب نے اس کتاب کو لکھنے کے لیے دوسو اٹھہتر عربی، انگریزی، فارسی اور اردو کتابوں سے استفادہ کیا۔

11 "**الباطنية بفرقها المشهورة**"

12 "**فرق شبه القارة الهندية و معتقداتها**"

13 "**النصرانية**" (یہ آخری مراحل میں تھی)

14 "**التصوف، المنشا والمصادر**". **الجزء الأول ١٤٠٦هـ**

15 "**التصوف**" **الجزء الثاني**.

یہ علامہ صاحب کی آخری کتاب تھی، جو دھماکہ ہونے سے سات گھنٹے قبل سیالکوٹ میں مکمل ہوئی۔

علامہ صاحب کی کتابوں کے مراجع اور کتابیات کی تعداد:

القادیانیة (**۱۵۰ کتابیات**) البریلویة (**۱۸۰ کتابیات**) البابیة (**۱۷۴ کتابیات**) الشیعة والسنة (**۸۸ کتابیات**) الشیعه والقرآن (**۸۴ کتابیات**) الشیعه و أهل البیت (**۲۳۰ کتابیات**) الشیعة والتشیع (**۲۵۹ کتابیات**) الإسماعیلیة (**۳۶۲ کتابیات**) الرد الکافي (**۲۵۹ کتابیات**) البهائیة (**۲۷۸ کتابیات**)

دیگر زبانوں میں کتابیں:

- قادیانیت (انگریزی)
- الشیعۃ والسنۃ (فارسی)
- کتاب الوسیلۃ (انگریزی۔اُردو)
- کتاب التوحید (اردو)
- مرزائیت اور اسلام (اُردو)
- الشیعہ والسنۃ (فارسی، انگریزی، تھائی لنڈی)

دشمن اور حاسدین:

ہر مخلص مجاہد کے جہاں لاکھوں چاہنے والے ہوتے ہیں، وہیں کئی دشمن بھی ہوتے ہیں۔ علامہ صاحب چوں کہ اہلِ حدیث مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور رافضیوں، اسماعیلیوں اور قادیانیوں جیسے گمراہ فرقوں کے خلاف مسلسل فکری محاذ میں برسرِ پیکار تھے۔ آپ ہر جگہ ہر موقع اور ہر گھڑی ان کی تاک میں رہتے، ان کا مردانہ وار مقابلہ کرتے اور ان کو چاروں شانے چت گراتے۔ جب یہ باطل پرست فکری میدان میں ان کو توڑ نہ سکے اور انھیں اپنی سانسیں گھٹتی ہوئی محسوس ہونے لگیں تو انھوں نے وہی بزدلانہ طریقہ آزمایا، جو ہمیشہ سے چلتا آیا ہے کہ اہلِ حق کی آواز دبانے کے لیے ان کو موت کے گھاٹ اُتارنے کی سازش کی جائے۔

وفات اور شہادت:

یہ ۲۳/ مارچ ۱۹۸۷ء کی تاریخ تھی، رات گیارہ بجے کا وقت تھا، لاہور کے قلعہ لچھمن سنگھ کے چوک میں اہل حدیث کانفرنس ہو رہی تھی، پنڈال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اسٹیج پر شیرِ گرج رہا تھا، اس کے

سامنے ایک پھولوں کا گل دستہ پڑا تھا، جو باہر سے خوبصورت پھولوں سے مزین تھا، لیکن اس کے اندر سے موت کا بھیانک چہرہ جھانک رہا تھا، لوگوں کے کان آنکھیں اور توجہ خطیب پر مرکوز تھیں، ہر کوئی گفتگو کے سحر میں کھویا ہوا تھا کہ یکا یک ایک کان پھاڑ دینے والا اور دل دہلا دینے والا دھماکا ہوا، لوگ اس اچانک گرنے والی مصیبت اور افتاد سے گھبرا اُٹھے، بھگدڑ مچ گئی، ہر طرف خون ہی خون ہوگیا، زخمیوں کی چیخیں آسمان پھاڑنے لگیں، موقع پر سات علما شہید ہوگئے۔ علامہ صاحب کو گہرے زخم پہنچے۔ اس حادثے میں علامہ صاحب کے علاوہ دس علما شہید ہوئے، ۱۰۰ لوگ زخمی ہوئے، جن میں ۱۴ کی حالت خطرناک تھی، بعض قریبی عمارتیں بھی متاثر ہوئیں۔ سارے پاکستان پر غم کے بادل چھا گئے اور بڑے بڑے شہروں میں تجارتی مراکز بند کر دیے گئے۔

علامہ صاحب چار دن تک پاکستان میں رہے۔ پھر علامہ ابن باز کی تجویز اور شاہ فہد کے حکم سے ایک خصوصی طیارہ سعودی عرب سے پاکستان بھیجا گیا اور وہ علامہ صاحب کے زخمی جسم کو اُٹھا کر ریاض کے ملٹری ہسپتال میں لے آیا، جہاں ان کا علاج معالجہ شروع ہوا۔ ابھی علاج مکمل نہیں ہوا تھا کہ ۳۰ مارچ ۱۹۸۷ء بروز سوموار بوقت صبح کے چار بجے ان کی روح پرواز کر گئی۔ وہیں انھیں غسل دیا گیا اور علامہ ابن باز نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل فگار تھا۔ اس کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو طیارے کے ذریعے مدینہ منورہ پہنچایا گیا اور بقیع کے قبرستان میں صحابہ کرام، آلِ بیت اور امہات المومنین کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔ اللہ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!!

شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی کا کہنا ہے:

عصرِ حاضر میں احسان الٰہی ظہیر کی مثال نہیں ملتی، وہ بہادری کی حد تک حق گو،

حقیقت کا متلاشی اور امت کا خیر خواہ تھا، وہ ہمیشہ اس فرمانِ نبی کو دھراتا رہتا کہ دین نصیحت ہے۔ اس نے بیس سال سے زائد عرصہ تک خباثت اور خبیثوں کے چہرے کو ننگا کیا، وہ حق کے ساتھ کھڑا ہو جاتا، حق کی اشاعت میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا ہوتی، نہ کسی جاہل کے شور کا ڈر ہوتا، نہ کسی بزدل کی غوں غوں کی پروا ہوتی اور نہ کسی دھمکی کا ڈر اور اثر ہی ہوتا۔

احسان نے اپنی قوم کو شیطان کے پھندے میں پھنسنے سے بچانا چاہا، اس لیے ان کے سامنے ان افکار و خیالات کی خباثت کھول کر رکھ دی، جو باطل فرقوں کے اندر رچی بسی ہے اور لوگ اس سے آگاہ نہیں۔ بزدلوں نے چاہا کہ وہ احسان کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کی آواز خاموش کر دیں۔

وہ حق کا مقابلہ تو نہ کر سکے، لیکن انھوں نے دھماکوں کی آواز میں اس کی آواز کو گم کرنا چاہا اور یہ بھول گئے کہ احسان نے تو اب بولنا شروع کیا ہے، لوگ اس کی کتابوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، وہ ہر کتاب خانے میں، ہر کتابوں کی دکان پر اور ہر جگہ سے انھیں تلاش کر رہے اور منگوا رہے ہیں، وہ پہلے نہیں پڑھتے تھے، انھوں نے اب پڑھنا شروع کیا ہے، وہ پہلے گہرائی سے نہیں سمجھتے تھے، اب انھوں نے سمجھنا شروع کر دیا ہے، وہ پہلے بے خبر ہو کر بیٹھے رہے، لیکن اب خبردار ہو چکے ہیں۔

بزدل بزدل ہی ہوتا ہے، چاہے وہ عزت کی چوٹی پر بیٹھا ہو، نفیس نفیس ہی ہوتا ہے، چاہے وہ نادر ہو، کیوں کہ چیزوں اور عمل کی قیمت ہوتی ہے، کھوکھلے دعووں کی نہیں۔

جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے سارے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا مفید علم اور تیسری نیک اولاد، جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔

کتابیں باقی ہیں اور لوگ ان سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور شیخ احسان کی

اولاد میں ہشام، ابتسام، معتصم اور میمونہ ہیں، ان کے والد کی کتابیں انھیں دعوت دے رہی ہیں کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح بنیں۔

ان کتابوں کے ذریعے سے تمام مسلمانوں کے سامنے شیعہ کے تمام فرقوں کی گمراہی واضح ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ وہ انھیں شہدا کی صف میں شامل کرے اور فردوسِ اعلیٰ میں ان کا ٹھکانا بنائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

كتبه

ڈاکٹر سید بن حسین عفانی

مقدمہ طبع ششم

پاکستان میں اس کتاب کا پہلا اِڈیشن 1978ء کو شائع ہوا، اس وقت پہلے اِڈیشن کی تعداد دس ہزار تھی۔ میرا خیال یہ تھا کہ اس کتاب کو دوبارہ چھاپنے کی نوبت نہیں آئے گی، اس لیے کہ دس ہزار کی تعداد محققین اور علما کے لیے کافی ہوگی، چونکہ جس موضوع پر یہ تحقیق ہے، اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں، عامۃ الناس کا اس سے بہت کم تعلق ہے، خیال یہ تھا کہ اسلامی مدارس کے طلبا یا تقابلِ ادیان کے طالبعلم اس کتاب کی طرف متوجہ ہوں گے، لیکن جب یہ کتاب منظرعام پر آئی تو اس نے تہلکہ مچا دیا۔ لوگوں کو اس نئے فرقے کے بارے میں جان کر حیرانی ہوئی۔ ہر شخص اس کے بارے میں مزید جاننا چاہتا تھا کہ روسی استعمار اور یہودی افکار کی پروردہ اس جماعت کے عقائد کیا ہیں؟

اس کتاب میں علما اور طلبا کی رغبت اس وجہ سے بھی تھی کہ اس وقت تک اس موضوع پر کسی بھی زبان میں کوئی تحقیق نہیں تھی۔ جس تفصیل کے ساتھ میں نے اس کتاب میں فرقہ بابیہ اور بہائیہ کا ذِکر کیا، مجھ سے پہلے کسی نے اتنی بسط اور تفصیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کیا تھا۔ اگرچہ مختلف کتابوں میں فرقہ بہائیہ اور بابیہ کا چیدہ چیدہ ذِکر تھا، مگر اس کا تفصیلی ذکر کہیں بھی نہ تھا۔

میں اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہوں، جس نے مجھ سے دِین کی یہ خدمت لی اور میرے ذریعے سے عامۃ الناس کو فائدہ ہوا۔ محققین اور طلبا نے اس کتاب سے

بھرپور استفادہ کیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ، جس میں بہائی فرقے کا ذِکر ہے، وہ عرب ممالک کے علاوہ دیگر بہت سے ممالک کی یونیورسٹیوں میں بطورِ نصاب شامل ہے۔ اس سے قبل اس کتاب کے پانچ اِڈیشن منظرعام پر آچکے ہیں، اب چھٹا اِڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پہلے اِڈیشن ٹائپ شدہ مسودے پر چھاپے گئے تھے۔

آخر میں مَیں ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں، جنھوں نے وقتاً فوقتاً مجھے اس کتاب کی تصنیف کے دوران میں مشوروں سے نوازا۔ ان کے یہ مشورے دورانِ تصنیف وتحریر میرے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

میں اللہ تعالیٰ کا بھی شکرگزار ہوں جس نے مجھے دِین کی خدمت کے لیے منتخب کیا۔ اپنے دِین حنیف کا محافظ اور سپاہی بنایا اور گمراہ فرقوں کا رَد کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی۔ بے شک وہی راہنمائی اور مدد کرنے والا ہے۔ ہمارے لیے اسی کی ذات کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

احسان الٰہی ظہیر

لاہور، پاکستان۔ 11 فروری 1984ء

مقدمة الكتاب

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وعلى آله، وصحبه، ومن تبعه إلى يوم الدين. أما بعد:

انیسویں صدی مسلمانوں کی مظلومیت اور مغلوبیت کی صدی تھی، اس صدی میں استعمار اور غیر ملکی کافر طاقتوں نے مسلمانوں کو ان کے وطنوں سے محروم کیا، مسلم ممالک پر مختلف جانب سے حملے ہوئے، اس دوران میں حملہ آور طاقتوں کی یہ کوشش بھی رہی کہ وہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح مرتد کر دیں اور انھیں ان کے دین سے ہٹائیں۔

اس کے لیے انھوں نے ہر قسم کے حربے آزمائے، لالچ بھی دی اور زور آزمائی بھی کی اور ہر ممکن کوشش کی کہ نئے مصنوعی عقائد مسلمانوں میں داخل کیے جائیں، تاکہ وہ شکوک و شبہات کا شکار ہو جائیں، ان میں انتشار و افتراق پیدا ہو سکے، ان میں پھوٹ پڑ جائے اور فکری و مذہبی بحران سامنے آئے۔ انھوں نے انتہائی کوشش کی کہ ان کے دِلوں سے محمدِ عربی ﷺ کی محبت کھرچ دیں، کیونکہ اس مقدس نام کی وجہ ہی سے ہی مسلمان شیر و شکر ہیں اور اسی کی وجہ سے وہ بنیانِ مرصوص ہیں۔ یہی نام ان کے دِلوں کو آپس میں باندھے ہوئے ہے اور اسی کی وجہ سے ان کی شہرت چہار دانگِ عالم میں ہے۔ ان کا مقام و مرتبہ اسی نام کی وجہ سے بلند ہے۔

یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی تھے، جنھوں نے مسلمانوں کے دِل میں عقیدۂ توحید کو راسخ کیا، جنھوں نے خدا کی ربوبیت اور وحدانیت کے گہرے بیج ان کے دِلوں میں بوئے۔ توحید کی وجہ ہی سے مسلمانوں میں جرأت اور بہادری پیدا ہوئی، وہ ایک ذات

سے ڈرنے لگے اور اس کے علاوہ ہر چیز سے مستغنی ہو گئے۔ یہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہی تھی جس نے مسلمانوں کے دِلوں میں جہاد کی روح پھونکی، تاکہ اللہ کا نام بلند ہو، ہر مسلمان اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال کی قربانی دے اور کمزور قوموں کو طاقتور اقوام کے پنجۂ استبداد سے نجات دی جا سکے۔

یہ استعمار سرخ ہو یا سفید، رُوسی ہو یا انگریزی، پرتگالی ہو یا فرانسیسی، مسلمانوں کی جانب سے ان کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ سب مسلمانوں سے ڈرتے رہے۔ مسلمانوں کا اتحاد، اتفاق اور باہمی تعلق ان کے عزائم کی راہ میں سدِ سکندری بنا رہا۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ان کی تمام تر کوششوں کو ناکام بناتا رہا، چنانچہ ان سب قوتوں نے سر جوڑے اور سوچ بچار کرنے لگے کہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو کیسے ختم کیا جا سکے، جو ان کے استعماراتی عزائم میں مزاحم ہے؟ غور و فکر اور کوششِ بسیار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں میں نئے عقائد اور افکار داخل کیے جائیں، تاکہ مسلمانوں کے درمیان تنازع اور فرقہ بازی شروع ہو سکے۔

اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے رجالِ کار تیار کیے، انھیں مال و دولت سے نوازا، فکری اعتبار سے بھی ان کے ساتھ تعاون کیا اور انھیں مواد مہیا کیا، تاکہ وہ مسلمانوں کے درمیان اسلام کے بھیس میں گھس جائیں اور ان کے سینوں سے جہاد کی روح کو نکالیں۔ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود مسلمانوں کے معلمِ حقیقی ﷺ کی جہادی تعلیمات ابھی تک مسلمانوں کے دِلوں میں پختہ اور راسخ تھیں اور یہ تعلیمات ائمۂ کفر کے دِلوں میں مثلِ خار کھٹک رہی تھیں۔

اس مقصد کے لیے ایران میں انھوں نے شیراز کے ایک کم عقل مرزا علی محمد الباب نامی شخص کو مقرر کیا۔ یہ گویا ان استبدادی قوتوں کا آلہ کار تھا جو مسلمانوں کے دِلوں سے اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے تھے۔ مرزا علی محمد الباب نے ایران میں اپنی

کارروائیاں شروع کیں، اس وقت اس کی پشت پناہی روس کر رہا تھا، رُوس پر اس وقت یہودی صیہونیوں کا راج تھا۔ علی محمد کی کوشش یہ تھی کہ ایران پر رُوسی طاقتوں کا قبضہ مستحکم ہو اور مسلمان کمزور ہو کر رُوسیوں کی تابعداری اختیار کر لیں۔ تاہم خدا کی مہربانی سے ایسا ممکن نہ ہو سکا اور علی محمد کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

اس مقصد کے لیے عرب میں مرزا حسین علی النوری المازندرانی البہائی نامی شخص کو مقرر کیا گیا، جس کے افکار و خیالات پڑھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہ عقل سمجھ سے خالی تھا۔ استبدادی قوتوں نے کوشش کی کہ عرب میں سے کوئی شخص ہی اس بارِ گراں کو اٹھائے، مگر جب کوئی عربی اس غداری کے لیے آمادہ نہ ہوا اور کسی عرب کو ردائے نبوت پر دست درازی کی ہمت اور مقامِ الوہیت و ربوبیت پر تخت نشین ہونے کا شوق نہ سمایا تو مجبوراً انھیں ایک غیر عربی شخص کو اس کام کے لیے متعین کرنا پڑا۔

برصغیر میں اس مقصد کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمات حاصل کی گئیں جو انگریزوں کا آلہ کار تھا۔ اپنے آقاؤں کی طے کردہ ہدایات کے تحت ان لوگوں نے کام شروع کیا، ہر جگہ نئے نئے دعوے کیے، کہیں مہدی، کہیں مسیح، کہیں نبوت اور کہیں الوہیت کا دعویٰ کیا، تاکہ نئے سنئے فتنے معرضِ وجود میں آسکیں، مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا ہو اور اُن کی طاقت و جمعیت کمزور ہو کر منتشر ہو جائے۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ باطل کے ان تمام آلہ کاروں کا بنیادی مقصد ایک ہی تھا، ایک بات پر ان سب کا اتحاد و اتفاق تھا کہ کسی طریقے سے جہاد کو باطل کیا جا سکے اور قتال کو منسوخ ثابت کیا جا سکے۔ ان کا ہدفِ اولیں یہ تھا کہ جہاد اور قتال کو ختم کیا جائے۔ اگرچہ یہ جہاد اور قتال اپنے ملک، وطن اور دِین کی حفاظت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ ان تمام آلہ کاروں نے اس بات پر زور دیا کہ عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ استبدادی اور استعماری طاقتوں کی تابعداری کریں، ان کے احکام

مانیں، ان کے فرامین سے سرمو سرتابی نہ کریں اور ان کے خلاف لڑائی اور جہاد نہ کریں۔ اسی طرح باطل طاقتوں کے ان تمام آلہ کاروں نے اباحی خیالات اور اخلاقی بے راہ روی کی ترویج کی، جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانِ مبارک کے ذریعے جن چیزوں کو حرام قرار دیا، انھیں حلال قرار دیا جائے، تا کہ شورہ پشت اور بدعنوان عناصر کو کھلی چھوٹ ملے اور وہ بھی ان بیرونی طاقتوں کے آلۂ کار بن کر اُن کے عزائم کی تکمیل میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

برصغیر پاک و ہند میں قادیانیت اس کام کے لیے متعین تھی، اس نے ان افکار کا پرچار کیا کہ مسلمانوں کے لیے استعمار کی حمایت ضروری ہے، چاہے وہ یہودی استعمار ہو یا انگریزی۔ اس زمانے میں انہی دو طاقتوں کا غلغلہ تھا اور اسلامی ممالک میں یہ طاقتیں بدستور اثر و نفوذ حاصل کر رہی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو بزعم خود قادیانیوں کا نبی اور رسول ہے، اس بات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے مجھے سلطنتِ برطانیہ کا سایۂ عاطفت نصیب فرمایا۔ اسی سایہ عاطفت کی چھاؤں میں، میں اپنا کام کر رہا ہوں اور خدمات سرانجام دے رہا ہوں، اس لیے اس حکومت کی تمام رعایا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سلطنتِ برطانیہ کا شکریہ ادا کرے۔ میرے لیے خاص طور پر ضروری ہے کہ میں ان کا شکرگزار ہوں، کیونکہ حضرت قیصر ہند کی حکومت کے علاوہ مجھے کہیں اور اس طرح آزادی سے دینی و ملی خدمات ادا کرنے کا موقع مل نہیں سکتا تھا۔''[1]

علی محمد شیرازی کے پیچھے بھی رُوسی استعمار کا ہاتھ تھا۔ رُوس اس زمانے میں ایران پر نظریں لگائے بیٹھا تھا، اس کی کوشش تھی کہ اسے ایران میں مداخلت کا موقع

[1] تحفہ قیصریہ۔ مصنف: غلام احمد قادیانی (ص: ۲۷) مطبوعہ بھارت۔

مل جائے۔ بابی اور بہائی فرقوں کے مشہور مورخ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کسی بھی مشکل کی صورت میں رُوس ان کی مدد کو آتا تھا اور اگر ایرانی حکومت کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو جاتا تو اُسے بھی روس ہی نبٹاتا تھا۔ ان مورخین نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح علی محمد شیرازی اور اس کے پیروکاروں کو مسلمانوں کے غیظ و غضب سے بچانے کے لیے رُوس مختلف بہانے ڈھونڈتا رہتا تھا اور مسلمانوں کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے مختلف طریقے اپناتا تھا۔

اسی طرح ان مورخین نے وہ حقائق اور واقعات بھی بیان کیے کہ رُوس ہی علی محمد شیرازی اور اس کے پیروکاروں کو اسلحہ اور بھاری سازوسامان دیتا تھا، انھیں تربیت اور ٹریننگ فراہم کرتا تھا، تاکہ وہ مسلمان اپنے ہی بھائیوں کے خلاف استعمال کر سکیں۔ اس سب کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ ایران میں داخلے کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ علی محمد شیرازی کی حمایت میں رُوس اس حد تک بڑھ گیا کہ اس نے تمام حدود پار کرلیں۔ وہ کھلم کھلا ایران کی خودمختاری کی دھجیاں اُڑانے لگا۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سرعام اس طرح کی باتیں ہونے لگیں کہ علی محمد شیرازی اور رُوسیوں کے درمیان تعلقات ہیں۔ شیرازی اور اس کے پیروکار ان تعلقات کا اعتراف بھی کرتے رہے۔ اس کے بعد انگریز میدان میں آئے۔ انھوں نے بھی علی محمد شیرازی کو اپنا تعاون پیش کیا۔ اس بات کا اعتراف بابی فرقے کے مشہور اور قدیم ترین مورخ مرزا جانی الکاشانی کرتا ہے، جو شیرازی کا قریب ترین ساتھی، دوست اور جس نے اس کی خاطر جان تک قربان کی۔ جانی نے اپنی کتاب ''نقطۃ الکاف'' میں یہ سارے واقعات نقل کیے ہیں۔ اس کتاب کو مشہور انگریز مستشرق مورخ پروفیسر براؤن نے چھاپا اور اس کے حاشیے بھی اسی نے لگائے۔ پروفیسر براؤن بابی فرقے کے انتہائی قریب تھا اور ہر وقت اس فرقے کی تعریف میں رطب اللسان

رہتا تھا۔ پروفیسر براؤن کے علاوہ بابی اور بہائی فرقوں کے مورخ عبدالحسین آوارہ نے بھی اپنی کتاب "الكواكب الدرية في مآثر البهائية" اور محمد الزرندی النبیل البہائی نے اپنی کتاب "مطالع الأنوار" میں ان واقعات کو تفصیل سے نقل کیا۔ اس کے علاوہ بھی یہ واقعات بہت ساری دیگر کتب میں مذکور ہیں۔[1]

ایران میں شیرازی کے لیے حالات مسلسل خراب ہو رہے تھے، بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ شیرازی کو قتل کر دیا گیا۔ شیرازی کے بعد مرزا حسین علی النوری کو اس کے جانشین کے طور پر منتخب کیا گیا۔ رُوسی حکومت کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ شیرازی کے تحفظ میں ناکامی ان کے ماتھے پر کلنک کا داغ ہے، چنانچہ انھوں نے مرزا حسین علی النوری کو بھرپور حفاظت فراہم کی۔ وہ اس کا حشر بھی شیرازی والا دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ شیرازی کو قتل کرنے میں ایرانی حکومت پیش پیش تھی۔ نوری کو ایرانی حکومت سے بچانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے، جس کا اعتراف بابی فرقے کے مشہور داعی ابوالفضل الجلبائیجانی نے مرزا حسین علی کا ذِکر کرتے ہوئے اپنے ایک مقالے میں کیا ہے۔ یہ مقالہ مصری اخبارات میں چھپا۔ اس کا ذِکر بہائی فرقوں کی بعض کتابوں میں بھی ملتا ہے۔[2]

چنانچہ حسین بن علی کے بیٹے عباس آفندی عبدالبہاء نے اپنی کتاب "مقالة سائح" اور پروفیسر اسلمنت نے اپنی کتاب "بهاء الله والعصر الجديد" میں بھی اس کا ذِکر کیا۔ خود حسین بن علی النوری مختلف مقامات پر اس کا ذِکر کرتا ہے، مثلاً زارِ رُوس کو لکھے گئے ایک خط میں حسین علی النوری کہتا ہے:

"شہنشاہِ رُوس کے حضور کہ اس پر سایۂ خداوندی ہو۔ جب میں تہران کی

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے اس کتاب کا حصہ "البابیہ، تاریخ اور آغاز" دیکھیں۔
[2] عبدالبہاء والبہائیہ، مصنف: سلیم قبعین البہائی (ص: ۱۳۰) مطبوعہ مصر۔

جیلوں میں تھا، قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کر رہا تھا تو یہ آپ کے سفیر ہی تھے جنھوں نے ان جیلوں سے نکلنے میں مجھے مدد دی اور میری جان بچائی۔ خدا آپ کو اس کا اجر عطا کرے۔ ایسا اجر کہ اس کی بلندی کو صرف وہی جانتا ہو۔"[1]

روسی سفیر نے مرزا حسین علی کو کس طرح بچایا؟ کس طرح اسے موت کے پنجوں سے نکال لایا؟ یہ واقعہ تفصیلاً مشہور بہائی مورخ محمد الزرندی اپنی کتاب "مطالع الأنوار" میں بیان کرتا ہے۔ یہ کتاب بہائیوں کے خودساختہ نبی عباس عبدالبہائی کے حکم سے لکھی گئی تھی، جس کا انگریزی ترجمہ "ولی امراللہ" کے نام سے شوقی آفندی نے کیا۔ وہ لکھتا ہے:

"شاہ کے خلاف جب بغاوت ناکام ہوگئی تو حسین علی کے پاس جان بچانے کے لیے چھپنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ زرکندہ نامی گاؤں میں جا کر چھپ گیا۔ شاہ نے اپنا ایک کارندہ بھیجا، تاکہ مرزا حسین کو اس کے حوالے کیا جا سکے، مگر رُوسی وزیر ایران کے مطلوب شخص کو ان کے حوالے کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب ایرانی کارندہ واپس چلا گیا تو رُوسی وزیر نے حسین علی کو مشورہ دیا کہ وہ وزیراعظم آقا خان کے محل میں جا کر پناہ لے، اس لیے کہ چھپنے کے لیے وہ بہترین جگہ ہے۔ حسین علی النوری نے یہ مشورہ قبول کیا۔ رُوسی وزیر نے وزیراعظم کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس نے سفارش کی کہ وہ حالات ٹھیک ہونے تک حسین علی نوری کو پناہ فراہم کرے، اس کا بھرپور خیال رکھے اور اسے کسی اور کے حوالے قطعاً نہ کرے۔"[2]

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے اس کتاب کا حصہ "البابیہ، تاریخ اور آغاز" دیکھیں۔

[2] مطالع الأنوار، مصنف: زرندی البهائي (ص: ٤٨١، ٤٨٢)

روسی استعمار اپنے ایجنٹ مرزا حسین علی نوری کو تحفظ پہنچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا، انھوں نے بھرپور کوشش کی کہ اس پر کوئی آنچ نہ آئے اور اسے ایران سے بخیر و خوبی نکالا جا سکے۔ مرزا حسین علی النوری بذاتِ خود ایک مقام پر رُوسی اقدامات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''جب ہم ایران سے نکلے تو ہمیں بھرپور حفاظت فراہم کی گئی تھی۔ ایران کے علاوہ روسی حکومت نے بھی ہمیں خصوصی گارڈز فراہم کیے، یہاں تک کہ انتہائی عزت و احترام کے ساتھ ہمیں عراق پہنچایا گیا۔''[1]

دوسری جانب روسی استعمار نے ترکوں سے چھینے ہوئے قصبہ ''عشق آباد'' کو بہائیوں اور بابیوں کے لیے مختص کر دیا۔ یہ قصبہ ایرانی حدود میں آتا تھا مگر رُوسی حکومت نے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اسے اپنے تصرف میں لے لیا اور اسے بابی اور بہائی ایجنٹوں کا ہیڈکوارٹر بنا دیا۔ بہائی اور بابی راہنماؤں کو یہ سہولت فراہم کی گئی تھی کہ وہ کسی بھی مصیبت یا مشکل وقت میں یہاں آ کر پناہ لے سکتے ہیں۔ جب کبھی ایرانی حکومت کی جانب سے ان پر عتاب نازل ہو تو وہ یہاں آ جائیں۔ اس قصبے میں ان کے لیے عبادت خانے بھی بنائے گئے، تاکہ یہاں آ کر وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر سکیں اور اپنے مذموم عزائم پورے کر سکیں۔ اسی مقام سے بہائی اور بابی لیڈروں نے مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈا مہم شروع کی۔ روس کے یہ اقدامات مرزا حسین علی کے لیے انتہائی خوش کن تھے، وہ ہر مجلس میں روسی حکومت کی تعریف کرتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس نے روسی حکومت کو اس بارے تہنیتی خطوط بھی لکھے۔[2]

---

[1] طرازات، مصنف: حسین علی (ص: 195) إشراقات۔ مصنف: حسین علی (ص: 156) نبذة من تعاليم البهاء (ص: 17) مطبوعه: مصر.

[2] الكواكب الدرية في مآثر البهائية، مصنف: مرزا آواره (ص: 491) مطبوعه فارسي.

مرزا حسین علی النوری کے بیٹے عباس عبدالبہاء کی خدمات انگریزوں نے حاصل کیں۔ باپ کی طرح وہ بھی بکاؤ مال تھا، انگریزوں سے پیسے لے کر ان کے لیے کام کرتا تھا۔ انگریزوں نے اسے فلسطین میں موجود یہودیوں کو سہولیات فراہم کرنے کے کام پر لگایا، چنانچہ سقوطِ فلسطین میں اس کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور اس کی سازشوں کی وجہ ہی سے فلسطین یہودیوں کے ہاتھ میں گیا۔ اس کی خدمات کے عوض انگریزی حکومت نے اسے ''نائٹ ہڈ'' کا اعزاز اور سر کا خطاب دیا جو اس کی اسلام دشمن کارروائیوں اور انگریز کے لیے مہیا کردہ خدمات کا اعتراف تھا۔[1]

اب تک کی بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس فرقے کے اکابر اسلام اور مسلمانوں کی سرکوبی میں لگے رہے اور ہمیشہ صلیبیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے ایجنٹ بن کر اسلام کی جڑیں کھودنے کی کوششیں کرتے رہے۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر انھوں نے اسلام دشمن عناصر کے لیے خدمات سرانجام دیں۔ اپنے خطبات اور فرامین میں وہ اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ واہیات قسم کی روایات نقل کرتے تھے جو عام طور پر اسرائیلیوں اور شیعوں سے ماخوذ تھیں۔

علاوہ ازیں وقتاً فوقتاً وہ صوفیہ کی اصطلاحات کا سہارا بھی لیتے تھے، تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیا جا سکے کہ بہائی اور بابی اسلامی ورثے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اپنی طرف سے انھوں نے کوئی چیز تیار نہیں کی۔ انھوں نے یہ تاثر پیش کیا کہ ان کے اور عام مسلمانوں کے درمیان اصولی مسائل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ان کا اختلاف بعض احکام کی تشریح میں ہے۔ وہ اپنے موقف کی حمایت میں قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ سے بھی استدلال کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ بلی تھیلے سے باہر آتی گئی،

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: 70) عبد البهاء والبهائية، مصنف: قبعين البهائي (ص: 36)

پہلے بابی اور بہائی راہنماؤں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، پھر قائم مقام نبی اور پھر نبوت کا۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگے، تا کہ کوئی شخص ان کے احکامات کی سرتابی کی مجال نہ کر سکے۔ کوئی بھی شخص ان سے کیوں اور کیسے کے ساتھ سوال نہ کر سکے کیونکہ وہ خدا بن گئے تھے اور خدا کی مرضی جو چاہے احکامات کرے۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ فرقے استعماری طاقتوں کے ساتھ ہی رہے۔ جہاں جہاں یہ طاقتیں گئیں اس طرح کے فرقے وہاں پھلتے پھولتے رہے اور جب مسلمانوں کی جدوجہد اور جذبہ جہاد کی وجہ سے ان طاقتوں کو نکلنا پڑا تو گمراہ فرقوں کے پاس بھی اپنا بوریا بستر لپیٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک برصغیر پاک و ہند میں انگریز رہے، قادیانیت یہاں رہی، جب انگریز یہاں سے کوچ کر گئے تو قادیانیت کو بھی یہاں سے رخصت ہوتے ہی بنی۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ قادیانیوں نے افریقہ اور یورپ کو اپنا نیا ہدف مقرر کر لیا۔ اسی طرح بابی اور بہائی فرقے بھی ایران سے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر اسرائیل، یورپ اور امریکہ چلے گئے۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ان طاقتوں کے آلہ کار تھے اور ان کی سرپرستی میں کام کرتے رہے۔

ان فرقوں کے بارے میں یہ ساری باتیں میرے علم میں تھیں۔ زمانہ طالب علمی کے دوران ہی میں یہ موضوعات میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے۔ میں ان فرقوں کے عقائد اور افکار کا مطالعہ کرتا رہا۔ اس دوران میں شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری کی کتابیں زیرِ مطالعہ رہیں، اس کے علاوہ ان کے جو مقالات مختلف میگزین اور جریدوں میں چھپے، ان کا مطالعہ بھی کرتا رہا۔

علامہ ثناء اللہ امرتسری نے فرقِ باطلہ کے خلاف قابلِ قدر کام کیا ہے۔ باطل

کی مخالفت ان کی رگ و پے میں تھی۔ میری پیدائش اور پرورش بھی ایسے خاندان میں ہوئی جو ہمیشہ انگریزوں کا مخالف رہا، جنھوں نے آزادی کے دوران میں انگریزوں کے خلاف قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں، ان کے خلاف جہاد کیا۔ یہ خیالات نسل در نسل ہمارے خاندان میں چلے آرہے تھے۔ غیر ملکی استعمار اور ان کے آلہ کاروں کے خلاف جدوجہد ہمارے خون کا حصہ ہے۔

ہمارا خاندان اس حوالے سے مشہور ہے کہ وہ باطل فرقوں کی سرکوبی کے لیے ہمیشہ صف اوّل میں رہا، چنانچہ اوائل عمری ہی میں مجھے علمی مباحث اور مناظروں کا شوق تھا۔ علماے اہلِ حدیث نے میری ان خوبیوں کو جلا بخشی، یہ وہی علماے اہلِ حدیث ہیں جنھوں نے برصغیر میں بالخصوص اسلام کی نشرواشاعت کے لیے قابلِ قدر اور قابلِ ذکر خدمات سرانجام دیں۔ لوگ حدیثِ نبوی کو فراموش کر چکے تھے، فقہی تعصّبات اور اماموں کی تقلید میں اندھے ہوچکے تھے۔ ان حالات میں علماے اہلِ حدیث نے حدیثِ نبوی کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا اور اماموں کے اندھے مقلدین پر رَدّ کرتے ہوئے بہت سی کتب تصنیف کیں۔

مجھے بالخصوص یہ شرف حاصل رہا کہ میں نے غزالیِ عصر، رازیِ زماں، محدثِ کبیر شیخ حافظ محمد گوندلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جن کے بارے میں بلاشبہہ میں کہہ سکتا ہوں:

إن لم تعن خيله وسلاحه
فمتى أقود إلى الأعادي عسكراً

''اگر اس کا گھوڑا اور ہتھیار میری معاونت نہ کرتے تو میں کس طرح دشمنوں پر حملہ آور ہوسکتا تھا؟''

مدارس اور یونیورسٹیوں سے فراغت کے بعد میں نے سیالکوٹ میں اسلام کی

نشرواشاعت کا کام شروع کیا۔ میں ساتھیوں کے ساتھ سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور بعض دفعہ لاہور چلا جاتا، جہاں ہم عیسائی راہنماؤں، بہائی اور قادیانی لیڈروں کے ساتھ مناظرے اور علمی بحثیں کرتے۔ دراصل یہ اسلامی غیرت اور خاندانی خون کا اثر تھا، جو مجھے اس کام کے لیے ابھار رہی تھی۔ ان لوگوں کی نفرت میرے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ سرورِ دوعالم سید الکونین ﷺ کے خلاف ان کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے میرا دِل ہمیشہ ان کے بارے میں بغض سے بھرا رہا۔ چنانچہ میں نے علمی محاذ پر ان کا احتساب شروع کیا۔ ان کے نظریات و افکار کی دھجیاں اڑائیں۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ماضی اور بالخصوص قیامِ پاکستان کے دوران میرے آباؤ اجداد کو سنگینوں اور نیزوں پر چڑھایا۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے علماے اہلِ حدیث کا قتل عام کیا۔ جنھوں نے بغیر کسی جرم یا گناہ کے اُن کا خون حلال سمجھا۔

خداوند تعالیٰ کے حضور اس کے دِین کی سربلندی کے لیے میں نے ان کے خلاف کام کرنا شروع کیا، چنانچہ اس دوران میں غلام قادیانی، شیرازی، نوری المازندانی وغیرہ کے پیروکاروں اور متبعین کے خلاف مجھے کام کرنے کا موقع ملا۔ ان ضمیر اور ایمان فروشوں سے بات چیت کا مجھے موقع ملا اور خدا کے فضل و کرم سے میں ہمیشہ سرخرو رہا۔

یہ خدا کا فضل و کرم ہی تھا کہ اس نے میری کوششوں کو بارآور کیا۔ میرا نام باطل فرقوں کے لیے دہشت کی علامت بن گیا۔ باطل فرقوں کے راہنما میرے نام سے کانپنے لگے۔ ان باتوں سے میرے حوصلوں اور ارادوں کو مہمیز ملی۔ میں نے خداتعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ عہد کیا کہ میں ہمیشہ دینِ اسلام کی سربلندی اور لوائے محمدی کی عظمت و تقدیس کے لیے کوششیں کرتا رہوں گا۔ میں ہمیشہ باطل طاقتوں اور قوتوں کی سرکوبی میں اپنی پوری طاقت صرف کروں گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں ان کے

چرچوں اور عبادت گاہوں میں جاتا رہا۔ پوری طاقت کے ساتھ ان کی عبادت گاہوں میں ان کی مخالفت کرتا رہا۔ آہستہ آہستہ میری یہ تحریک زور پکڑتی گئی۔ مسلمان نوجوان میرا ساتھ دیتے گئے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں جہاں جاتا، مسلمان غیرت مند نوجوانوں کی ایک جماعت میرے ساتھ ہوتی تھی۔

1960ء سے لے کر 1963ء کے درمیان سیالکوٹ کے باسیوں نے بالخصوص یہ منظر دیکھا کہ نوجوان لڑکوں کی ایک جماعت، جنھوں نے اپنی بغلوں میں کتابوں کے بنڈل دبائے ہوئے تھے، صبح کو یہ نوجوان عیسائیوں کے چرچوں میں جاتے، دوپہر کو قادیانیوں کی عبادت گاہوں اور شام کو بہائیوں کی محفلوں میں جاتے اور ان کے افکار ونظریات کی دھجیاں ان کے قائدین کے سامنے ہی اُڑاتے۔

میری ان کوششوں کا اثر یہ ہوا کہ باطل فرقوں کے سربراہوں کی نیندیں اُڑ گئیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اپنی ضربِ کاری میں اضافہ ہی کرتا گیا۔ بہائیوں اور بابیوں کی چیخ پکار بڑھتی گئی، بالآخر انھوں نے ایران سے اپنا ایک بہت بڑا مناظر بلایا۔ پاکستان کے تین بہائی راہنماؤں کے ساتھ وہ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ کا نام لے کر ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ کم عمر نوجوانوں کو دیکھ کر انھیں حیرانی ہوئی، انھوں نے محسوس کیا کہ اس طرح کے لڑکوں کی آمد ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ حقیر جانتے ہوئے انھوں نے ہم سے بات کرنا بھی گوارہ نہ کیا۔

منتظمینِ مجلس کا خیال تھا کہ بہائی فرقے کے بڑے بڑے علما اور مناظرین کے ساتھ بچوں کی گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔ ابھی ان کی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ میں نے براہِ راست بہائی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''آپ کو عربی زبان آتی ہے؟'' اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا ''عرب کا مشہور شاعر عباس بن مرداس کہتا ہے:

تم کمزور آدمی کو دیکھ کر اسے ہلکا سمجھتے ہو
ہو سکتا ہے اس کے جبے میں شیر چھپے بیٹھے ہوں
جسم کا بڑا ہونا عظمت پر دلالت نہیں کرتا
سخاوت اور مہربانی عظمت کا باعث ہوتی ہے
بڑے جسم والے پرندے ہی سب سے کمزور ہوتے ہیں
جبکہ باز اور چیل بڑے جسم والے نہیں ہوتے

اس نے کہا: ہاں ہاں۔ لیکن میرا نہیں خیال کہ اسے ان اشعار کی سمجھ آئی ہو۔

بہرحال میں نے اگلا سوال کیا: ''تمھارے عقائد کیا ہیں؟'' اس نے بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ فرفر اپنے عقائد سنانے شروع کیے۔ رٹی رٹائی بہائی تعلیمات پر لیکچر دینے لگا کہ یہ تعلیمات انسانی خدمات اور محبت پر مشتمل ہیں۔ بہائی تعلیمات میں ایک دِین، ایک وطن وغیرہ وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے۔[1] ہماری تعلیمات اتفاق، اتحاد اور محبت کا درس دیتی ہیں۔ انسانیت سے محبت بہائی تعلیمات کا خاصا ہے۔

وہ فارسی زبان میں گفتگو کر رہا تھا، اس کے اُردو ترجمے ہونے سے پہلے ہی میں نے بھی فارسی زبان میں اس سے کہا:

''جناب یہ تو تعلیمات ہیں، مجھے بتائیں معلم کون ہے؟ ان تعلیمات کا سبق دینے والا کون ہے؟ سب سے پہلے تو میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان تعلیمات کا معلم اس قابل ہے بھی کہ اس کی باتیں غور سے سنی جائیں یا نہیں؟ اگر وہ کوئی دیوانہ یا مجنون شخص ہوا تو میں اس کی بات کو اہمیت نہیں دوں گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ پاگل اور دیوانے شخص کی بات پر کوئی بھی توجہ نہیں کرتا۔''

[1] مزید جاننے کے لیے اس کتاب کے حصے ''بہائیت اور اس کی تعلیمات'' کا مطالعہ کریں۔

میری بات سن کر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ میری ''گستاخانہ'' گفتگو سن کر اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا، جو بظاہر ساری گفتگو سے لاتعلق نظر آ رہے تھے۔ اسے سمجھ آ گئی کہ دورانِ گفتگو وہ تینوں اس کا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ صرف اس کی باتیں سنیں گے۔ وہ میرے جال میں پھنس چکا تھا، وہ چور نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ یونہی غور وفکر کرتا رہا، پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا:

''تمھیں حضرت بہاء اللہ ''حسین علیؔ'' کی شخصیت سے کیا غرض؟ میں نے ان کی تعلیمات تمھیں بتا دی ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس طرح کی خوبصورت تعلیمات کا درس دیتا ہو؟'' میری ہنسی نکل گئی۔ میں نے کہا ''نوری مازندرانی جسے تم حضرت بہاء اللہ کہہ رہے ہو، وہ صرف معلم ہی ہے؟ وہ کس طرح کا معلم ہے؟ بچوں کا معلم ہے؟ بڑوں کا معلم ہے؟ ابتدائی سکول کا معلم ہے؟ یونیورسٹی کا معلم ہے؟ اس کا مبلغِ علم کیا ہے؟

تھوڑی دیر وہ میرے سوال پر غور کرتا رہا، پھر کہنے لگا: تمھیں ان کی تعلیمات پر کیا اعتراض ہے؟ میں نے نگاہ اُٹھا کر سامعین کو دیکھا۔ سامعین میں میرے ساتھیوں کے علاوہ بہت سے بہائی بھی تھے۔ وہ واضح طور پر سمجھ گئے کہ بہائی مناظر میرے سوال کا براہِ راست جواب نہیں دینا چاہتا۔ وہ حسین علی النوری کی شخصیت بارے بتانا نہیں چاہتا۔ چنانچہ میں نے لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے خود ہی حقیقت حال کو بیان کرنا مناسب سمجھا۔ میں نے سب کو بتایا:

''تمھارا یہ مناظر کبھی حسینِ علی النوری کے بارے میں نہیں بتائے گا، جو اپنے آپ کو بہاء اللہ کہتا تھا، جو رُوسیوں، یہودیوں کا ایجنٹ تھا۔ کیونکہ اگر یہ مناظر ان کے بارے میں بتا دے تو پھر کوئی بیوقوف ہی ہوگا، جو اُن کے شکنجے میں آئے گا اور ان کا مسلک قبول کرے گا۔ سادہ لوح عوام تو ان کے پرفریب نعروں، بلند بالا دعوؤں اور

اسلامی اصطلاحات سے مزین عبارتوں کے چکر میں آ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید یہ اسلام کے بہت بڑے خیرخواہ اور مبلغ ہیں، حالانکہ یہ گمراہی کا جال اس انداز سے بُنتے ہیں کہ عام شخص کو صرف اس کی خوبیاں ہی نظر آتی ہیں۔ اپنا جال قدیم صوفیوں کے نعروں، جدید فلسفہ، مغربی مفکرین کے افکار، رُوسی فلسفیوں مثلاً ٹالسٹائی وغیرہ کے خیالات سے بُنتے ہیں، اور پھر اس انداز سے مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ سادہ لوح مسلمان ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

بہائیوں کا مشہور راہنما جس کے دجال اور جھوٹا ہونے میں کسی کو شک نہیں، یعنی عباس آفندی بن حسین علی اپنے پیروکاروں کو تلقین کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب بھی تم کسی سے گفتگو کرو تو عقائد کے بجائے فلسفہ اور حکمت بھری باتوں کو بنیاد بناؤ۔[1]

چنانچہ وہ اپنے ایک مبلغ مرزا یوحنا داؤد کو خط لکھتے ہوئے کہتا ہے:

"جنابِ یوحنا حکمت اور دانائی سے کام لینا ضروری ہے۔ احتیاط لازم ہے۔ ہر ایک کے سامنے اپنے عقائد سے پردہ نہ اٹھائیں۔ جو ان باتوں کو سمجھتا اور مانتا ہو، اسے ہی بتائیں۔ عقائد کے بارے میں مطلقاً کوئی گفتگو نہ کریں، بلکہ لوگوں کو حضرت عالی شان ۔میری جان اُن پر قربان۔ کی تعلیمات کے بارے میں آگاہ کرو۔"[2]

عباس آفندی کا والد حسین علی بھی اپنے پیروکاروں کو اسی طرح کی تعلیمات دیتے ہوئے کہتا ہے:

"اپنے آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے کو ہمیشہ خفیہ ہی رکھو۔"[3]

---

1. مکاتب عبدالبہاء، مصنف: عباس (۳/ ۴۹۶) مطبوعہ: فارسی۔
2. خطاب العباس الی المرزہ یوحنا (۲۲/اکتوبر ۱۹۲۱ء) یہ خط مکاتیب عبدالبہاء (۳/ ۴۴۴) میں بھی مذکور ہے۔
3. بهجة الصدور، مصنف: حیدر علی الاصفہانی البہائی (ص: ۸۳) مطبوعہ: مصر ۱۹۱۴ء۔

بات دراصل یہ ہے کہ عباس آفندی اور اس کا والد حسین علی اس امر کو بخوبی سمجھتے تھے کہ ان کی باتوں کو وہی شخص مانے گا جو عقل اور فکر سے عاری ہوگا۔ وہی شخص اس کے دعوؤں کو قبول کرے گا جو چشمِ بینا کے علاوہ دلِ روشن سے بھی محروم ہوگا۔ نبوت اور الٰہی دعوؤں کا اتباع وہی کرے گا جو عقل سے کورا ہوگا۔ دنیا کا لالچی ہی دینِ محمدی سے بغاوت کرتے ہوئے ان کی بات مانے گا۔

ایک جانب وہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ وہ خدا اور نبی ہے، اور دوسری جانب وہ شہنشاہِ ایران اور زارِ رُوس کے سامنے گڑگڑاتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کی چاپلوسی کرتے ہوئے ایک خط میں لکھتا ہے:

''جنابِ بادشاہ! آپ عدل کی نگاہوں سے اپنے اس غلام کی طرف دیکھیے، پھر حق سچ کے ساتھ فیصلہ کیجیے، خداوند تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے درمیان اپنا سایہ مقرر کیا۔ شہروں میں آپ کو اپنا نائب بنایا۔ آپ کتابِ منیر اور اپنی روشن حکمت کے ساتھ میرے اور اُن لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو دشمنی میں عقل وخرد کی تمام حدود کو پار کر رہے ہیں۔ آپ کے گرد جو لوگ بیٹھے ہیں وہ ذاتی اغراض کی خاطر آپ سے محبت کرتے ہیں، مگر آپ کا یہ غلام آپ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہے۔''[1]

روسیوں کے سامنے یہ جی حضوری اور اپنے مریدوں کے سامنے کیا لہجہ ہے؟

ذرا ملاحظہ فرمایئے:

''اے لوگو! مالکِ ارض وسما کی ندا سنو، وہ تمھیں اپنے عظیم قیدخانے کے ایک حصے سے پکارتا ہے، اس کے بارے میں جان لو، میں ہی طاقت والا ہوں، میں ہی المتکبر ہوں، میں ہی ہر چیز کو تسخیر کرنے والا ہوں، میں ہی

[1] الرسالة السلطانية، مصنف: حسين علي البهاء (ص: ٤)

علیم و حکیم اور بلند صفات والا ہوں۔"[1]

ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"اے میری قوم اپنے دِلوں کو پاک کرلو، پھر اپنی نگاہوں سے گندگیوں کو ہٹالو، تاکہ تم اپنے پیدا کرنے والے کو ان مقدس کپڑوں میں دیکھ سکو۔"[2]

ان باتوں کا اقرار تمام بہائی مبلغ کرتے ہیں، ان کے لیڈران اور قائدین عباس آفندی سے لے کر ابوالفضل الجلبا ئیجانی تک سب ہی اس طرح کی عبارتیں نقل کرتے ہیں، اسی طرح جارج خیراللہ ہو یا اسلمنٹ، سبھی اس طرح کے عقائد اپنی کتابوں میں رکھتے ہیں۔

۔ ذرا غور تو کیجیے! ایک جانب خدا بن کر وہ اپنے بندوں سے مخاطب ہے اور دوسری جانب روسیوں کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے..!!

اس طرح کی مصنوعی عبارتوں اور جملوں کے ساتھ اس نے جاہل لوگوں کو اپنے قابو میں کیا۔ خوبصورت عبارتیں بنائیں، رومانوی الفاظ شامل کیے، میٹھے میٹھے جملے، تعبیرات، استعارے اور تنقیحات، ہوائی باتیں کہ ایک عام آدمی انھیں سن کر ہی چکرا جائے، وہ ان الفاظ کی شیرینی ہی میں کھو جائے اور معنی کی طرف اُس کی توجہ ہی نہ جا سکے۔

میں نے یہ سوال اُن کے مبلغوں سے کیا: "بتاؤ! بہاء اللہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کہ نہیں؟"[3] اس طرح کے سوال کے جواب میں وہ ہمیشہ یہی کہتے: "اچھا ہم کل بتائیں گے۔" اور وہ کل آج تک نہیں آسکی۔

بہرحال اس ساری بحث کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ سیالکوٹ سے اپنا بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور ہوگئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، بہائیوں نے پاکستان کے اور بہت

---

1. کتاب الاقدس، مصنف: حسین علی البہاء۔
2. مبین، مصنف: حسین علی (ص: ۳۰)
3. مزید معلومات کے لیے اس کتاب کے حصے "مازندرانی اور اس کا دعویٰ" کا مطالعہ کیجیے۔

سارے شہروں سے بھی اپنے دفاتر ختم کر دیے، کیونکہ لوگوں کو اُن کے مذہب اور عقائد کے بارے میں بہت حد تک جانکاری حاصل ہوگئی تھی۔ جو شک وشبہ میں پڑے ہوئے تھے، وہ مرزا بہاء اللہ کی باتیں سن کر اور اس کے خدائی کے دعوے جان کر پیچھے ہٹ گئے۔

لاہور میں بہائیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس کو بھی تالے پڑ گئے، جو ہماری حقیر کوششوں کا بہت بڑا ثمرہ تھا۔ لاہور ہی سے وہ اپنی تمام کارروائیوں کے لیے منصوبہ بندی کرتے تھے، وہیں سے وہ افراد کی تربیت اور تشکیل کرتے تھے۔ عام طور پر ان کے بڑے بڑے مبلغ اور داعی بھی لاہور والے مرکز ہی میں آتے تھے۔ لاہور مرکز کے بند ہونے کے بعد بہرحال کسی حد تک یہ فتنہ تھم گیا۔ ان کے ساتھ گفتگو اور بحث مباحثے کا مجھے فائدہ یہ ہوا کہ مجھے اس گمراہ فرقے کے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل ہوگئیں اور میں نے اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ وعدہ کیا کہ میں اس گمراہ فرقے کے بارے میں کتاب ضرور لکھوں گا۔

وہ فرقہ جو صراطِ مستقیم سے ہٹ چکا ہے، میں ان کے تمام اعتراضات کا مفصل جواب دوں گا، تاکہ جو لوگ ان کے دھوکے میں آگئے، ان کی چرب زبانی کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک گئے، یا جو لوگ ابھی تک ان کے فریب اور دسیسہ کاریوں کے بارے میں بے خبر ہیں، وہ بھی مطلع ہو جائیں۔

میں نے بہائی مسلک کے بارے میں کتابیں اکٹھی کرنی شروع کیں، ان کے عقائد، خیالات پر مشتمل کتب ڈھونڈنی شروع کیں، تاکہ اس خودساختہ مذہب کے بارے میں تحقیق سامنے آسکے اور ہر شخص کو ان کے بیہودہ عقائد کے بارے میں آگاہی حاصل ہوسکے۔

قادیانیوں کی کتابیں سوائے چند ایک کے عام طور پر دستیاب ہیں، مگر بہائی مذہب پر کتابیں عنقا ہیں، انھیں ڈھونڈنا کارے دارد ہے، بالخصوص علی محمد باب الشیرازی،

حسین علی المازندرانی البہاء جو بابیوں اور بہائیوں کے بزمِ خود خدا ہیں، ان کی کتب بہت کم ہی ملتی ہیں۔ شیرازی علی محمد الباب کی کتاب ''البیان'' جس کے بارے میں بابیوں کا خیال ہے کہ یہ کتاب قرآن پاک کے لیے ناسخ ہے اور نوری المازندرانی کی کتاب ''الاقدس'' جو اُن کے عقائد کے مطابق شیرازی کی ''البیان'' کے لیے بھی ناسخ ہے، یہ کتب بھی عام طور پر دستیاب نہیں تھیں۔

''الاقدس'' وہ کتاب ہے جس کے بارے میں بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اُن کا دستور ہے، یہ وہ شریعت ہے جو اللہ نے بندوں کے لیے نازل کی، اور اس کتاب کے آنے کے بعد دیگر تمام الہامی کتب یعنی قرآن، انجیل، تورات، زبور حتیٰ کہ البیان بھی منسوخ ہوگئی ہیں۔ یہ کتابیں مجھے بہائیوں کے پاس سے بھی نہ مل سکیں۔ میں نے اُن کے بہت سے مراکز کا دورہ کیا، اُن کے کتب خانوں کو کھنگال مارا، مگر یہ کتابیں نہ مل سکیں۔ خود بہائی بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ کتابیں دستیاب نہیں ہیں، مثلاً بہائیوں کا یورپی مبلغ اسلمنٹ اپنی بہائیت کی تبلیغ پر مشتمل کتاب میں اسی بات کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب میں نے اس جماعت یعنی بہائیوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو مجھے کتب کی عدم دستیابی کا سامنا ہوا، وہ کتابیں جو ان کے عقائد کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرسکتی تھیں۔''[1]

اسی طرح ایک اور بہائی مبلغ کہتا ہے:

''حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کے بارے میں بہت سے شکوک وشبہات کا اظہار کیا جاتا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو ان شکوک وشبہات کی لپیٹ میں حضرت عبدالبہاء کی ذات بھی آجاتی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان

[1] بہاء اللہ والعصر الجدید، مقدمہ کتاب (ص:٥) مطبوعہ: عربی۔

کی کتب نایاب ہیں۔“ [1]

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بہائی اپنے نام نہاد قائدین کی تعریف میں جب مبالغہ کرتے ہیں تو اُن کی کثیر تصنیفات کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ قائدین بڑے عالم فاضل تھے اور انھوں نے بہت زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ ابوالفضل الجلبا ئیجانی حسین علی البہاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”اگرچہ وہ اہلِ علم میں سے تو نہ تھے اور روایتی مدارس میں انھوں نے تعلیم بھی حاصل نہیں کی تھی، اس کے باوجود یہ زمین ان کی مقدس کتابوں سے بھری پڑی ہے جو فارسی اور عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اگر ہم اس کے بارے میں مبالغہ نہ بھی کریں تو بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ کتابیں اتنی زیادہ ہیں کہ آج تک دنیا میں جتنے مذاہب آئے، ان کے پاس اتنی آسمانی اور الہامی کتابیں نہیں ہوں گی۔“ [2]

اسلمنٹ کا ایک حوالہ تو آپ نے چند سطور قبل ملاحظہ کیا جس میں وہ بہائیوں کی اہم کتاب کی نایابی کا ذکر کرتا ہے، دوسری جانب وہ یہ کہتا ہے:

”تمام انبیا، رسل، آسمانی مذاہب، عالمی ادیان آج تک جتنے صحف اور کتابیں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے انھوں نے پیش کی ہیں وہ بہت کم ہیں اور اب معدوم ہو چکی ہیں، لیکن بہائی مذہب کو اس اعتبار سے تمام ادیانِ عالم کے درمیان تفرد اور فوقیت حاصل ہے کہ اس کی کتب اپنی اصلی حالت میں ابھی تک موجود ہیں جس کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس لیے کہ وہ تمام کتب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام،

---

[1] تعلیمات حضرت بہاء اللہ (ص:۲) مطبوعہ: آگرہ، انڈیا۔

[2] الحجج البهية، مصنف: أبو الفضل (ص: ١٢٤) مطبوعه: قاهره، ١٩٢٥ء۔

زرتشت، بدھا، کرشنا وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، وہ انتہائی کم ہیں۔ محمد (ﷺ) بھی ان پڑھ تھے اور ان کے متبعین بھی عام طور پر ایسے ہی تھے۔ جبکہ بابی اور بہائی دونوں نے بہت زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔[1] چونکہ ان دونوں حضرات کو عام طور پر گفتگو اور خطابات کرنے کی اجازت نہیں تھی، ان دونوں نے زیادہ وقت جیلوں میں گزارا، لہٰذا زیادہ زور انھوں نے کتب کی تصنیف پر صرف کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ بہائی دِین کا ادیانِ عالم میں کوئی مدمقابل نہیں ہے، اس لیے کہ کتبِ مقدسہ کی صحت کے حوالے سے کوئی اور مذہب بہائیت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔"[2]

اُوپر ذکر کی گئی کتابوں میں تناقض اور تعارض کو ہر شخص محسوس کرسکتا ہے۔ ایک طرف کتب کی قلت و ندرت کی شکایت، دوسری جانب تمام ادیان کے ساتھ کثرتِ کتب میں مقابلہ، جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں ڈھونگ اور جھوٹ ہیں۔ یہ بھی بات انتہائی عجیب وغریب ہے کہ بہائی مذہب کی بنیادی کتب کو کسی بھی بہائی لیڈر، راہنما، قائد نے نہیں دیکھا۔ مثلاً الاقدس نامی کتاب، کوئی بھی بہائی راہنما اس پر تبصرہ نہیں کرسکتا، کیونکہ اس نے اس کتاب کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں ایک بہائی بھی اپنے پاس اس کتاب کے موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے بارے میں بہائی کہتے ہیں:

"دنیا کی اصلاح اور درستی اس حیران کن کتاب یعنی الاقدس کے بغیر ممکن نہیں ہے، جو کائنات کی تمام بیماریوں کا تیر بہدف علاج ہے اور جو

---

[1] "لغة المازندراني و جهله" اور "البابية، تاريخها و منشأها" کا مطالعہ کریں۔

[2] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ۱۳۲)

لوگوں کے دِلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور کھینچنے والا سب سے بڑا مقناطیس ہے۔"[1]

یہ کتاب کسی کے پاس دستیاب نہیں ہے۔ اسی کتاب کے بارے میں حسین علی خود کہتا ہے:

''میں تمھیں حق بات بتاتا ہوں، دنیا میں اس وقت جتنی بھی کتابیں اور صحیفے موجود ہیں، صرف ایک کتاب یعنی الاقدس تمھیں ان سب سے مستغنی اور بے پروا کر دیتی ہے۔"[2]

نیز کہتا ہے:

''یہ کتاب تمام کتابوں کا خلاصہ ہے، ان کی روح ہے۔ لوح وقلم میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے، پہلے تمام صحیفے اس سے مزین ہیں۔ ازل سے ابد تک خدا کا ذِکر اسی کے سہارے ہے۔ کائنات کا دیباچہ یہ کتاب ہے۔ جو اس کتاب میں لکھی ہوئی میری آیات میں کسی ایک کو پڑھ لیتا ہے تو اس کے لیے یہ ایک آیت اولین اور آخرین کی تمام کتابوں سے بہتر ہے۔"[3]

''اقدس'' جس کے بارے میں یہ فخر کرتے پھرتے ہیں، دنیا میں اس کا طنطنہ اور ڈنکا بج رہا ہے، اس کتاب کو نہ تو حسین علی نے خود طبع کیا نہ اس کے بیٹے عباس نے اور نہ عباس کے پوتے شوقی آفندی ہی نے۔ شرم کے مارے وہ اسے کبھی لوگوں کے سامنے نہ لا سکے، بلکہ عباس، جو بہائیوں کے نزدیک نبی ہے، اس نے اپنے تمام متبعین کو سختی سے منع کیا کہ وہ اس کتاب کو کبھی نہ چھاپیں۔ جن لوگوں نے چھاپنے کی اجازت طلب کی، انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا:

---

[1] الفرائد، مصنف: الجلبائیجاني (ص: ۱۰) مطبوعہ: پاکستان، اُردو۔
[2] الاقدس، مصنف: حسین علي.
[3] الاقدس، مصنف: حسین علي.

"اگر یہ کتاب "الاقدس" چھپ گئی تو وہ گھٹیا، متعصب اور کمینے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی، اس لیے اس کو طبع کرنا جائز نہیں، ہاں بعض ملحد لوگوں نے، جو بہائی مسلک سے باغی ہوگئے ہیں، مثلاً: مرزا مہدی بیگ وغیرہ نے اس کو طبع کیا ہے، لیکن لوگ اس کی طبع کی ہوئی کتاب کو معتبر نہیں سمجھتے اور اس پر اعتماد بھی نہیں کرتے، اس لیے کہ وہ بہائیوں کا مخالف ہے۔ اگر ہم بہائی خود اس کی طباعت کرتے تو وہ ہمارے نزدیک بلکہ سب کے نزدیک مسلمہ ہوتی، لیکن ہم اس کو طبع نہیں کرتے۔"[1]

عقلِ سلیم کے مالک لوگ میرے مخاطب ہیں، میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس طرح کی کفر پر مبنی کتاب، جس کی یہ طباعت نہیں کرتے، لوگوں سے چھپا رہے ہیں اور ان کو اس کی طباعت سے منع کر رہے ہیں، اس کے ذریعے یہ خدا کی کتاب قرآنِ مجید کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ وہ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید، جس کے بارے میں خدا نے واضح طور پر کہہ دیا کہ اس میں باطل کے داخل ہونے کا شائبہ تک نہیں ہے کہ باطل کسی بھی طرف سے اس میں نہیں آسکتا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"اگر انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں اور اس طرح کا قرآن لانا چاہیں، کبھی بھی نہیں لاسکتے، اگرچہ سب ایک دوسرے کے پشت پناہ بن جائیں۔"[1]

دوسری جانب یہ کتاب "الاقدس" ہے۔

آج لوگوں کے پاس یہ کتاب موجود ہے مگر اس کی طباعت عیسائیوں نے کی، پروٹسٹنٹ فرقے کے مشنری خدوری الیاس عنایت کے لوگوں نے بغداد سے اس

---

① جواب نامہ لاھائی، مصنف: عبدالبہاء عباس (ص: ۲۷) مطبوعہ: مصر، فارسی۔

② سورۃ الإسراء [آیت نمبر: ۸۸]

کتاب کی طباعت کی یا قادیانیوں نے اس کتاب کو پہلے فلسطین سے شائع کیا، بعد میں پاکستان سے اس کتاب کی اشاعت کی۔ اسی طرح محمد علی بن حسین علی البہاء نے، جو عباس کے مخالفین میں سے ہے، اس کتاب کی طباعت کی۔ مرزا مہدی بیگ نے اسے ممبئی سے چھاپا۔ مسلمان مصنفین میں سے ڈاکٹر محمد مہدی خان ایرانی نے اسے اپنی کتاب "تاریخ البابية أو مفتاح باب الأبواب" کے ضمن میں طبع کیا ہے۔ اسی طرح سید عبدالرزاق الحسنی نے اسے اپنی کتاب "البابيون والبهائيون"[1] کے آخر میں طبع کیا ہے، تاکہ لوگوں کو اس کتاب کے بارے میں بتایا جا سکے۔ صرف الاقدس کتاب کی لغت، عبارت، اندازِ بیان اور اسلوب ساری کہانی سنا دیتا ہے کہ کس طرح بچگانہ قسم کے عقائد ہیں، بیہودہ قسم کی تعلیمات ہیں، ٹھٹھے اور مذاق کی باتیں ہیں، جنھیں سُن کر خود بہائی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے انھوں نے آج تک اس کتاب کو طبع نہیں کروایا، حالانکہ دنیا میں یہ لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں اور صاحبِ حیثیت بھی ہیں۔

اس سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بہائیوں کی دیگر بنیادی کتابوں کا حصول کتنا مشکل ہوگا۔ ان کی بنیادی کتاب کے علاوہ ذیلی کتب ہیں، جنھیں ان کے بعد کے مبلغین نے لکھا، وہ عام طور پر دستیاب ہیں، بلکہ ان کے مبلغین مفت تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ ہیں ہی اسی قابل، اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اور کوئی بھی اس پر اپنے پیسے ضائع کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس میں ہے ہی کیا؟ جھوٹ پر جھوٹ، لمبی لمبی گپیں۔ ایک جگہ دعویٰ اور دوسری جگہ اس کا رد، ہفوات زدہ خیالات، کوئی بھی قاری اُن پر اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

بہائیوں کی بنیادی کتب جو مطبوعہ شکل میں موجود ہیں، انھیں بہائی نہ بیچتے ہیں

[1] میرے پاس اس کے چار نسخے ہیں، مگر ہر ایک کی طباعت مختلف ہے۔ درمیانے صفحے پر لکھے ہوئے بیس صفحات سے زائد کی یہ کتاب نہیں ہے۔

اور نہ کسی کو عاریتاً ہی دیتے ہیں، جو اُن کا انتہائی قریبی جاننے والا اور قابلِ اعتماد شخص ہو، جو اُن کا ہم مذہب ہو، اُن کے جال میں پھنس چکا ہو، اسے ہی یہ کتاب دیتے ہیں اور کتاب دینے کے ساتھ سختی سے اس کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ کسی اور کو نہیں دِکھائے گا، بلکہ اس حوالے سے اس سے وعدہ بھی لیتے ہیں۔

دوسری جانب باب کی موجود تمام کتب کی وہ بو سونگھتے پھرتے ہیں، جہاں انھیں علی محمد باب الشیرازی کی کسی کتاب کا پتا چلتا ہے، اسے فوراً ہر قیمت پر خرید کر ضائع کر دیتے ہیں یا چھین کر پھاڑ دیتے ہیں۔ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن بہائیوں کی اسی عادت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”بہائی اپنی پوری طاقت اس امر پر صرف کرتے ہیں کہ وہ بابیوں سے متعلق تمام کتابیں ضائع کر دیں، بلکہ انھیں صفحہ ہستی ہی سے مٹا دیں۔ حالانکہ بہائیوں کا خودساختہ نبی مرزا حسین علی خود ہی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ الباب الشیرازی کا خلیفہ ہے اور یحییٰ صبح الازل[1] کی جگہ وہ حقیقی جانشین ہے۔ انھوں نے مرزا جانی الکاشانی کی تاریخی کتابوں کو ختم کر دیا ہے جس میں ان کے جھوٹے عقائد کو بیان کیا گیا تھا، اب مرزا جانی کی کتابیں معدوم ہو چکی ہیں۔“[2]

پروفیسر براؤن نے اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری مثالیں بیان کی ہیں جس میں بہائیوں نے تاریخ کو مسخ کیا اور انھوں نے بابیوں کی تمام کتابوں کو ضائع کر دیا، چنانچہ وہ اس بارے میں لکھتا ہے:

”میں یقینی طور پر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ بہائی فرقہ جہاں جہاں پھیلا،

---

[1] مزید معلومات کے لیے اس کتاب کے حصے ”بابیہ کے راہنما اور فرقے“ کا مطالعہ کیجیے۔

[2] مقدمة كتاب نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: مو) مطبوعہ: فارسی۔

بالخصوص ایران سے باہر یورپ اور امریکہ میں، اس کے پیچھے بابی تاریخ اور اس کے حقائق موجود نہیں ہیں۔ ان ممالک میں موجود کوئی بھی بہائی مورخ دیانتداری کے ساتھ بابیوں کے عقائد کو بیان نہیں کرتا، بلکہ انھیں چھپاتا ہے اور مختلف طریقوں سے ان کی تردید کرتا ہے۔"[1]

شیرازی کی کتاب "البيان الفارسي" ایک دفعہ ایران میں اور ایک دفعہ ہندوستان میں چھپی، چھپنے کے ساتھ ہی اس کتاب کے تمام نسخے بہائیوں نے خرید لیے اور انھیں ضائع کر دیا۔ اسی طرح شیرازی کی کتاب "البيان العربي" کو بہائیوں نے طبع ہی نہیں ہونے دیا، بلکہ بھرپور کوشش کی کہ اسے ضائع ہی کر دیں۔ مگر بعض مسلمان مصنفین نے ہمت سے کام لیتے ہوئے ہندوستان میں اس کی طباعت کی، بعد میں ایک قلمی نسخے کو سامنے رکھتے ہوئے سید الحسنی نے عراق میں اس کتاب کی طباعت کی۔

یہ وہ تمام مشکلات تھیں جو مجھے کتاب کی تصنیف کے دوران میں پیش آئیں، مگر یہ مشکلات میری راہ میں رکاوٹیں نہ ڈال سکیں۔ اگر میں عذر کر دیتا تو شاید میرا عذر قبول کر لیا جاتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت کے ذریعے مجھے مضبوط کیا، مجھے ہمت اور طاقت دی کہ میں اس موضوع پر تفصیل سے لکھوں۔ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں دورانِ تعلیم میں نے ایک تفصیلی کتاب قادیانیت کے موضوع پر تحریر کی تھی، جس میں، میں نے قادیانیوں کے غلط عقائد، ان کی کج بحثی، ان کے غلط دلائل کو بیان کیا اور واضح دلائل کے ساتھ ان کا جواب دیا۔ ان کی کتب کے حوالے پیش کیے، میری اس حقیر کاوش کو خدا نے شرفِ قبولیت بخشی اور دنیا آج تک اس کتاب سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اس کتاب کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی تھی اور آج بھی وہ کتاب سعودی عرب

---

[1] مقدمة نقطة الكاف (ص: سو) مطبوعہ فارسی، لیڈن، 1920ء۔

میں قادیانیوں پر لکھی جانے والی سب سے مستند اور بڑی کتاب شمار ہوتی ہے۔ پھر اس کتاب کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہوئے، بالخصوص انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا، جس کی وجہ سے یورپ اور بالخصوص افریقہ میں خدا نے اس کتاب کو ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ افریقہ کو قادیانیوں نے اپنا مرکز بنایا ہوا ہے، جہاں وہ اپنے مذموم عقائد کی ترویج کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

ناشکری ہوگی اگر میں یہاں یہ بیان نہ کروں کہ خلدِ آشیاں جناب عزت مآب شاہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور انہی کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے یہ کتاب افریقہ اور یورپ تک پہنچی۔ خدا انھیں اپنے ہاں سے اس کا بہترین صلہ دے اور اس عظیم ترین عمل کے بدلے میں انھیں جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائے۔

ان کے بعد دو عظیم شخصیات کا ذکر نہ کرنا بھی کفرانِ نعمت کے برابر ہوگا۔ میری مراد جناب الشیخ عبدالعزیز بن باز، ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد، سعودی عرب کے سربراہ اور جامعہ اسلامیہ کے سابق ڈائریکٹر۔ نیز جناب شیخ محمد بن علی الحرکان جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، سابق وزیر عدل و انصاف سعودی عرب۔

اسی طرح عالی مآب جناب الشیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم آل الشیخ وزیرانصاف، جناب عزت مآب الشیخ شربتلی، پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر شیخ محمد عبداللہ المطلق، استاد خالد الحمدان، لاہور کلچر قونصلیٹ کے سربراہ اور ان کے رفیق کار استاد ناصر محمد الراجح۔ میں ان تمام حضرات کا فرداً فرداً شکرگزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ انھیں ان کی بہترین کاوشوں کا نعم البدل عطا فرمائے اور یہ آئندہ بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتے رہیں۔

اسی طرح میں نے قادیانیت کے متعلق ایک اور کتاب (مرزائیت اور اسلام) اُردو زبان میں لکھی، جو ہمارے رسالے ''ترجمان الحدیث'' میں شائع ہوتی رہی، جس میں قادیانیوں کے عقائد کا رَد کیا گیا اور دیگر مذاہبِ باطلہ پر بھی رَدوقدح ہوتی رہی۔

جہاں تک بابیہ اور بہائیہ فرقے کا تعلق ہے، مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بڑا شوق رہا، میں نے بہت ساری کتابیں جمع کیں، ان کے قائدین اور راہنماؤں کے ساتھ بہت سارے مناظرے کیے، اپنے رسالے ''ترجمان الحدیث'' میں بہت ساری بحثیں ان کے حوالے سے چھیڑیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان میں میری کچھ سیاسی مصروفیات بھی تھیں، وہ بھی چلتی رہیں۔ سیاسی مصروفیات کے علاوہ پاکستان میں موجود بہت سارے فرقوں کے خلاف بھی میں کام کرتا رہا، مثلاً بدعتی، متعصب مقلدین، اشتراکی، شیعہ، قادیانی، عیسائی وغیرہ، ان سب کے ساتھ میرا بحث ومباحثہ اور قلمی وعملی جہاد چلتا رہا۔

اس کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات میں مجھے جیل میں بھی جانا پڑا، وہاں جانے پر بھی میں نے اپنی علمی اور تحقیقی کارروائیاں جاری رکھیں اور ان باطل فرقوں کا تعاقب کرتا رہا۔

جب بھی مجھے موقع ملتا، میں اس موضوع پر کتاب لکھنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا اور مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن میری خواہش تھی کہ میں کتاب اس وقت شروع کروں جب میرے پاس اس حوالے سے مستند ذرائع اور مصادر موجود ہوں، تاکہ عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے ہوسکیں اور کسی کو تحقیق یا کتاب پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔ اس موضوع پر تحقیق کے دوران میں یہ بات میرے سامنے آئی کہ اب تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ جامع نہیں ہیں اور موضوع کے حوالے سے ان میں تشنگی باقی ہے۔

تحقیق کی غرض سے میں نے کراچی میں موجود بہائیوں کے قومی مرکز، اس

کے علاوہ ایران، برطانیہ، امریکہ و دیگر ممالک میں موجود بہائیوں کو خط لکھے اور ان سے مواد طلب کیا، مگر ان کی جانب سے خاموشی ہی رہی، انھوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے ایران کا سفر کیا، جو بہائیوں کا مرکز تھا۔ اس کے علاوہ بغداد اور مصر کا سفر کیا۔

مقبوضہ فلسطین میں جہاں بہائیوں کا ''حیفہ'' میں ہیڈکوارٹر ہے، وہاں اپنے نمایندے بھیجے، لندن میں کچھ لوگوں کو بھیجا، اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر کتابیں حاصل کرنے کے لیے خود گیا یا اپنے نمایندے بھیجے۔ مکتبوں کی خاک چھانتا رہا، خدا کا فضل ہے کہ مجھے فارسی، عربی، انگریزی اور اُردو میں ان کے بارے میں بہت سارا مواد مل گیا۔

سارا مواد اکٹھا کرنے کے بعد اللہ کا نام لیتے ہوئے میں نے 1976ء میں اس کتاب کو شروع کیا۔ اس وقت تک میں اپنی کتاب "الشیعة والسنة" سے بھی فارغ ہو چکا تھا۔ اسی دوران میں پاکستان میں سیاسی تحریکیں شروع ہوگئیں اور انتخابات سر پر آ گئے۔ میں چونکہ قومی اسمبلی کا نامزد امیدوار تھا اور قومی سطح کا مقرر بھی تھا۔ علاوہ ازیں بہت سی تحریکات میں میرا حصہ بھی شامل تھا، اس لیے کوشش کے باوجود میں کتاب کو توجہ نہ دے سکا۔ 7 مارچ 1977ء کو انتخابات کے جھمیلے ختم ہوئے تو کچھ عرصہ بعد ہی فوجی حکومت معرضِ وجود میں آئی، جس نے آ کر ملک میں موجود غیر شرعی سیکولر حکومت کا خاتمہ کیا۔ میں اس وقت سنٹرل جیل لاہور میں تھا، کال کوٹھڑیوں میں مجھے ایک بار پھر اس کتاب کی یاد آئی۔

اس وقت میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ میں اس وقت تک نماز کے علاوہ اپنے اوپر چادر نہیں پہنوں گا جب تک میں بابی اور بہائی فرقوں کے اوپر اپنی کتابیں مکمل نہ کرلوں۔ چنانچہ میں نے اپنی سیاست اور خطابت وقتی طور پر موقوف کر دی، بہت کم ہی دینی اور علمی مجالس میں جانے لگا، مقصد صرف یہی تھا کہ میری یہ دونوں کتابیں مکمل

ہوسکیں، خدا کا شکر ہے کہ آج یہ دونوں کتابیں پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہیں۔

دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ اس سے عامۃ الناس کو نفع عطا فرمائے اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرے۔ جو لوگ دعوت و تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں، چاہے پاکستان میں ہوں یا دنیا کے کسی بھی کونے میں، وہ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں، علمی مواد حاصل کریں اور دنیا بھر میں پھیل جائیں۔ وما ذلك على الله بعزيز.

اسلوبِ تحقیق

(1) کتاب کو باقاعدہ شروع کرنے سے پہلے میں چند باتیں بیان کرنا چاہوں گا کہ اس کتاب میں بابی اور بہائی فرقوں کے بارے میں جو عبارتیں میں نے نقل کی ہیں، وہ ان ہی کی کتب سے ماخوذ ہیں اور ان کے رسائل ہی سے لی گئی ہیں۔ میں نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ عبارت کے ذکر کے ساتھ ساتھ مصادر، حوالہ جات، کتاب کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر وغیرہ کا ذکر کیا جائے، تاکہ بحث ہر اعتبار سے مکمل ہو اور اس میں مناظرے کے آداب بھی ملحوظِ خاطر رہیں۔ میں نے اس کتاب میں کوئی ایسی دلیل ان دونوں فرقوں کے خلاف نقل نہیں کی، جو ان کے علاوہ کسی دوسرے نے لکھی، کہی یا ان سے نقل کی ہو، حالاں کہ بابی اور بہائی فرقے کے اکابرین کی کتب تلاش کرنا مشکل تھا جس کو تفصیلاً ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی گئی دیگر کتابوں سے ممتاز ہے۔

جس زبان میں ان دونوں فرقوں کے مصنفین نے کتب تصنیف کیں، یعنی فارسی زبان۔ بفضلِ خدا مجھے اس زبان پر عبور حاصل ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام زبانیں جس میں انھوں نے اپنے دعوے نقل کیے، مجھے ان میں بھی شد بد ہے۔ چنانچہ میں نے براہِ راست ان کی کتب سے مواد حاصل کیا، کسی ترجمے پر اعتبار کرنے کی بجائے ان کی کتابوں کو کھنگالا اور اس سے ایسی باتیں سامنے آئیں کہ اس فرقے کے بہت سے اکابر بھی اس سے ناآشنا ہیں۔ اسی طرح انتہائی محنت اور کوشش کے بعد مجھے اس فرقے کی بعض نادر کتابیں بھی دستیاب ہوگئیں جو ان کے قائدین کو بھی میسر نہ تھیں۔ ان میں سے

بعض کتب کا میں نے اس کتاب کے آخر میں کتابیات کی فہرست میں ذِکر بھی کیا ہے۔

مجھے تسلیم ہے کہ میں نے اس کتاب کی تصنیف میں بہت سے دیگر مصادر و مراجع سے بھی استفادہ کیا ہے۔ بہت سے مسلمان مصنفین، غیر مسلم مستشرقین، دائرہ معارف وغیرہ، مگر ہر قاری اس امر کو بخوبی سمجھے گا کہ ان کتب سے ہم نے جو مواد نقل کیا ہے وہ فقط بطورِ تائید لایا گیا ہے۔ ان عبارتوں کی بنا پر میں نے بہائیوں اور بابیوں کے خلاف حجت قائم نہیں کی، حجت بابیوں اور بہائیوں کی اپنی کتب کے ذریعے سے قائم کی گئی ہے۔ میرے پیش نظر علمی امانت اور عدل و انصاف کا تقاضا تھا، کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا نشانہ بن جاؤں:

> ''کسی قوم کی مخالفت تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ آگاہ ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔''[1]

اسی طرح مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ دجال اور کذاب جب کوئی چیز لکھے گا یا اس کو بیان کرے گا تو ظاہر بات ہے کہ اس کے کلام میں بھی دجل اور جھوٹ ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اُن کے دجل اور جھوٹ کو اور اُن کے کلام میں پائے جانے والے تناقض کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ مجھے کسی اور سہارے کی ضرورت نہ تھی، ان کی کتب کا مطالعہ ہی ان کے دجل کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ یوں خدا تعالیٰ کا یہ حکم ثابت ہو کر رہا:

> ''اگر یہ کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور کی ہوتی تو اس میں بہت سارے اختلافات ہوتے۔''[2]

---

(1) سورۃ المائدہ [آیت نمبر: ۸]

(2) سورۃ النساء [آیت نمبر: ۸۲]

(۲) مرزا علی محمد شیرازی جو باب کے لقب سے مشہور ہے اور بابی فرقے کا بانی ہے، مرزا حسین علی النوری المازندرانی جو بہاء اللہ کے لقب سے مشہور ہے اور بہائیوں کے مطابق ان کا خدا اور قائد ہے، بہاء اللہ کا بیٹا عباس آفندی جو عبدالبہاء کے نام سے مشہور ہے، اور اس کے علاوہ جتنے بھی ان کے قائد اور لیڈر ہیں، انھوں نے جو چند ایک کتب تحریر کی ہیں، وہ فارسی یا عربی زبان میں ہیں مثلاً شیرازی الباب نے سورۃ الکوثر، سورۃ البقرہ، سورۃ العصر کی تفسیر لکھی، اس کے علاوہ اس نے "رسالة بين الحرمين" اور "صحيفة الأدعية" عربی زبان میں، اس کے علاوہ "صحيفة عدلية"، "رسالة النبوة الخاصة" اور "دلائل سبعة" فارسی زبان میں تحریر کی۔ اسی طرح "البيان" نامی کتاب عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں تصنیف کیں۔ مازندرانی نے "الأقدس" اور "سورة الملوك" اور "لوح احمد" وغیرہ کتب عربی زبان میں اور "الإيقان" اور "كلمات مكنونة" اور "پرسشات" فارسی زبان میں تحریر کیں۔ اسی طرح اس نے "الرسالة السلطانيه"، "اشراقات" اور "تجلیات" نامی کتابیں مخلوط سی لکھیں کہ ان میں دونوں زبانیں عربی اور فارسی پائی جاتی ہیں۔

تاہم ان میں سے بعض کتب ان مشکلات کی بنا پر، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، ہمیں اصل کتب کی شکل میں دستیاب نہ ہو سکیں، بلکہ ہمیں اس کے اُردو اور انگریزی ترجمے میسر ہوئے جو خود بہائیوں نے کیے تھے اور ان ترجموں پر ان کے قائدین نے مہرِ توثیق بھی ثبت کی۔ اس طرح کچھ کتب ایسی ہیں جن میں ہمیں فقط اُردو ترجموں کا سہارا لینا پڑا، مثلاً کتاب "لوح ابن ذئب" اور "الایقان" اور "الفرائد" ہمیں اس کے اصل نسخے دستیاب نہ ہو سکے۔

بہائی تحقیقاتی ادارہ کراچی پاکستان نے ان کتب کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا، ان کتب میں ہم نے ان ترجموں پر اعتماد کیا ہے، اس لیے کہ بہائی فرقوں کے سرکردہ

لوگ بھی اسی کتاب پر اعتبار کرتے ہیں اور یہ ان کے ہاں معتمد علیہ کتب میں سے ہیں۔ اسی طرح کچھ کتابیں ایسی ہیں جن کے قلمی نسخے ہمیں دستیاب ہوئے، تا حال وہ طبع نہ ہوسکیں۔ بہرحال ہم نے جو عبارتیں نقل کی ہیں تحدیثِ نعمت کے طور پر میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ کسی بھی عبارت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ جن حوالوں سے ہم نے نقل کی ہیں، ہر شخص کے لیے دعوتِ عام ہے کہ وہ اصول کو ملاحظہ کرے اور ان قلمی نسخوں کو دیکھے جہاں سے ہم نے یہ عبارتیں نقل کی ہیں:

''اگر تم ایسا نہ کرسکو اور تم ایسا کر سکتے بھی نہیں تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''[1]

بہائی اور بابی فرقہ کی بعض کتب ایسی ہیں جنھیں خود انھوں نے طبع نہیں کیا، بلکہ مسلمان یا مستشرقین نے ان کی طباعت کی ہے، مثلاً شیرازی کی مشہور کتاب ''البیان'' جو عربی اور فارسی زبان میں ہے، اسی طرح مازندرانی کی کتاب ''الاقدس''۔ جانی الکاشانی کی کتاب ''نقطة الکاف'' وغیرہ، انھیں مسلمانوں نے چھاپا ہے۔ تاہم اس کے باوجود کسی بابی اور بہائی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ ان کی کسی عبارت یا ترجمے پر انگلی اٹھا سکیں یا کسی ایک حرف کو غلط ثابت کرسکیں۔ ہماری طرف سے یہ دعوت عام ہے کہ بہائی اور بابی فرقے کے لوگ مکمل تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو پڑھیں اور اگر کہیں کوئی کمی خامی ہے تو اس کو سامنے لائیں۔

تاہم یہ میرا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی شخص ان میں سے کسی خامی کو تلاش نہیں کر سکے گا، کیونکہ یہ نقل اصل کے مطابق ہے اور بھرپور تحقیق و تفتیش کے ساتھ لکھی گئی ہے، ان کتب میں دونوں فرقوں کے غلط عقائد کو بیان کیا گیا اور حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ دی گئی ہے۔

[1] سورة البقره [آیت نمبر: ۲٤]

④ بابی اور بہائی تعلیمات کے مقابلے میں، میں نے اسلام کی صافی اور خالص تعلیمات کو نقل کیا ہے۔ اسلام کے اعلیٰ ترین تہذیب و تمدن، ثقافت، علمیت، وسیع النظری، وسعتِ ظرفی، عالی اخلاق، حسنِ معاشرت، فیض عام، جود وسخا کو بیان کیا۔

بابی اور بہائی فرقہ اسلام کے مقابلے میں لایا گیا ہے، تاکہ دینِ حنیف کی بنیادوں کو کمزور کیا جا سکے۔ ان بابی اور بہائی راہنماؤں کے خیالات یہ ہیں کہ اسلام عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، زمانہ جدید کے انسان کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے علاوہ بھی بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہے جو اس زمانے کے مطابق ہوں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف بہائی تعلیمات ہی عصرِ حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کر سکتی ہیں۔ بہرحال یہ تو اُن کا ایک گمان ہے اور گمان حق کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

چنانچہ اس کتاب میں، میں نے یہ اسلوب اختیار کیا کہ ہر موقع پر روشنی اور تاریکی کے درمیان ایک تقابلی جائزہ پیش کر دیا، اسلام اور بہائیت کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا، تاکہ اسلام کی روشنی تعلیمات اور بہائیت کے مبہم، پیچیدہ اور تاریک خیالات کا موازنہ ہو سکے، تاکہ جہالت اور علم کے درمیان واضح فرق سامنے آ سکے۔ اگرچہ روشنی اور تاریکی کے درمیان کوئی موازنہ ممکن نہیں، جیسا کہ خود اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

> ''نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور دھوپ، زندے اور مردے بھلا برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔''[1]

بہرحال اس تقابل کو بیان کرنے کی ضرورت تو نہیں کیونکہ ہر شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ علم اور جہالت کا کوئی جوڑ نہیں ہے، فارسی کا مقولہ ہے: ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔'' قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سورۃ الفاطر [آیت نمبر: ۱۹۔ ۲۲]

''تا کہ جو ہلاک ہو، وہ کسی واضح دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہو، اور جسے ایمان کی زندگی نصیب ہو، وہ بھی واضح برہان کی بنیاد پر زندہ ہو۔''[1]

میرا مطمحِ نظر یہ بھی تھا کہ قاری کے سامنے جامع تحقیق آ جائے تو اسے موقع پر ہی حق و باطل کی پہچان ہو جائے، تا کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیمات کے انتظار میں نہ بیٹھا رہے، بالخصوص جب بہائیوں اور بابیوں کی تعلیمات سامنے آ جائیں تو پھر ایک مسلمان کو یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

اس طرزِ تحریر اور اسلوب کی وجہ سے ایک تقابلی بحث سامنے آ گئی ہے، جس میں سچائی اور جھوٹ کو پرکھنا آسان ہے، جہاں حقیقت اور باطل کو پہچان لینا چنداں مشکل نہیں۔ اسلامی تعلیمات کو نقل کرتے ہوئے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ وہ ایسی تعلیمات اور دلیلیں ہیں کہ بہائی کسی بھی طریقے پر اُن کا جواب نہیں لا سکتے؛ اس کی کوئی تاویل بیان نہیں کر سکتے۔

یہ بالکل واضح دلیلیں ہیں، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہائیت جھوٹ اور فریب کا نام ہے، یہ انگریزی اور رُوسی استعمار کا پروردہ ہے، کینے اور مادی مفادات کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس امر کا بھی خیال رکھا کہ بہائی تعلیمات کے مقابلے میں جب اسلامی تعلیمات کو نقل کیا جائے تو وہ مستند تعلیمات ہوں جس میں اُن کے مصادر و مراجع کو بیان کیا جائے، صرف حدیثِ صحیح کو بیان کیا جائے، اس کا حوالہ نقل کیا جائے۔ چنانچہ جب یہ میں نے حقیر سی کاوش کی تو اُس کے نتیجے میں جو کتاب معرضِ وجود میں آئی، وہ ایسی کتاب تھی جس میں بہائی اور بابی فرقہ کی تعلیمات کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کے ناقص، باطل اور فاسد ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی سامنے آ گئی ہے کہ یہ خیالی تعلیمات ہیں حقیقی اور عملی زندگی سے

---

[1] سورۃ الأنفال [آیت نمبر: ٤٢]

ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہم کی بنیاد پر اٹھائی گئی عمارت ہے جس کا اسلام کی حقیقی تعلیمات اور حقانیت پر مبنی اصولوں سے کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، اور خدا کے وعدے کے مطابق جب ساری مخلوق فنا ہو جائے گی، زمین لپیٹ دی جائے گی، آسمان پھٹ جائیں گے، سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے گر پڑیں گے، پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے، سمندر ابلنا شروع ہوں گے، جب انسان وحیوانات خدا کے حضور دست بستہ کھڑے ہوں گے، اس وقت تک خدا کا یہ وعدہ ہے کہ اسلام ان تمام مسائل کا حل ہے جس کی اس وقت تک انسانیت کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔

نیز انسان جن مصروفیات اور کاموں میں مصروف ہوتا ہے، ان تمام مصروفیات اور اَشغال میں اسلام اسے واضح نصب العین اور راہنمائی فراہم کرتا ہے، یہ مذہب ہر زمان و مکان میں عملی اور حقیقی مذہب ہے۔ آمدِ رسول ﷺ سے لے کر قیامت تک کسی بھی وقت میں اس کی تعلیمات کو کہیں بھی پرکھا جا سکتا ہے، مگر حقیقی بنیادوں پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے مقابلے میں حسین علی بہائی ہے جس نے خدائی کا دعویٰ تو کیا، مگر ابھی وہ اپنی تعلیمات پر مشتمل کتاب مرتب کر ہی رہا تھا کہ اس دوران میں اسے یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ اس کے مرنے کے بعد کوئی اور اس کا جانشین نہ بن جائے، چنانچہ اس نے اپنے تمام اختیارات اپنے بیٹے کو تفویض کر دیے۔ اس کا بیٹا بھی اپنی زندگی میں ان احکامات کو مکمل نہیں کرسکا، اس کے بعد اس نے اپنے پوتے کے حوالے کر دیے۔ اس طرح یہ احکامات ''بیت العدل'' کے نام سے تقریباً پوتے کی وفات کے ۱۰۰ برس بعد منظرِ عام پر آئے۔[1]

اس دوران میں بہائیت عملی اعتبار سے معطل رہی، کیونکہ ابھی تک ان کے

[1] یہ 1962ء کو معرضِ وجود میں آیا۔

احکامات ہی معرضِ وجود میں نہیں آئے تھے۔ باپ بیٹا اور پھر پوتا، ان تینوں کی تعلیمات میں واضح تضاد نظر آتا ہے۔ تینوں کی کوشش یہ رہی کہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق تعلیمات کو بیان کیا جائے، چونکہ معروضی طور پر یہ تقاضے بدلتے رہتے ہیں، اس لیے کوتاہ بین مصنفین بھی اپنے احکامات کو بدلتے رہے۔ خود اِن مصنفین کا اعتراف ہے کہ انھیں شریعت کے تمام احکام پر عبور حاصل نہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اس طرح کی کمزور اور بودی تصنیفات کی بنا پر وہ اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

بحث کو مکمل کرنے کے لیے میں یہاں ایک اور انتہائی اہم نکتے کو بیان کرنا چاہوں گا کہ ''بیت العدل''، جس کو قائم کرنے کا حکم حسین علی (جو بہائیوں کا خودساختہ خدا ہے) نے دیا تھا، اس کے علاوہ عباس آفندی نے جو اُن کے ہاں منصبِ نبوت پر فائز ہے، اس ''بیتِ عدل'' کو انگریز کے مروجہ نظام کے مطابق قائم کیا۔ جو احکامات اس میں بیان کیے گئے، ان کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خدا تعالیٰ کے حقیقی احکام ہیں۔[1]

1962ء کو یہ معرضِ وجود میں آیا۔ بنیادی طور پر اس کے 9 ممبر تھے جن میں سے چار امریکی، دو برطانوی اور تین ایرانی تھے، جن کے نام یہ ہیں: شارلز وولکٹ امریکی، ڈاکٹر روح، بوراکولن اور آئمنر کپسن امریکہ سے، ڈیوہاف مین، آئن سیمپل برطانیہ سے اور ہوشمند فتح اعظم، علی نخجوانی اور ڈاکٹر حکیم ایران سے بلائے گئے۔ اس کا مرکز مقبوضہ فلسطین کے شہر حیفہ میں قائم کیا گیا جو یہودیوں کے قبضے میں ہے اور یہیں پر شیرازی اور عباس کی قبریں بھی ہیں۔ حیفہ نامی شہر میں بہائیوں کا وجود نہیں ہے، اس لیے وہاں پر اس طرح کے لوگوں کو اکٹھا کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے، مزید برآں حسین علی بہا نے وہاں تبلیغ اور بہائیت کی دعوت کو حرام قرار دیا، تاہم اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ سب کچھ یہودیوں کی ہدایات اور ان کی

[1] ألواح و وصایای مبارکة (ص: ۲۱) مطبوعہ: فارسی، پاکستان، سے اقتباس۔

سرپرستی میں ہو رہا تھا۔

اسی طرح حسین علی البہائی نے ان تعلیمات کی نشرواشاعت اور تبلیغ سے سختی سے منع کیا، مثلاً حسین علی اپنے بیٹے اور خلیفہ عباس کو لکھتا ہے: ''حضرت اعلیٰ (حسین علی) نے ان تعلیمات کی دعوت اور تبلیغ کو حرام قرار دے دیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام دوست مکمل خاموشی کے ساتھ اپنے دِن گزاریں اور اگر کوئی شخص ان سے بہائیت کے بارے میں سوال بھی کرے تو خاموشی اختیار کریں۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ عباس بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عباس البہائی مسلمانوں کی مساجد میں آتا تھا اور ان کے ساتھ عبادتیں کرتا تھا اور اپنی وفات سے دو روز قبل بھی وہ حیفہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے آیا تھا۔[2]

ان تمام تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہائیت چند لالچی لوگوں کے خیالات کا نام ہے جنھیں نام اور شہرت کی لالچ تھی، جو پیسہ کھانے کے لیے اس طرح کے دعوے کرتے رہے، جو ضمیر، ایمان اور وطن فروش تھے اور استعماری قوتوں کے لیے جاسوسی کرتے رہے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لینا تھا جو ان صلیبی یہودیوں کی بنیادی خواہش ہے۔ جب سے رسولِ ہاشمی ﷺ کی اُمت نے ان پر یلغار کرکے ان کی شان و شوکت کو ختم کر دیا، اس وقت سے لے کر اب تک وہ مسلمانوں کی شان و شوکت ختم کرنے اور ان کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں، اس سلسلے میں ہلال و صلیب کے درمیان مشہور معرکے بھی برپا ہوئے، مگر اسلام تمام تر حقانیت اور صداقت کے ساتھ آج بھی روزِ روشن کی طرح چمک رہا ہے۔

---

1. مکاتیب عبد البهاء (۲/ ۳۲۷) مطبوعہ: فارسی
2. بهاء الله والعصر الجدید (ص: ۷۱) مطبوعہ: مصر

④ خیال تھا کہ یہ کتاب طوالت اختیار نہ کرے، بلکہ اس میں بابی اور بہائیوں کے تمام عقائد و افکار جمع ہو جائیں، لیکن جب میں نے اس موضوع پر بحث و تحقیق کی تو یہ بات میرے سامنے آئی کہ اب تک جو کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، وہ موضوع اور عنوان کے حساب سے ناکافی ہیں اور اُن کتب کے ذریعے ان باطل فرقوں کے عقائد کی وضاحت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں ان کا حصول بھی آسان نہیں ہے۔ چنانچہ کوشش کے باوجود میں اس کتاب میں اختصار نہ کر سکا۔

میں نے کئی دفعہ اس کتاب پر نظرِ ثانی کی، تاکہ جو زائد از ضرورت موضوع ہو، انھیں حذف کیا جا سکے، مثلاً آغاز میں، میں نے اس کتاب میں "المهدوية، الرجعة والمسيحية" کے نام سے ایک مقالہ لکھا تھا، اسی طرح "النبوة و إجرائها" کے نام سے مقالہ لکھا، اس میں، میں نے بہت سارے شبہات کا اظہار کیا تھا، اعتراضات ذِکر کیے تھے، احادیثِ صحیحہ مرفوعہ اور دلائلِ عقلیہ کے ذریعے میں نے اپنے موقف کو واضح کیا تھا، مگر نظرِ ثانی سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان بحثوں کی وجہ سے شاید قاری کی دلچسپی اس کتاب میں کم ہو جائے۔

نیز مجھے یہ بھی اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کے یہ دعوے محض مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ہیں، چنانچہ میں نے ان کو حذف کر دیا، ورنہ بہائی فرقے کے بانیان مہدویت یا مسیحیت کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ جس طرح ابوالفضل جلبائیجانی نے تصریح کی ہے:

> ''مرزا علی محمد شیرازی اور مرزا حسین علی کا دعویٰ مہدویت اور نبوت کا نہیں تھا، بلکہ الوہیت اور ربوبیت کا تھا۔''[1]

چنانچہ ان مباحث کو ہم نے مستقبل میں کسی اور کتاب کے لیے ترک کر دیا۔

اسی طرح ان کتابوں کے ضمن میں، میں نے "الشيخية" پر جو شیعوں ہی کا ایک

[1] الفرائد، مصنف: أبو الفضل، مقدمة الكتاب (ص: ١٥۔ ١٦) مطبوعہ: پاکستان

فرقہ ہے، بھی ایک مقالہ لکھا تھا۔ اس فرقے کا بانی شیخ احمد الاحسائی المتوفی 1242ھ (1826ء) ہے۔ آگے چل کر اس فرقے نے ایران اور عراقِ عجم (مشرقی عراق) میں پرورش پائی، جہاں شیخ احمد الاحسائی کا شاگرد السید کاظم الرشتی المتوفی 1259ھ بمطابق 1843ء اس کا راہنما رہا۔ یہ فرقہ بھی بنیادی طور پر بابی عقائد سے اپنے لیے اصول مستنبط کرتا ہے۔ یہ بڑا طویل مقالہ تھا، ہم اسے شیعہ کے باطنی اور غالی فرقوں کے ذکر کے ضمن میں درج کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، پھر ہم نے سوچا کہ اس پر ایک مستقل کتاب لکھیں گے، اس لیے اس مقالے سے اسی قدر معلومات اس کتاب میں شامل کی گئی ہیں، جو اس فرقے کو جاننے کے لیے ضروری ہے، کیونکہ مجھے یہ خیال تھا کہ اس طرح کتاب بلاوجہ طوالت اختیار کر جائے گی، جس طرح ہم نے "الشیعة والسنة"[1] میں اس امر کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے:

> "شیعیت ابتدائے زمانہ ہی سے اسلام کی بنیادوں کو ختم کرنے کا آسان اور سہل طریقہ ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا جا سکتا ہے، مسلمانوں کے صافی عقائد کو گدلا کیا جا سکتا ہے اور اسی کے ذریعے آسمانی تعلیمات کو معطل کر کے من گھڑت باتوں کو داخل کیا جا سکتا ہے۔"

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم سے اس کی ہمت اور توفیق دے کہ میں اس نیک کام کی تکمیل کر سکوں، تا کہ ان دونوں فرقوں کے حوالے سے (جو عام طور پر لوگوں کے درمیان معروف نہیں ہیں) حقیقت سامنے آ سکے اور سادہ لوگ

---

[1] یہ کتاب پاکستان میں ادارہ ترجمان السنہ کے زیرِ اہتمام طبع ہوئی، جسے نہایت مقبولیت حاصل ہوئی۔ صرف ۲ برس کے قلیل عرصے کے دوران میں اس کے پانچ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی طباعت میں بہت سارے حضرات نے بالخصوص حضرت شیخ عبدالعزیز بن باز، سماحۃ الشیخ عبدالمحسن العباد نائب رئیس جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، شیخ ابراہیم بن محمد المفتی آل شیخ رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے خصوصی دلچسپی لی۔

جو اہلِ بیت کی محبت کی وجہ سے شیعوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں، وہ بھی آنکھیں کھول کر حقائق کو دیکھ سکیں۔

اسی طرح ابتدا میں میرا خیال تھا کہ بابی اور بہائی فرقوں کے عقائد کو میں اکٹھا ہی بیان کروں گا، ایک ہی جلد کے اندر یہ سب باتیں آ جائیں گی' اس لیے کہ بہائی اور بابی کوئی علاحدہ فرقے نہیں ہیں، بلکہ بہائی فرقہ بابی فرقے ہی کا ایک سلسلہ اور حصہ ہے۔ بہائی تعلیمات کے مطابق بہائیت نے آ کر بابیت کی تعلیمات کو مزید واضح کیا اور اس کی کاٹ چھانٹ کی اور اس کو عصری تقاضوں کے مطابق بنایا۔ اسی وجہ سے میرا خیال تھا کہ قاری کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں فرقوں کو اکٹھا بیان کیا جائے، کیونکہ ان دونوں فرقوں کا ہدف بھی ایک ہی ہے، یعنی مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنا اور ان کی بنیادوں کو کمزور کرنا۔

مگر جب کتاب کی ضخامت بڑھ گئی تو مجھے خیال آیا کہ یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہونی چاہیے۔ ان میں سے ایک حصہ بابیت پر ہو اور دوسرا بہائیت پر، تاکہ قارئین کرام اور محققین کو آسانی ہو۔ بہرحال یہ کتاب کسی بھی طرح قارئین کے لیے بوریت کا باعث نہیں بنے گی، کیونکہ اس میں بہت سی ایسی مضحکہ خیز باتیں نقل کی گئی ہیں جنھیں یہ دونوں فرقے اپنے بنیادی عقائد میں شمار کرتے ہیں۔ کتاب کا بڑا حصہ میں نے بہائیت کے لیے مختص کیا ہے، اس لیے کہ اب عام طور پر بہائیت ہی رائج ہے۔ بہائیت نے آ کر بابیت کو کافی حد تک ختم کر دیا اور انھوں نے دھوکا، فراڈ اور بدنیتی کے ساتھ بہت سے امور بابیت سے اخذ کر کے شامل کر لیے۔

علاوہ ازیں بہت سے ملحد فلسفیوں کے افکار بھی اس میں شامل کر دیے گئے۔ چنانچہ بابیت اور بہائیت دونوں کے مکمل عقائد کو ہم نے بیان کر دیا ہے، ان کی تعلیمات، تاریخ، ان کے دعوے، شریعت، ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا اور آخر میں ان

مراجع اور مصادر کو بھی بیان کر دیا ہے جن سے بابی اور بہائی راہنماؤں نے استفادہ کیا تھا اور جن کی بنا پر انھوں نے گمراہی کی یہ ساری عمارت تعمیر کی ہے۔ اس کتاب میں ہم نے بابیت سے متعلق کوئی بھی موضوع اور پہلو تشنہ نہیں چھوڑا، تا کہ یہ موضوع ہر اعتبار سے کافی اور وافی ہو۔

⑤ دورانِ بحث میں نے حدِ ادب کو ملحوظ خاطر رکھا اور ایسی زبان اختیار نہیں کی جس سے ان دونوں فرقوں کے قائدین پر دشنام طرازی کا پہلو نکلتا ہو، تاہم بعض مقامات ایسے آئے جہاں میں اپنی کم علمی کی وجہ سے تمام تر کوشش کے باوجود نرم الفاظ تلاش نہ کرسکا، لہٰذا میں نے وہاں ایسے الفاظ استعمال کیے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہیں، مثلاً تمام تر ادب و احترام کے باوجود لفظ کذاب اور دجال کا کوئی مترادف نہیں ملا، ایسا کوئی لفظ جس سے دجل اور کذب کا مفہوم سمجھ میں آتا ہو۔

ایسے ہی چند اور کلمات ہیں، مثلاً: خرافات، بیہودگی، حماقت، سفاہت۔ ان تمام الفاظ کا بھی کوئی مترادف نہیں ہے۔ تاہم ان الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے میرے سامنے یہ بات رہی کہ حضور ﷺ جو خلقِ عظیم کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز تھے، جو گفتگو کرتے ہوئے نرم لہجے کو بہرصورت برقرار رکھتے تھے، آپ ﷺ نے بھی جب مسیلمہ کو خط لکھا تو اس کے الفاظ یہ تھے:

"محمد الرسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی جانب۔"

میں یہ بات بھی واضح کردوں کہ ایسا کوئی مقام جہاں کوئی شخص دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی بھی طرح نبی اور ختمی مرتبت ﷺ۔فداہ ابی و امی۔ کے حوالے سے کوئی گستاخانہ بات کرے تو میں اپنے آپ کو آداب کی تمام حدود و قیود سے آزاد سمجھتا ہوں۔ اگر ایسے موقعے پر میں اپنے غصے پر قابو نہ پاسکوں اور فطری طور پر کچھ ایسے الفاظ لکھ دوں جسے شاید کچھ لوگ پسند نہ کریں، تو میں سمجھتا ہوں کہ میں

ایسے مواقع پر حق بجانب ہوں۔

خداتعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں مرتدوں کے خلاف اپنی تمام تر طاقتوں زبانی و قلمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤں اور ان تمام لوگوں کو مسکت اور دندان شکن جواب دوں جو حضور ﷺ کے بارے میں یا آپ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر میں خاموش رہوں تو میرا ضمیر کبھی اس بات پر مجھے معاف نہیں کرے گا۔ میرے دِل اور دماغ میں ہمیشہ آندھیاں سی چلتی رہیں گی۔ ربِ محمد کی قسم! جس نے مجھے گویائی اور قلم کی طاقت عطا فرمائی، میں ایسے موقع پر کسی بھی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مداہنت سے کام نہیں لوں گا۔

ابولہب نے جب حضور ﷺ اور آپ کے کچھ صحابہ کے بارے میں گستاخانہ زبان استعمال کی تو خدا نے بھی واضح طور پر کہہ دیا:

”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، جو اس نے کمایا اور جو اس کے پاس موجود ہے وہ اس کے کسی بھی کام نہ آئے گا۔ وہ بڑی بڑی لپٹوں والی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی جو لکڑیاں چننے والی ہے، اس کے گلے میں بید کی رسی ہوگی۔“[1]

جیسا کہ آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے کہ ان لوگوں نے صرف حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس بارے گستاخی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ یہ تو ربوبیت کے مقام پر بھی پہنچنے کی کوشش کرنے لگے، حالانکہ یہ لوگ اپنی فکر، اعمال اور صلاحیتوں کے اعتبار سے تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ دیکھنے میں ان کے دھڑکتے دِل ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ دعویٰ تو خدائی کا کرتے ہیں مگر ایک مکھی جیسے حقیر جانور کو بھی پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ کھجور کی تہہ میں موجود

---

[1] سورة اللهب.

باریک سی جعلی بنانا بھی ان کے بس کی بات نہیں۔

زندگی بھر یہ برطانوی اور روسی استعمار کی کاسہ لیسی کرتے رہے، ان کے تلوے چاٹتے رہے اور دعویٰ ہے ان کا خدائی کا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی مسلمان کے لیے قطعاً یہ جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کا احترام کرے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہے، بلکہ اس کو خدا کے مقام پر فائز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نبوت و رسالت کی چادر کو تار تار کرنے کی کوشش کی، ان کے لیے وہی الفاظ مناسب ہیں جو نمرود اور فرعون جیسے الوہیت اور نبوت کے مدعیوں کے لیے خدا نے استعمال کیے۔

اسی طرح یہ ادب و احترام کا تقاضا نہیں ہے کہ فاسق و فاجر لوگوں کو سر پر بٹھایا جائے اور ان کی تکریم کی جائے، بلکہ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی بے احترامی اور بے توقیری ہے۔ حضور ﷺ نے تو بدعتی آدمی کی تعظیم کرنے ہی سے منع فرمایا ہے۔ جب بدعتی کے احترام سے منع کیا گیا تو دجال، کذاب اور الوہیت کے مدعی شخص کا احترام کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس لیے بعض مقامات پر تو میں نے شیرازی اور مازندرانی کو ان تمام القاب کے بغیر ذکر کیا ہے، جو انھوں نے خود اپنے لیے استعمال کیے اور جو اُن کے متبعین کے ہاں بھی کثیر الاستعمال ہیں، جس میں وہ اپنے آپ کو بڑے بڑے خودساختہ القاب کے ساتھ نوازتے ہیں۔ اگرچہ یہ اہلِ حدیث یعنی محدثین کی روش کے خلاف ہے، جو اپنے مخالفین کا بھی احترام کرتے ہیں، بہر حال یہ بات بھی مدنظر رہے کہ ذاتی طور پر کسی کا احترام کرنا اور چیز ہے، اور ایسا شخص جو نبوت و الوہیت پر نظریں لگائے بیٹھا ہو، اس کو معاف نہ کرنا اور اس کو اس کی اوقات یاد دلانا کارِ دگر ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ بابی اور بہائی فرقے کے منصف مزاج عقیدت مند بھی اس معاملے میں ہمارے ہم خیال ہوں گے۔ یہ علاحدہ بات ہے کہ ان دونوں فرقوں کے بارے میں جتنا میں نے مطالعہ کیا اور جو معلومات میرے سامنے آئیں اور جو ان کی

بیہودگی اور ہفوات میرے علم میں آئیں، وہ شاید اُن کے سامنے نہ ہوں، اس لیے کہ ان دونوں فرقوں کی جو اصل اور بنیادی کتابیں ہیں، ان تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہے۔

ایسے لوگوں کے لیے میں نے اس کتاب میں اصل کتابوں کے حوالے نقل کر دیے ہیں، وہ خود ہی اپنے مذہب کو تول سکتے ہیں، اس کی خوبیوں خامیوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ان خودساختہ داعیانِ نبوت و الوہیت کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔ بطور مثال میں یہاں صرف دو عبارتیں نقل کرنا چاہوں گا۔ مازندرانی اپنے بارے میں خود کہتا ہے

''اگر آج محمد رسول اللہ ﷺ ہوتے تو وہ بھی میرے بارے میں یہ کہتے: اے تمام رسولوں کے مقصود، میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ اگر خلیل علیہ السلام آج کا دور پاتے تو وہ بھی اس رب کے سامنے اپنے چہرے کو مٹی میں رگڑتے اور یہ کہتے: اے آسمان اور زمینوں کی بادشاہتوں کے مالک تجھے دیکھ کر مجھے اطمینانِ قلب حاصل ہوگیا۔''[1]

تو یہ دجال جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سید المرسلین نبی آخرالزمان ﷺ کا مقصود ہے اور ابراہیم خلیل اللہ کا مسجود ہے، وہ کیسے یہ توقع کرتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور سیدالمرسلین کی اُمت اس کا احترام کرے گی، اسی طرح ایک اور مقام پر یاوہ گوئی کرتے ہوئے اسی کے بارے میں ایک بہائی شاعر فارسی زبان میں ایک شعر کہتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''تمام انبیاء اور فرشتے بہاء کے قبر پر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔''[2]

اگر مجھے شرم و حیا کا پاس نہ ہوتا تو میں صراحتاً یہ الفاظ اس کے بارے میں کہتا کہ اس ملعون، اس کے والدین، اس کے پیروکاروں اور اس کے سارے ماننے والوں

---

[1] مجموعة الألواح المباركة (ص: ٩٤) مطبوعہ مصر، سے مرزا حسین علی کے کلام کا اقتباس۔

[2] دیوانِ نوش، فارسی، مطبوعہ: ایران۔

پر زمین میں پائی جانے والی مٹی کے ذرات کے برابر لعنت ہو۔

یہی وہ شخص ہے جو نبی ﷺ کے مقام پر فائز ہونا چاہتا ہے؟ یہی اس کا وہ مسلک ہے جس کے ذریعے وہ اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ اگر یہ اپنا مقابلہ حضور ﷺ سے کرے تو میں اس کے بارے میں وہی کہوں گا جو ابوطیب متنبّی نے اپنے ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا، جب ایک شخص نے اس کے ممدوح کے بارے میں کہا کہ تیرے ممدوح کے مقابلے میں تو یہ خیمہ بھی بلند ہے۔ جواب میں ابوطیب کہنے لگا:

"لوگ بلندی کے لیے خیمے کی تشبیہ دیتے ہیں میں تو اس بات کو قطعاً نہیں مانتا، میرے خیال میں تو تو آسمان اور ثریا ستارے سے بھی بلند ہے۔"

تو یہ پانچ امور ہیں، جن کا ذِکر کرنا میں نے مناسب سمجھا، تاکہ اس کتاب کے مطالعے سے پہلے ہر قاری ان بنیادی اصولوں کو سمجھ سکے، جن پر اس کتاب کی بنیاد ہے۔

بہائیوں کا طریقہ کار

لوگوں کو دھوکا دینے کا بہائیوں کا کیا طریقہ ہے اور سادہ لوح عوام کس طرح ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں، اسے بیان کرنے کے لیے میں ان کی چالوں کو بیان کرنا چاہوں گا، جن کے ذریعے سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

بہائی ہمیشہ اپنے بنیادی عقائد اور احکام پر بحث سے اجتناب کرتے ہیں۔ وہ کبھی ان کے بارے میں کسی شخص سے گفتگو نہیں کرتے بلکہ فروعی مسائل میں لوگوں کو اُلجھا دیتے ہیں جس سے عام آدمی اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ غیر اصولی بحثیں چھیڑتے ہیں۔ اپنے جال میں پھانسنے کے لیے وہ اُن کے دِلوں میں شکوک وشبہات کے بیج بو دیتے ہیں، جس کے لیے عام طور پر وہ فلاسفہ اور ملحدین کے اقوال کا سہارا لیتے ہیں۔ پھر وہ قرآن پاک کی مختلف آیات کی من چاہی تاویلات بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے مذہب کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں، اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ سارے مذاہب، زبانیں اور اوطان وحدت کی لڑی میں پرو جائیں، یعنی سب ایک ہی بن جائیں اور دنیا میں اختلاف ادیان و مذاہب کی وجہ سے جو جھگڑے فساد ہو رہے ہیں وہ ختم ہو جائیں، پھر وہ ایک نیا ڈھکوسلہ یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کے قائل ہیں، اس طرح کی باتوں کے ذریعے وہ صنفِ نازک کا دِل اپنی مٹھی میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

آخر میں وہ اپنے شکار کو پھانسنے کے لیے ایک اور پھندا ڈالتے ہیں کہ اگر وہ

بہائیت کو قبول کر لے گا تو وہ عالم فاضل آدمی ہو جائے گا، پھر اس کا شمار اعلیٰ طبقوں کے لوگوں میں ہوگا، بطور مثال وہ کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں ملک کا بادشاہ، فلاں حاکم، فلاں وزیراعظم، فلاں جرنیل، فلاں رئیس آدمی وہ سب بہائی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کرے تو وہ یہ گول مول سا جواب دیتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تو صرف لوگوں اور ان کے پروردگار سے محبت ہے، ہم تو صرف اتحاد کے حامی ہیں۔ اس معاملے میں وہ اپنے خودساختہ نبی عباس آفندی بن حسین علی کے اس قول کو مانتے ہیں کہ ہمیشہ تقیہ اختیار کرو۔[1]

ان کا جھوٹا رب بھی انھیں یہ تلقین کرتا ہے:

''جس طرح تم سونا چاندی کو چھپا کر رکھتے ہو، اسی طرح اپنے مذہب کو چھپا کر رکھو۔''[2]

علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے اقوال ہیں جن کا یہ اتباع کرتے ہوئے کبھی کسی کو اپنے اصل عقائد کے بارے میں نہیں بتاتے۔[3] ہر آیت کی یہ کہہ کر تاویل کرتے ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے اور باطن کو صرف علم میں پختہ کار لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔

تو یہ ان کا طریقہ واردات ہے، اس بارے میں تفصیلی گفتگو میں نے اپنے مقالے ''بہائی تعلیمات'' اور ایک دوسرے مقالے ''بہائی شریعت اور اس کی بیہودگی'' میں کی ہے کر چکا ہوں۔ یہاں مزید دو باتیں پیشِ خدمت ہیں:

---

1. مکاتیب عبد البهاء (۳/ ۱۲۵) مطبوعہ: فارسی، میں سے عبدالبہاء عباس کے ایک خط کا اقتباس، جو اس نے اپنے ایک مبلغ فرج اللہ الکردی کو لکھا۔
2. بهجة الصدور (ص: ۸۳)
3. قواعد عقائد آل محمد، مصنف دیلمی (ص: ۲۵) القرامطة، مصنف: ابن الجوزي (ص: ۵۱) الفضائح، مصنف: غزالي۔

(۱) یہ دعویٰ کہ فلاں فلاں بادشاہ، رئیس، امیر اور فوج کا اعلیٰ حاکم بہائی ہیں، اس ضمن میں وہ بہت سارے ایسے لوگوں کے نام بھی لیتے ہیں، جو اس دنیا سے جا چکے ہیں اور جن کا تاریخ میں کوئی مقام ہے، تاکہ لوگوں کو ذہنی طور پر مرعوب کیا جا سکے اور لوگ ان کے اعلیٰ حیثیت کے قائل ہو جائیں۔ یہ صرف جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔

یہ سادہ لوح لوگوں کو اپنا ماتحت بنانے کے لیے ہتھکنڈا ہے، کیونکہ انھیں پتا ہے کہ فلاں بادشاہ، وزیر اور جرنیل کے پاس جا کر کون پوچھے گا کہ وہ بہائی ہے کہ نہیں؟ کون بادشاہ یا حکمران ہے کہ جو اس طرح کی بیہودگیوں پر توجہ کرے گا یا اگر کوئی اس کو خط لکھ کر پوچھے تو وہ اس کا جواب دینا پسند کرے گا؟ پھر جو لوگ مر گئے ہیں، ان سے کس طرح پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ بہائی تھے کہ نہیں؟ میں یہاں پر ایک لطیفہ بیان کرنا چاہوں گا جس کا میں عینی شاہد ہوں۔

میرے ہم عصروں میں سے ایک مقرر اور خطیب تھا، جو اپنی تقریروں میں اپنی ہی تعریف کرنے سے نہیں تھکتا تھا، ہر تقریر میں حوالہ دیتا کہ فلاں بادشاہ، فلاں رئیس اور فلاں فلسفی و مورخ نے اس موقع پر میری بڑی تعریف کی، مجھے بہت سراہا، میرے بارے میں یہ اور وہ کہا۔ ان بڑے بڑے دعووں کی وجہ سے لوگ اس کے سامنے دَب کر رہتے تھے اور اس سے خوف کھاتے تھے۔

ایک دِن میں نے اس سے پوچھا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تمھیں کبھی یہ ڈر نہیں لگا کہ کبھی تمھارا بھید کھل سکتا ہے؟ مسکراتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا: جن لوگوں کا میں ذِکر کرتا ہوں، سو میں سے نوے تو مر چکے ہوئے ہیں، اور جو باقی دس ہیں وہ اعلیٰ مقامات پر فائز ہیں، جن تک ایسے بیوقوف لوگوں کی رسائی ہی نہیں۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے مزید کہا: آج کل کے زمانے میں اعلیٰ عہدہ اور بلند مقام

حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے۔

اس کی بات سن کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ بہائیوں نے اس کا طریقہ اپنایا ہے یا اس نے بہائیوں والا طریقہ اپنایا ہے؟ مثلاً بہائی کہتے ہیں:

''رومانیہ کی ملکہ ماریہ، یوگوسلاویہ کی ملکہ علینہ اور یونان کا بادشاہ بہائیت کے معتقدین میں سے تھا اور انھوں نے بہائیت کی بہت ساری کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع بھی کیا ہے۔''[1]

اب سوال یہ ہے کہ کون جا کر رومانیہ، یوگوسلاویہ اور یونان کے حکمرانوں سے پوچھے کہ یہ بات درست ہے کہ نہیں؟ بالخصوص اب جبکہ وہ سارے مر چکے ہیں، اب ان کے بارے میں تحقیق کیسے کی جا سکتی ہے؟ اسی طرح بہائی بہت سے سائنسدانوں، کیمیادان، مؤرخین، فلاسفر وغیرہ کے بارے میں بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بہائی تھے، مگر ایسے لوگوں کے بارے میں ہمیشہ ان کا دعویٰ اس وقت سامنے آتا ہے جب وہ اس دنیا سے گزر چکے ہوتے ہیں۔

۲ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے بہائی قرآن پاک، احادیثِ نبویہ اور دیگر مختلف کتابوں سے بہت سی آیات، احادیث و اقوال نقل کرتے ہیں، تاکہ شیرازی اور مازندرانی کی خدائی اور الوہیت کو ثابت کیا جا سکے۔ چونکہ اس طرح کی کسی بھی چیز کا ذِکر قرآن پاک اور احادیث میں نہیں ملتا، لہٰذا وہ قرآنی نصوص کی تاویل کرتے ہوئے اس میں من گھڑت مفاہیم و مطالب کو داخل کر دیتے ہیں۔ کئی بار اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ بات کو اس طریقے سے گھما پھرا کر اور عجیب و غریب انداز اختیار کر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھنے والا پہلی نظر ہی میں پہچان جاتا ہے کہ یہاں کچھ گڑ بڑ ہے کہ اس

[1] بقائی روح، ترجمہ: مس مارتھا رُتھ (ص: ۲۲) مطبوعہ: فارسی۔

طریقہ کار کو منطق، بیان، لغت اور اصول عربی کسی طرح بھی تسلیم نہیں کرتے، ان کا انداز، اسلوب اور منہج بالکل مختلف ہوتا ہے، ایسے مواقع پر بہائی اپنی زبان دانی کو بروئے کار لاتے ہوئے مرصع، مقفع اور مسجع الفاظ لے کر آتے ہیں، خوبصورت عبارتیں بناتے ہیں، لفظوں کا ہیر پھیر کرتے ہیں، تاکہ قاری اسی ہیر پھیر اور الفاظ کی خوبصورتی میں الجھ کر رہ جائے اور اس پر حقیقت واضح نہ ہو سکے۔

ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود چونکہ ان کی یہ تاویل عقل اور شعور کے تمام حدود و قیود سے بہت دُور ہوتی ہے، لہٰذا قاری ایک نظر ہی میں ان کی اس دھوکا دہی کو پہچان لیتا ہے۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے یہ قرآن پاک کی آیات کا من چاہا مطلب اور مفہوم بیان کرتے ہیں، مثلاً سورۃ الانفطار کی پہلی آیت ''جب آسمان پھٹ جائیں گے۔'' کی تاویل کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تمام اَدیانِ عالم کے آسمان ہیں کہ وہ پھٹ جائیں گے۔

اسی طرح دوسری آیت یعنی ''جب سب ستارے بکھر جائیں گے'' اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ جب حق اور دِین کی راہنمائی کرنے والے لوگ ختم ہو جائیں گے یا عوام پر اُن کا اثر باقی نہیں رہے گا۔ تیسری آیت ''اور جب سمندر اُبل پڑیں گے'' اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ سمندر ایک دوسرے میں مل جائیں گے، یعنی مختلف علوم ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں گے۔ اسی طرح چوتھی آیت ''جب قبریں کھول دی جائیں گی'' اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ متکبرین، فرعونوں اور دیگر ملحدوں کی قبریں کھول دی جائیں گی، تاکہ لوگ انھیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔[1]

اگر کوئی شخص اُن سے یہ سوال کرے کہ جو تاویل اور معنی تم بیان کر رہے ہو، اللہ کے نبی ﷺ نے تو اس طرح کا کوئی مفہوم بیان نہیں کیا، یہ کلام حضور ﷺ پر

[1] التبیان والبرھان، مصنف: العراقي البھائي (ص: ۱۹۸) مطبوعہ: پاکستان

نازل ہوا اور وہی اس کے مفہوم و معنی کو بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست شاگرد تھے، جنھوں نے کسی واسطے کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ نبوت کا اکتساب کیا، ان سے بھی یہ معنی منقول نہیں ہیں۔ مفسرینِ کرام، اہلِ لغت، محدثین و متکلمین نے بھی یہ معنی بیان نہیں کیے، بلکہ یہ معنی تو ایسے ہیں کہ عقلِ سلیم بھی انھیں قبول نہیں کرتی، تم اس طرح کے معنوں کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟ اس کے جواب میں بہائی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ علم ستائیس حروف پر منقسم ہے، آج تک جتنے بھی انبیاے کرام آئے، انھوں نے صرف دو حروف کا علم دیا، جب ہمارے مقتدا و راہنما آئے تو انھوں نے باقی پچیس علوم بھی ظاہر کر دیے اور یہ انہی پچیس حروف کے علوم کا مظہر ہے کہ ہم ہر آیت کو اس کے اصل مفہوم کے ساتھ جانتے اور پڑھتے ہیں۔[1]

دوسری جانب یہ بات بھی حقیقت ہے کہ حسین علی نے اپنے کلام میں تاویل سے سختی سے منع کیا ہے، اس نے اعلان کیا کہ جو شخص میرے کلام میں تاویل کرے گا، وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس پر تکالیف آئیں گی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ''الاقدس'' میں کہتا ہے:

> ''جو شخص میری بیان کردہ کسی آیت کی تاویل یا تفسیر کرے گا تو وہ جان لے کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوگیا، اس کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہوگی، اے لوگو اللہ سے ڈرو اور اپنی خواہشات کی اتباع نہ کرو، جو تمھارا رب کہتا ہے اسی کو مانو، ہر فاجر، بدبخت اور کمینے آدمی کی بات نہ مانو۔''[2]

جی ہاں، حسین علی نے خود یہ بات کہی ہے، وہ حسین علی جو تاویل کا امام ہے، تحریف کا قائد، گمراہیوں کا بانی اور لوگوں کو راہِ حق سے بھٹکانے والا ہے۔ یہ حسین علی

---

[1] الایقان، مصنف: حسین علی (ص: ۱٦۱) منقول از "بحار الأنوار"، "العوالم"، "الینبوع".

[2] الاقدس، مصنف: مازندرانی۔

تاویل کرنے والوں کو کہتا ہے کہ وہ منافق ہیں، خواہشاتِ نفسانی کے پیروکار ہیں، رحمتِ خداوندی سے محروم فاجر اور لئیم ہیں۔ کسی ایک آیت میں نہیں بلکہ اس نے اپنے تمام فرامین کی تاویل سے اپنے متبعین کو منع کیا ہے۔

اپنی مذکورہ بالا کتاب ''الاقدس'' ہی میں وہ کہتا ہے:

''مجھ پر جو وحی نازل ہوئی، جو شخص اس کی تاویل کرے گا یا اس کے ظاہری معنی سے انحراف کرے گا تو وہ خاسرین اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''[1]

اپنی یاوہ گوئیوں، بیہودگیوں اور بیکار باتوں کی تاویل سے تو وہ اپنے متبعین اور مقلدین کو منع کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے سچے اور حقیقی کلام قرآن پاک میں وہ تاویلات کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ مطلب کے مفہوم اور معنی تلاش کرتا رہتا ہے! ؎

أعجبني الدهر في تصرفه وكل أطوار دهرنا عجب

''زمانے کا چلن بھی عجیب ہے، بلکہ ہر زمانے کے تمام اطوار ہی عجیب ہیں۔''

قرآنی آیات میں وہ صرف تاویل نہیں کرتا، بلکہ ایسی تاویل کرتا ہے جسے تھوڑی سی عقل والا شخص بھی فاسد، بیہودہ، عقل وفہم سے دُور اور غیر منطقی گردانتا ہے۔ اس کی بیان کردہ تاویلات اور مفہومات سے کوئی معنی نہیں نکلتا، عبارت یا کلام واضح نہیں ہوتی، بلکہ وہ جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے مطلب کے مفہوم کو بغیر کسی بنیاد کے خوامخواہ آگے بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

شیعوں کی طرح بابیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ ہر علم کی ۷۰ جہات ہوتی ہیں، لوگوں کے سامنے کسی بھی علم کی صرف ایک جہت سامنے آتی ہے، جبکہ امام منتظر اور قائم جب آئے گا تو وہ لوگوں کو باقی وجوہات سے آگاہ کرے گا۔ میں لوگوں کو اُن

[1] الاَقدس، مصنف: مازندرانی۔

ستر وجوہات سے بھی ایک وجہ زائد بتا دینا چاہتا ہوں، میں ہر علم کی اکہتر وجوہات بیان کروں گا۔[1]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کلامِ خداوندی میں جس طرح کا چاہے کھلواڑ کرتا رہے، کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہو۔ وہ تو خدا کے کلام میں جیسے چاہے تصرف کرے، مگر اس کے کلام کے بارے میں کوئی آدمی اپنی رائے نہ دے!

صرف وہی اپنے کلام میں تاویل سے اپنے بہائی مقلدین کو منع نہیں کرتا، بلکہ اس کا بیٹا اور اس کا خلیفہ عباس بھی لوگوں کو منع کرتا ہے۔ ہر اہم موقع اور تقریب پر وہ بہائیوں کو تاکید کرتا تھا، انھیں ڈراتا تھا کہ کبھی میرے یا حضرت خداوندی کے کلام میں تاویل نہ کرنا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "لوح الوصية" میں کہتا ہے:

"میری وصیت اور میری کہی ہوئی باتوں میں تاویل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ ایسا کرنے سے نئی ابحاث اور متضاد چیزوں کا ایک دروازہ کھل جائے گا، مخالفین طرح طرح کی باتیں بنائیں گے، اپنی رائے اور قیاس کو استعمال کریں گے، پھر میری باتوں کی بنیاد پر اجتہاد کیا جائے گا، حالانکہ کسی بھی شخص کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں، جو میں نے کہہ دیا اور میری جو تعلیمات ہیں ان سے ہٹ کر کوئی شخص اپنے ذہن، سوچ اور عقل سے کسی نئی بات کو سامنے نہیں لا سکتا، جو اس کی خلاف ورزی کرے گا، وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔"[2]

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر وہ کہتا ہے:

"دوسروں کے دِلوں میں شبہات پیدا کرنے سے بڑی کوئی تحریف نہیں۔

---

[1] الإيقان، المازندراني (ص: ١٦٩)

[2] ألواح و وصاياي مباركة، مصنف: عبد البهاء عباس (ص: ٢٨) ۔

اسی طرح دوسروں کے دِلوں میں شک اور تاویل کا راستہ کھولنے سے بھی بڑی کوئی تحریف نہیں۔''[1]

ایک اور مقام پر اس سے بھی زیادہ شدومد کے ساتھ وہ کہتا ہے:

''جو حضرت بہاء اللہ کے کلمات کی تاویل کرے گا یا اپنی مرضی کے مطابق اس کا معنیٰ و مفہوم بیان کرے گا اور اس معنیٰ پر کچھ لوگوں کو ہمنوا بنائے گا تو یاد رکھو وہ ہمارا دشمن ہے۔''[2]

میرا سوال یہ ہے کہ بہائیوں میں کوئی ایک بھی صاحبِ فہم و فراست شخص نہیں، جو مجھے اس بات کا جواب دے کہ کیسے تمھارا رَب، تمھارا خودساختہ پیغمبر اور تمھارے قائدین و راہنما تمھارے مقدس کلام میں تاویل و تفسیر اور تشریح و وضاحت سے منع کرتے ہیں، وہ لوگوں کو سوچنے سمجھنے سے کیوں روکتے ہیں؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی نے ان کے کلام پر غوروفکر کیا تو اُس سے تفرقہ بازی اور فرقہ بندی پیدا ہو جائے گی، حالانکہ جس قسم کی بے ہودہ باتیں تمھارے یہ راہنما کرتے ہیں، ان کا تو کوئی سر پیر ہی نہیں، ان کا تو کوئی مفہوم و معنیٰ ہی نہیں، ان سے تحریف یا اختلاف کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ اور پھر وہ اپنے کلام میں تو تاویل سے منع کرتے ہیں اور خالقِ کائنات کے کلام میں جی بھر کر تاویل کرتے ہیں، کیا یہ واضح تضاد نہیں؟

''لوگوں کو تو تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور خود ان پر عمل نہیں کرتے، حالانکہ تم اہلِ کتاب بھی ہو، پھر بھی تم عقل نہیں کرتے۔''[3]

بہائیوں کا مشہور داعی اور مبلغ اسلمنت اپنی مشنری کتاب میں کہتا ہے:

---

① مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۷)

② نجمة الغرب، (۳/ ۸)

③ سورة البقرة [آیت نمبر: ٤٤]

"کسی بھی بہائی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حضرت خداوندی کے کسی قول یا آیت کی تفسیر یا تاویل کرے اور اس حوالے سے اپنا مکتبۂ فکر قائم کرے۔ یاد رکھو یہ حکمِ خداوندی ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا، وہ حضرت خداوند کے ساتھ عہد کو توڑنے والا ہوگا۔"[1]

مشہور بہائی داعی ابوالفضل محمد بن رضا الجلبایجانی بھی اپنی کتاب میں بہائی متبعین کو یہی حکم دیتا ہے۔[2] غالباً یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے لوگو جو تم کہتے ہو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، خدا کے ہاں یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ باتیں کہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے۔"[3]

بہرحال اس موضوع پر میں نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو بہائیت پر تحقیق کرنے والوں کے لیے بہت اہم ہے اور شاید مجھ سے پہلے کسی نے اس پہلو پر بحث نہیں کی۔ میں نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ بہائی من گھڑت اقوال اور خودساختہ تاویلات کے ذریعے اپنی بیہودہ باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسی باتیں جن کا عقل وفکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسروں کو یہ منع کرتے ہیں کہ ان کی کلام میں تاویل نہ کریں، تاکہ ان کے کلام میں موجود تضادات اور بے ہودہ خیالات سامنے نہ آئیں، اسی ڈر کے مارے وہ اپنے کلام کو شائع کرنے کے بجائے چھپاتے رہتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یہی وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی اور مغفرت کے

---

1. بهاء الله والعصر الجديد (ص: ۱۳۳۔ ۱۳٤)
2. عبد البهاء والبهائية، مصنف: قبعين البهائي، مقدمة الكتاب.
3. سورة الصف [آیت نمبر: ۲۔ ۳]

بدلے میں عذاب خرید لیا۔ یہ لوگ عذابِ جہنم پر کتنا صبر کرنے والے ہیں۔"[1]

آخر میں مَیں مسلمانوں کی تمام اہم تنظیموں، آرگنائزیشنز اور جماعتوں سے بالخصوص ادارۃ البحوث والافتاء والدعوۃ والارشاد (ریاض)، رابطۃ العالم الاسلامی (مکہ)، جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ)، مجلس البحوث الاسلامیہ (قاہرہ)، ادارۃ الاوقاف والشؤن الدینیہ (کویت، امارات، قطر)، مجلس الاسلامی الاعلیٰ (لیبیا)، جامعۃ الامام محمد بن سعود (ریاض) اور دیگر تمام تنظیموں اور جماعتوں سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ بھی اس اسلام دشمن تنظیم کے بارے میں تحقیقات کریں، ان کی مکروہ سرگرمیوں پر نظر رکھیں، اَن پڑھ مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں سے بچانے کی کوشش کریں، کیونکہ ان لوگوں کی سرگرمیاں عالمِ عرب اور اسلام میں عام طور پر اور یورپ و امریکہ میں خاص طور پر بہت بڑھ چکی ہیں، جہاں یہودیوں، اسلام دشمنوں اور کفار کی سرکردہ شخصیات و تنظیموں کی سرپرستی میں یہ اپنے مراکز قائم کر رہے ہیں۔

یہ اسلام دشمن افراد و مراکز انھیں دامے درمے سخنے امداد فراہم کر رہے ہیں، تاکہ معصوم اور بھولے بھالے مسلمانوں کو کفر کے جال میں پھنسایا جا سکے، اسلام کی شان و شوکت اور اس کی طاقت کو کمزور کیا جا سکے۔ اسی طرح افریقہ میں بھی ان لوگوں کی کارروائیاں جاری ہیں۔ یاد رہے کہ افریقہ اس وقت اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے دیگر تمام خطوں میں سب سے آگے ہے، وہاں اسلام کی روشنی بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے، اسلام کے سیلِ رواں کو روکنے کے لیے اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی سرپرستی میں بہائیوں کے ساتھ دیگر بہت سی طاقتیں بھی کام کر رہی ہیں، اس لیے اسلامی تنظیموں اور مخیّر حضرات و شخصیات سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں آگے بڑھیں اور ان کی کوششوں کو ناکام بنائیں۔

ہمیں یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ امریکہ میں خاص طور پر عالمی صیہونی جماعتوں

---

[1] سورۃ البقرہ [آیت نمبر: ۱۷۵]

کے تعاون سے بہائیوں نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، اپنے زہر آلود افکار، معصوم اور بھولے بھالے مسلمانوں کے اذہان میں انڈیلنے کی کوشش کی ہے، جس کے لیے وہ انتہائی غیر اخلاقی اور گھٹیا حربے استعمال کر رہے ہیں۔ بے حیائی اور عریانی کو پھیلا رہے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے ایک خوبصورت نعرہ ایجاد کیا ہے کہ مرد اور عورت برابر ہیں۔

اس نعرے کو انھوں نے یورپ اور امریکہ کی بہت ساری یونیورسٹیوں میں پھیلا دیا، وہاں سے ان یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والے مسلمان طالب علموں کے ذہنوں میں بھی اس نعرے کو ڈالا گیا، تاکہ جب یہ مسلمان طالب علم اپنے ممالک کو واپس لوٹیں تو یہ زہریلے خیالات وہاں بھی پھیلیں۔ مسلمانوں کے دِلوں سے اپنے محبوب قائد حضرت محمد ﷺ کے نام کو کھرچنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے جا رہے ہیں۔ اس لیے کہ آج بھی آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی کفار کے دِلوں میں رعب اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ نامِ محمد ﷺ سامنے آتے ہی ان کے دِل و دماغ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

اس لیے تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس عظیم خطرہ اور فتنہ سے خود بھی آگاہ ہوں، اپنے جاننے والوں اور دیگر تمام مسلمانوں کو اس سے آگاہ کریں، ان کی حقیقت کھولیں، ان کے چہروں پر پڑی نقابوں کو اُلٹائیں، تاکہ ہر مسلمان تک یہ پیغام پہنچ جائے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن اور حضور ﷺ کی محبت کو مسلمانوں کے دِلوں سے نکالنے کے درپے ہیں۔ ان کے مکروہ عزائم سے پردہ اُٹھانے اور ان کی جڑیں اس پوری دنیا سے اکھاڑنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُمتِ مسلمہ اس خطرے کے خلاف متحد ہو جائے۔ صلیبیوں، یہودیوں اور اسلام دشمن عناصر کی سازشوں سے آگاہ ہو جائے۔ اس لیے کہ یہ لوگ منکرات اور ممنوعہ کاموں کو لوگوں میں عام کرنا چاہتے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، انھیں مسلمانوں کے اندر عام کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد کتاب کو میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں، جس میں بابیوں اور بہائیوں کے بارے میں نایاب عقائد اور معلومات

کا انکشاف کیا گیا ہے، تا کہ مسلمان اس گمراہ فرقے کے بارے میں آگاہ ہو جائیں اور ان کی دسیسہ کاریوں سے بچ سکیں۔

میں یہاں یہ بات بھی بیان کرنا چاہوں گا کہ اس کتاب کا انگریزی اور فارسی ترجمہ بھی موجود ہے اور عنقریب اس کو اُردو زبان میں بھی قارئین کے سامنے پیش کیا جائے گا، إن شاء اللہ تعالیٰ۔ قلتِ وقت کے پیشِ نظر میں اس کتاب پر نظرِ ثانی نہ کر سکا۔ پاکستان میں چونکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو عربی سمجھ سکیں یا عربی کتب کی درستی کر سکیں، لہٰذا میں اپنے تمام عرب قارئین سے پیشگی معذرت کرتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں املاء یا عربی کی کوئی غلطی ہو تو وہ نہ صرف مجھے اس بارے میں معذور سمجھیں، بلکہ اس کی تصحیح کرنے کی بھی کوشش کریں اور مجھے اس بارے آگاہ کریں۔ اسی طرح میں جناب استاد محمد محمد عبدالجواد جو پنجاب یونیورسٹی میں جامعۃ الازہر کے نمایندے ہیں، ان کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کو جستہ جستہ پڑھا اور مختلف مقامات پر مجھے مفید مشورے دیے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تمام قارئین کے لیے نافع بنائے اور میرے لیے ذخیرۂ دنیا و آخرت بنائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العلمين، و صلى اللّٰه على نبيه و صفيه إمام الأنبياء و خاتم المرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعه إلى يوم الدين.

احسان الٰہی ظہیر

20 اپریل 1978ء

لاہور، پاکستان

باب 1

بابیت... تاریخ اور آغاز

بابیت کا ظہور سب سے پہلے ایران میں ہوا۔ ایران وہ علاقہ ہے جو قدیم زمانوں سے مجوسی اور زرتشتی عقائد رکھنے والوں کا گڑھ رہا ہے۔ یہ سارا خطہ ہی ہمیشہ باطل افکار، شرک، یہودیت، مجوسیت، زرتشتیت اور اس طرح کے دیگر باطل فرقوں کے لیے زرخیز مقام رہا ہے۔ ان تمام باطل فرقوں نے ایران کو اپنا مرکز بناتے ہوئے پوری دنیا کو اپنے باطل افکار کا نشانہ بنایا۔ گمراہ اور ملحد فرقوں کے لیے ایران ہمیشہ بڑا ہی مناسب اور بہترین مقام ثابت ہوا۔

تاریخ کا ادنیٰ سا مطالعہ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف عام طور پر جو سازشیں ہوئیں، سب سے زیادہ اسلام کے خلاف جہاں بغض اور کینہ رکھا گیا، تو اُس کا مرکز یہی علاقہ تھا یعنی ایران، جو دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا۔ ایرانیوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس فتح کا شدید رنج تھا، چنانچہ ہر موقع پر انھوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے بھرپور کارروائیاں کیں، ان کے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کے لاوے ابلتے رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ خود اسلام کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلکہ ان تمام لوگوں کو بھی سایۂ عاطفت میں جگہ دی جو مسلمانوں کے خلاف معاندانہ عزائم رکھتے ہیں۔ ابومسلم، مقنع اور خرمی اُن بغض نفرتوں اور دشمنیوں کی علامات ہیں، جو اسلام کے خلاف ایرانیوں نے اپنے سینوں میں رکھی ہوئی ہیں۔

ابن سبا یہودی کے ساتھ بھی ان لوگوں نے اس وجہ سے تعلق قائم کیا، تاکہ

اسلام کی جمعیت کو منتشر کیا جا سکے اور ان لوگوں کے خلاف سازشیں کی جا سکیں جنھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران فتح کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے قبل ایران جہالت، شرک اور بت پرستی کا گڑھ تھا، جب اسلام اس علاقے میں آیا تو مسلمانوں کی محنت سے ایران کے بہت سے لوگ اسلام لے آئے۔ یہی وہ دُکھ اور تکلیف تھی جو ایرانیوں کے دِلوں میں پنپ رہی تھی، بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کے احسان مند ہوتے، جنھوں نے آ کر انھیں قعرِ مذلت سے نکالا، اس کے بجائے انھوں نے سازشیں شروع کر دیں، مسلمان مخالف ممالک اور قوتوں کی پشت پناہی اور سرپرستی شروع کر دی، احسان کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا۔

ایران میں کم لوگ ہی اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔ اکثر لوگ ایران کی پرانی تہذیب، فلسفہ اور افکار کے گرد ہی گھومتے رہے۔ ایرانی لوگ آج تک خوابوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آج بھی وہ اس امامِ منتظر غائب کا راستہ دیکھ رہے ہیں جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوگا اور جو ان کی فارسی اہلیہ شہر بانو کے بطن سے ہوگا، جو یزدگرد ثالث کی بیٹی تھی۔ ایرانی انتہائی عقیدت، احترام اور بے صبری کے ساتھ اس امام غائب کا انتظار کر رہے ہیں۔

ان کے عقیدے کے مطابق یہ امام غائب آلِ ساسان میں سے ہوں گے۔ یاد رہے کہ آلِ ساسان نے طویل عرصہ تک ایران، جس کا پرانا نام فارس ہے، پر حکومت کی، آج بھی اہلِ ایران آلِ ساسان کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انتظار کا عالم یہ ہے کہ ایرانی شیعہ صبح اٹھتے ہی روزانہ یہ دعا پڑھتے ہیں:

"اے اللہ انتظار طویل ہوگیا، دشمن ہم پر طعنہ زنی کر رہا ہے، اب مزید انتظار ہمارے لیے مشکل ہے۔"

نیز وہ کہتے ہیں:

”اے اللہ غم کی اس تکلیف کو امت سے دور فرما، آسانی کے معاملے کو جلدی سامنے لا اور یااللہ ہمارے لیے زندگی کے تمام معاملات میں آسانی پیدا کر۔“

اسی طرح وہ ایک اور دعا کرتے ہیں:

”اے صاحبِ زمان آپ کا انتظار اتنا طویل ہوگیا کہ رشتے دار رشتے داروں سے بچھڑ گئے، لوگ آپ کی زیارت کی خاطر اپنے اوطان کو ترک کرنے پر مجبور ہوگئے اور شہر والے ابھی آپ کے انتظار میں دیدۂ دِل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں۔“[1]

اہلِ ایران آج بھی کسریٰ کی شان وشوکت کو یاد کرتے ہیں۔ وہ دور جس میں ایران کرۂ ارض پر حکمرانی کرتا تھا اور کسریٰ کا نام پوری زمین پر انتہائی شان وشوکت کے ساتھ لیا جاتا تھا۔ اہلِ ایران کا خیال ہے کہ جب امام غائب آئے گا تو وہ آکر اہلِ عرب سے انتقام لے گا، جنھوں نے ایرانیوں کی طویل العمر سلطنتِ کسریٰ کو ختم کیا۔ جنھوں نے آکر بادشاہت اور اُن کے غرور کو خاک میں ملا دیا، ان کی بادشاہت کو ایسا تہس نہس کیا کہ آج تک کوئی اور کسریٰ نہ آسکا، جنھوں نے آکر اہلِ ایران کے اجتماعی تفاخر اور ان کی شان وشوکت کو زمین بوس کر دیا۔ امام غائب آکر اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت کو ختم کرے گا۔ بنی ہاشم میں سے ایک بچہ پیدا ہوگا، لوگوں کو اپنی بیعت کا حکم دے گا، اس کے پاس ایک نئی کتاب ہوگی اور اسی نئی کتاب کے احکام پر وہ لوگوں سے بیعت لے گا، عربوں سے انتقام لے گا۔ اس لیے اے لوگو! اگر تم ایسے کسی شخص کے بارے میں سنو جو عربوں پر بھاری ہو تو تم اس کا اتباع کرنے میں سستی نہ کرنا۔[2]

---

[1] المهدية في الإسلام، مصنف: سعدی محمد حسن (ص: ۱۳۱)

[2] الإيقان، مصنف: المازندراني (ص: ۱۵۹) یہ ایک جھوٹی روایت ہے جو شیعوں کی مشہور کتاب ”البحار، مصنف: المجلسي وغیرہ نے سیدنا جعفر صادق کے حوالے سے نقل کی ہے۔

یہ امام غائب فرائض اور سنن کا ازسرنو تعین کرے گا، نئی شریعت اور ملت لائے گا جو:

''وہی کام کرے گا جو حضور ﷺ نے کیے، اور آکر اُن تمام احکام کو اور شریعت (اسلام) کو ختم کرے گا جیسا کہ حضور ﷺ نے آکر جاہلیت کے تمام طریقوں کو ختم کیا تھا۔''[1]

اہلِ ایران کے ہاں قدیم زمانے سے ایک بات چلی آرہی ہے کہ زرتشت نے اپنے ایک شاگرد کو کہا تھا:

''اہلِ فارس سے بادشاہت چھن جائے گی اور روم و یونان کے پاس چلی جائے گی، پھر اہلِ فارس کے پاس بادشاہت آجائے گی۔ اس بادشاہت کو اہلِ عرب ان سے چھین لیں گے اور اہلِ عرب کے زوال کے بعد پھر یہ بادشاہت اہلِ فارس کے پاس آجائے گی۔ مشہور نجومی جاماسب نے بھی زرتشت کی اس بات کی تائید کی۔''[2]

چنانچہ وہ کہتے ہیں:

''زرتشت کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہو چکی ہے، جاماسب نے جو بات بتائی تھی وہ بھی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی کہ پہلے روم اور یونان کے پاس بادشاہت چلی گئی (سکندر کے دور میں)، پھر تین سو برس کے بعد دوبارہ اہلِ عجم کے پاس بادشاہت آگئی، اہلِ عجم کے بعد بادشاہت اہلِ عرب کے پاس چلی گئی، اور اب دوبارہ یہ بادشاہت اور قیادت و سیادت کا تاج اہلِ عجم کے سر پر رکھا جائے گا، مگر اب اس قیادت و سیادت کا سرخیل، رہبر و راہنما وہ امام غائب ہوگا، جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے یا

---

[1] الإيقان (ص: ١٥٨) یہ روایت بھی شیعوں کی کتاب ''البحار'' اور ''جوامع الكلم'' میں حضرت جعفر سے منقول ہے۔

[2] الفرق بين الفرق (ص: ٢٨٦) مطبوعه: مطبعة المدني، قاهره.

اب یہ قیادت اس رسول کے ذریعے اہلِ عجم کے پاس آئے گی، جو رسول اہلِ عجم میں سے ہی پیدا ہوگا، اس پر آسمان سے کتاب نازل ہوگی اور اس کی شریعت، شریعتِ محمدیہ ﷺ کو بھی نسخ کر دے گی۔''[1]

اس طرح کے حالات، ماحول اور علاقے میں فرقہ بابیہ منظرِ عام پر آیا اور اس کی خوب پرورش ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران میں فرقہ شیخیہ کا بڑا زور تھا، جس کے قائد الشیخ احمد الاحسائی اور السید کاظم الرشتی نے لوگوں کو امام غائب کی جلد آمد کی خوش خبری سنائی ہوئی تھی اور لوگوں کو ابھارا تھا کہ وہ تیار ہو جائیں، کیونکہ امام غائب ظاہر ہونے کو ہیں۔ ذہنی اعتبار سے لوگ بالکل تیار تھے، انتہائی شوق کے ساتھ امام غائب کا انتظار کر رہے تھے، اس وقت کیا حالات تھے؟ اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے ایک مورخ لکھتا ہے:

''شیخ احمد احسائی نے عوام کے کانوں کو خوشخبریوں سے بھر دیا تھا، انتظار اور شوق کی آگ عوام کے دِل میں بھڑک رہی تھی، انتظار کی راتیں اور دِن طویل ہوتے جا رہے تھے، جو آدمی بھی امام مہدی کا نام لے کر منظرِ عام پر آتا، فوراً اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہو جاتی اور لوگ اس کے پیچھے چل پڑتے۔ اس کے پیچھے وجہ یہی تھی کہ انھیں فرقہ شیخیہ کی جانب سے یقین دلا دیا گیا تھا کہ اب امام کی آمد میں کوئی دیر نہیں ہے۔ لوگ ہر روز صبح اُٹھتے، اپنے اردگرد کسی تبدیلی پر غور کرتے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دُور دُور تک دیکھتے کہ شاید کہیں سے امام آ رہے ہوں۔ ایسے حالات میں اگر کوئی شخص امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے لیے وہ انتہائی سازگار موقع تھا، صرف اسے وہ بہروپ اختیار کرنا تھا اور پھر عوام اس کے پیچھے ہوتے۔''[2]

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۷۹)

[2] نصائح الهدىٰ والدين، مصنف: جواد البلاغي (ص: ١١٤)

یہ وہ حالات تھے جن میں شیرازی کو سامنے آنے کا موقع ملا۔ اس نے حالات کے مطابق لبادہ اوڑھا، عوام کی مایوسی، نا اُمیدی اور جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا نجات دہندہ بن کر سامنے آیا، اس نے لوگوں کو بتایا کہ وہی امام منتظر ہے، وہی امام غائب ہے، وہی ان کی اُمیدوں کا ملجا و ماویٰ ہے، خود بابی اور بہائی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ شیرازی اس طرح کے مایوس کن اور مشکوک سے ماحول میں ظاہر ہوا، چنانچہ اسلمنت اپنی کتاب میں ''ظہورِ جدید کے وطن کا ذکر'' کے عنوان کے تحت رقم طراز ہے:

''ایران ہی نئے دین کا وطن ہے اور اس بات کو مختلف تاریخی حوالوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اگرچہ اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اسی دوران میں اس کی شان و شوکت کا سقوط ہوا، طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا، پے در پے حکومتیں آئیں اور بدلتی گئیں، بعض حکمران بڑے کمزور تھے کہ وہ نظامِ مملکت پر قابو نہ پا سکے، جبکہ بعض انتہائی طاقتور اور اس حد تک سرکشی پر آمادہ ہوگئے کہ عوام انھیں درندوں کے نام سے یاد کرنے لگے۔ اس زمانے میں علما بھی بڑے ہی متعصب اور عام طور پر تحریف و تاویل کے ماہر تھے، زیادہ تر علما شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا دینی اور سیاسی امور بھی شیعہ مذہب کے تابع تھے۔

''یہ وہ زمانہ تھا جب شیعہ علما انتہائی متعصب تھے اور تعلیم حاصل کرنے اور بالخصوص مغربی علوم وفنون کو ناپاک اور گندگی شمار کرتے تھے، ان کے خیال میں اس طرح کے علوم دِین اور مذہب مخالف تھے۔ اس دور میں بدامنی کا راج تھا، راستے غیر محفوظ تھے، سرراہ راہزنی اور ڈکیتیوں کے

واقعات عام تھے، عوام کو طبی سہولیات حاصل نہیں تھیں، ان حالات میں بعض مقدس نفوس کا ظہور ہوا جنھوں نے لوگوں کے دِلوں میں خدا کی محبت اور اس کا عشق پیدا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی بات مانتے ہوئے بہت سارے لوگ موعود الٰہی پیغمبر کا انتظار کر رہے تھے، ان کو یقین تھا کہ موعود پیغمبر بس آنے ہی کو ہے۔ یہ اُن حالات کا خلاصہ ہے جس میں بابی شیرازی ظاہر ہوا۔"[1]

اسی طرح کے حالات کا تذکرہ زرندی البہائی نے اپنی کتاب "مطالع الأنوار" اور عباس آفندی اپنی کتاب "مقالة سائح" وغیرہ میں کیا ہے۔
عبدالحسین آوارہ، جو مشہور بہائی مورخ ہے، لکھتا ہے:

"امام مہدی کے ظہور اور امام موعود کی جلد آمد کا خیال وعقیدہ ایران میں اس حد تک پھیل چکا تھا کہ جو شخص صبح کو بیدار ہوتا، وہ یہی کہتا: آج رات میں نے خواب میں امام کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا رَد کرتے ہوئے فوراً کہتے: نہیں نہیں، ہم نے تو بیداری میں ان کو فلاں مقام پر دیکھا تھا، وہ تمھارے خواب میں کیسے آ گئے؟ کوئی کہتا کہ اس نے انھیں صحرا میں دیکھا ہے۔ کچھ لوگ بتاتے کہ وہ سمندر کے کنارے ٹہل رہے تھے کہ اچانک سمندر کی ایک موج نے انھیں گہرے پانی میں پھینک دیا، امام موعود نے آ کر انھیں ڈوبنے سے بچایا۔ بعض یہ کہانی بناتے کہ انھوں نے امام مہدی کو جابلسا نامی شہر میں دیکھا ہے (جو شیعہ کے مجہول اور نامعلوم امام کا شہر ہے)۔

"بعض اس طرح کی کہانی گھڑتے کہ وہ سفر کر رہے تھے، دورانِ سفر

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ١٩۔٢١)

راستہ بھٹک گئے اور جابلقاء نامی مقام پر پہنچے، وہاں انھوں نے دیکھا کہ امام مہدی کے بیٹے، ہاشم، قاسم اور طاہر لوگوں کے ساتھ مصافحہ کر رہے ہیں، ان کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اور حکومتی معاملات کو چلا رہے ہیں۔ کئی لوگ ایسے بھی سامنے آئے جنھوں نے دعویٰ کیا کہ امام مہدی نے ان کا نام لے کر انھیں پکارا ہے۔"[1]

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ۱۸) مطبوعہ: فارسی.

شیرازی کے حالاتِ زندگی

اس طرح کے حالات اور ماحول میں شیراز نامی شہر میں، جو ایران کے جنوب میں واقع ہے، ایک بچہ پیدا ہوا جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ اہلِ بیت میں سے ہے۔ یہ 1235ھ یکم محرم الحرام بمطابق 20 اکتوبر 1819ء کی بات ہے۔[1]

ایک اور قول کے مطابق 26 مارچ 1821ء۔[2]

ایک اور قول کے مطابق 1824ء۔[3]

ایک اور قول کے مطابق یکم محرم الحرام 1236ھ، 26 مارچ 1821ء۔[4]

ایک اور قول کے مطابق یکم محرم الحرام 1236ھ، 18 اکتوبر 1830ء کو یہ واقعہ رونما ہوا۔[5]

بچے کا نام علی محمد رکھا گیا۔ تاہم تاریخی اعتبار سے یہ بات واضح ہے کہ یہ بچہ کسی بھی طرح اہلِ بیت میں سے نہیں تھا، چنانچہ مورخین حتیٰ کہ بابی اور بہائی مورخین

---

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢١) نیز دیکھیں: مقالة سائح (ص: ٢٤٩)، مطبوعه: براؤن۔ الكواكب (ص: ٢٧) مطبوعه: فارسی۔ آواره نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی پیدائش یکم محرم بمطابق 13 اکتوبر کو ہوئی۔ تاہم یہ تاریخ غلط ہے، اس لیے کہ 1235ھ کی یکم محرم انگریزی حساب سے 20 اکتوبر 1819ء بنتی ہے۔

[2] تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين، (٣/ ٦٦٥) مطبوعه: عربی۔

[3] دائرة المعارف، مصنف: الوجدی (٢/ ٥)

[4] دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٧) مطبوعه: ایران.

[5] دائرة المعارف الأردية (٣/ ٧٨٤)

بھی اسے مرزا کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلمنٹ، عبدالحسین آوارہ[1] وغیرہ بھی اسی نام سے شیرازی کو پکارتے ہیں۔ مشہور فرانسیسی مورخ ''کاؤنٹ جوبینو'' جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ شیرازی کا بڑا معتقد ہے، وہ بھی اپنی کتابوں میں شیرازی کو مرزا کے لقب ہی سے پکارتا ہے۔[2]

پروفیسر براؤن جو مشہور انگریز مستشرق ہے، اور اس کے علاوہ جتنے بھی مغربی مورخین ہیں، وہ بھی مرزا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔[3] حالانکہ یہ بات ایران اور بلادِ عجم میں مشہور ہے کہ کسی بھی اہلِ بیت کے فرد کے لیے لفظِ مرزا کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح لفظِ سید کا لفظ صرف اہلِ بیت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ کسی کے لیے نہیں کیا جاتا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے متبعین نے یہ بات گڑھ لی کہ وہ اہلِ بیت میں سے تھا، تاکہ اسے امام مہدی ثابت کیا جا سکے، کیوں کہ امام مہدی کے بارے میں یہی آتا ہے کہ وہ اہلِ بیت میں سے ہوں گے۔

تعلیم اور پرورش:

اس کے والد کا نام محمد رضا اور ماں کا نام فاطمہ بیگم تھا۔ ابھی شیرازی کم عمر ہی تھا کہ اس کے والد محمد رضا جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، انتقال کر گئے۔ چنانچہ اس کے ماموں مرزا علی نے، جو شیراز کے بڑے تاجروں میں سے تھا، اس کی پرورش کی، چھے برس کی عمر میں اس کا ماموں مرزا علی اسے دینی تعلیم و تربیت کے لیے شیخ عابد کے پاس لے گیا، جو سید کاظم رشتی کے مشہور شاگردوں میں سے تھا۔ شیخ عابد کے مدرسے کا نام ''قهوة الأنبياء والأولياء'' تھا۔[4]

---

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ۲۱) نيز الكواكب (ص: ۲۷)

[2] الديانات والفلاسفة في آسيا الوسطىٰ، مطبوعہ: پیرس، 1866ء۔

[3] مقدمة نقطة الكاف (ص يط) نیز ''تاریخِ جدید'' انگریزی، مطبوعہ: براؤن۔

[4] الكواكب (ص: ۳۰۔۳۱)

شیرازی کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک اور بھی استاد تھا جس کا نام محمد تھا۔ یہ وہی محمد ہے جس کے بارے میں شیرازی بچپن کی باتوں کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اپنے استاد سے کہا کرتا تھا:

''اے محمد میری اتنی پٹائی نہ کیا کرو۔''[1]

شیرازی نے بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔[2]

تعلیم کے معاملے میں شیرازی انتہائی کام چور تھا، تعلیم سے دُور بھاگتا تھا، تہذیب و ثقافت میں اسے کوئی رغبت نہیں تھی، لیکن اس نے فنِ خطاطی میں حیران کن مہارت حاصل کر لی، وہ خوشخطی اور سرعتِ کتابت میں عجوبۂ روزگار تھا۔[3]

جب اس کے ماموں مرزا علی نے دیکھا کہ اس کا بھانجا تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا، علم کی طرف اس کا کوئی میلان نہیں ہے تو اس نے اسے کاروبار میں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ شیراز میں جب کاروباری حالات خراب ہوگئے تو وہ بوشہر نامی شہر میں منتقل ہوگئے، جہاں اس کے ماموں نے کپڑے کی دکان کھولی، وہیں مرزا شیرازی نے کاروباری داؤ پیچ سیکھ لیے، سترہ برس کی عمر تک وہ کاروباری معاملات میں بہت ماہر ہوگیا تھا۔

اسی دوران میں اسے رشتی کا ایک شاگرد ملا، جس کا نام سید جواد کربلائی تھا۔ سید جواد اپنے استاد کی تعلیمات کا زبردست اور پرجوش مبلغ تھا، اس نے دکان میں ہی مرزا شیرازی کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا اور شیخیت کے افکار کی تبلیغ کرتا رہا، وہ مرزا شیرازی کو امام منتظر کے متعلق رشتی اور احسائی کے افکار و خیالات سے آگاہ کرتا اور اس

---

[1] البیان (باب: ١١، جزو ٦)

[2] بھاء اللہ والعصر الجدید (ص: ٢١) مصنف: اسلمنت.

[3] مطالع الأنوار (ص: ٥٩)) مصنف: زرندی البھائي۔ و مقدمة نقطة الكاف، پروفیسر براؤن (ص: عب) مطبوعہ: لیڈن.

کو باور کروا تا کہ اس کی علامتوں اور چہرے مہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی وہ موعود ہے، جس کے قربِ ظہور کی خوش خبری احسائی اور اس کے بعد رشتی نے دی ہے۔[1]

مرزا شیرازی اس کی باتوں میں آ گیا، چونکہ پہلے بھی وہ اس قسم کی باتیں مکتب میں سنتا رہا تھا اور فرقہ شیخیہ سے متعلق اسے بہت ساری معلومات تھیں، لہٰذا شیرازی سید جواد کربلائی سے بہت متاثر ہوا اور کاروبار سے اُس کا دِل اُٹھ گیا، اس نے صوفیوں کی کتابیں، ان کے روحانی مجاہدے اور اس طرح کی دیگر کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، خاص طور پر اُس نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی کتابیں پڑھیں، جن میں علم الاعداد بارے بتایا گیا تھا۔ علم الاعداد شیرازی کی دلچسپی کا خاص موضوع بن گیا۔

اسی طرح اس نے اپنا زیادہ وقت ستارہ شناسی اور اس کے مداروں کے بارے میں جاننے پر صرف کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی اس کی دلچسپی بڑھتی رہی۔ صوفیوں کی طرح اس نے بھی ریاضتیں اور مشقتیں شروع کر دیں، طویل مراقبے اور تھکا دینے والے اذکار کا وِرد اُس کی پہچان بن گئے:

> ''بعض دفعہ وہ تپتی دوپہر میں گھر کی چھت پر سورج کی گرم شعاؤں میں کھڑا ہو جاتا، اس کے لیے اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کپڑے اُتار کر ننگے سر اور ننگے پاؤں سورج کے بالکل سامنے کھڑا ہو جاتا اور کئی کئی گھنٹے ایسے ہی کھڑا رہتا۔ اس طرح کے مجاہدوں نے اس کی عقل پر بھی اثر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ اس کی ذہنی کیفیت میں تبدیلی آتی رہی۔''[2]

چھ مہینے تک یہ مکار جواد کربلائی اس کے پاس ہی رہا۔ ہر روز شیرازی کو نئے نئے طریقے بتاتا، مزید مشقتوں اور ریاضتوں کے لیے اسے آمادہ کرتا، اور وہ اسے تیار

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ٣٤) مطبوعه: فارسی۔

[2] مطالع الأنوار (ص: ۷۷) مطبوعه: انگریزی۔ نیز دائرة المعارف الإسلامية (۳/ ۲۲۷) و ''ناسخ التواریخ'' اور ''روضات الجنات'' شیرازی کے ذکر کے تحت، مطبوعہ: فارسی۔

کرتا کہ وہ کربلا میں جا کر رشتی سے ملاقات کرے، تاکہ ان علوم وفنون کی تکمیل ہو سکے جن کے لیے وہ محنت کر رہا ہے۔ کربلائی کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار سے تو شیرازی کا دِل ہٹ ہی گیا، ذہنی طور پر اس کی حالت ایک مجنون شخص کی سی ہوگئی، وہ رشتی سے ملاقات کے لیے بے تاب رہنے لگا، جب اس کے ماموں نے اس کی صورتحال دیکھی تو زمانے کے رواج کے مطابق شفا حاصل کرنے کے لیے اسے نجف اور کربلا بھیج دیا، تاکہ وہاں پر مختلف درگاہوں اور مزاروں کی زیارت سے اسے شفا حاصل ہو جائے۔ اس کے ماموں کا مقصد یہ بھی تھا کہ کسی طرح شیرازی کا غم کم ہو، کیونکہ چند روز قبل ہی اس کے ایک بیٹے کا انتقال ہوا تھا، اس کا یہ بیٹا 1259ھ میں اس کی بیوی خدیجہ بیگم کے بطن سے پیدا ہوا تھا، جو مرزا حسن کی بہن تھی اور شیراز میں اس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی۔[1]

پیدائش کے فوراً بعد بچے کی وفات نے شیرازی کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا، اُن دِنوں ریاضتوں اور مشقتوں کی وجہ سے ویسے ہی وہ پراگندہ حال اور خیال تھا۔ اس واقعہ نے اس کی ذہنی کیفیت پر اور زیادہ گہرا اثر ڈالا۔ اسی دوران میں وہ جو مختلف علوم حاصل کرتا رہا، اس کے اثرات بھی سامنے آنا شروع ہو گئے، اس کے ذہن میں یہ خناس بھر گیا کہ یہ ان اوراد و اذکار اور ریاضتوں کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو چکا ہے، اس کی عقل، سمجھ اور تخیل عامۃ الناس سے بہت زیادہ بلند اور افضل ہے اور سونے پر سہاگا کہ وہ بڑا حسین اور وسیم بھی تھا۔

اس کے ماموں نے زیارتوں کے لیے اسے کربلا بھیجا، جیسے ہی وہ کربلا میں وارد ہوا تو سیدھا شیخ احسائی کے مدرسے میں جا پہنچا۔[2]

شیخ احسائی تو انتقال کر چکے تھے، اب وہاں کا مسندِ نشیں اُن کا سب سے لائق

[1] الکواکب (ص: ۳۹)

[2] روضات الجنات (ص: ۲۷)

و فائق شاگرد سید کاظم رشتی تھا۔ شیرازی نے رشتی کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا، فرقہ شیخیت کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کیا، اسے یہ بات سمجھ آئی کہ فرقہ شیخیت کی تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات اور اس کی طبیعت سے بہت زیادہ لگاؤ کھاتی ہیں۔ شیخ رشتی کی باتیں سن سن کر اسے سید جواد الطباطبائی اور اپنے پہلے استاد عابد کی باتیں بھی یاد آئیں، خاص طور پر اس کے ذہن میں یہ بات پختہ ہونی شروع ہوگئی:

> ”حسن عسکری کے بیٹے کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کی روح ایک اور جسم میں چلی گئی۔ عن قریب وہ ایک نئے جسم اور شکل میں لوگوں کے سامنے آئے گا، اس کی آمد انتہائی قریب ہے، جونہی رشتی کا انتقال ہوگا وہ دنیا میں ظاہر ہو جائے گا، وہ پیدا ہو چکا ہے، مگر اس کے ظہور کا اعلان ابھی باقی ہے۔“[1]

رشتی اپنے شاگردوں کو اکثر کہا کرتا تھا:

> ”مبارک ہو کہ امام مہدی ظاہر ہونے کو ہیں، بس اب وہ امام منتظر آنے ہی والا ہے۔“[2]

شیرازی اپنے شیخ رشتی کی یہ باتیں بڑی توجہ سے سنتا تھا، چونکہ ذہنی طور پر اس کی حالت کافی بگڑ گئی تھی، بچے کی وفات کا صدمہ تھا، ایران کے غیر یقینی سیاسی و معاشی صورتحال اس کے سامنے تھی، کاروبار میں ناکامی کا اثر بھی ذہن پر تھا، ان تمام خیالات کی وجہ سے آہستہ آہستہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھنی شروع ہوگئی کہ وہ امام مہدی جو انتقال کر چکا ہے اور اس کی روح ایک نئے جسم میں منتقل ہوگئی تو وہ جسم اُسی کا یعنی شیرازی ہی کا ہے۔ اس کا خیال یہ ہوا کہ میرے اندر ہی مہدی کی روح حلول کر گئی ہے۔ وہ امام مہدیؒ جو آ کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور ظلم و جور کو ختم کرے گا۔

---

[1] ”نقطة الكاف (ص: 103) نیز دیکھیں: مقالة سائح (ص: 4) الكواكب (ص: 14) مطالعه الأنوار وغیره.

[2] الكواكب (ص: ٢٤) مطبوعه: فارسی، و (ص: ٤٥) مطبوعه: عربی۔

رشتی سے اس کی یہ حالت چھپی نہ رہ سکی، چونکہ وہ خود گمراہانہ عقائد کا حامل تھا، لہٰذا اس نے اپنے اس شاگرد پر خاص توجہ کرنی شروع کر دی، بار بار اُسے امام مہدی اور اس کے ظہور کے واقعات سناتا، اس کے آتشِ شوق کو اور بڑھاتا اور وقتاً فوقتاً مختلف طریقوں سے اس کے ذہن میں یہ بات بھی ڈالتا رہتا کہ وہ بھی مہدی ہو سکتا ہے۔

مرزا جانی الکاشانی، جو مشہور بابی مورخ ہے، اپنی کتاب میں لکھتا ہے: ''سید کاظم رشتی عام طور پر اشاروں کنایوں کے ذریعے اپنے متبعین اور ماننے والوں کو یہ بات کہتے رہتے کہ مرزا علی محمد شیرازی ہی مہدی ہے۔ عام طور پر کاظم رشتی یہ شعر پڑھتا:

اے کم عمر لچکیلے بدن والے

اے دودھ پینے والے بچے [1]

اس شعر سے اس کی مراد مرزا علی محمد شیرازی ہوتی، کیونکہ تمام حاضرینِ مجلس میں سب سے کم عمر وہی تھا۔ ایک اور مقام پر مرزا جانی کاشانی لکھتا ہے:

''ایک دِن مرزا علی محمد اپنے استاد رشتی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، مرزا شیرازی کی جانب والی کھڑکی سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی، روشنی کو دیکھتے ہی رشتی نے کہا: امام منتظر ان چمکدار شعاؤں کی طرح عالمِ دنیا میں آ چکا تھا، ساتھ ہی اس نے مرزا شیرازی کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ لوگوں کو سمجھ آ گئی کہ امام سے مراد مرزا علی محمد ہے۔'' [2]

کاشانی وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے:

''رشتی ضعیف العمر تھا، اس کے باوجود وہ نوجوان شیرازی کا بڑا احترام کرتا تھا اور مجلس میں آمد پر اس کی اتنی عزت کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔

---

[1] نقطة الكاف (ص: ۱۰۳) مطبوعہ: فارسی، تحقیق پروفیسر براؤن، مطبوعہ: لیڈن۔

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۰۴)

اس وجہ سے بھی بہت سارے لوگوں کے دِل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اتنی عزت و احترام کا قابل تو صرف امام ہی ہوسکتا ہے، لہٰذا یہی وہ امام موعود ہے۔"[1]

شیخ کی مجلس میں رُوس کا ایک جاسوس بھی بیٹھتا تھا جس کا نام کنیاز دلگورکی تھا، مگر وہ شیخ عیسیٰ النکرانی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے کوئی ایجنٹ تلاش کر لے، ان کی کمزوریوں کا جائزہ لے اور انھیں آپس میں لڑانے کے لیے حکومت کو مواد فراہم کرے۔ مرزا شیرازی کو دیکھ کر اس جاسوس کو یوں لگا، جیسے اس کے دِل کی مراد بر آئی ہو، اس نے بھی مرزا شیرازی پر توجہ دینی شروع کر دی، بعد میں وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب بھی ہوا۔ کنیاز دلگورکی نے بعد میں اپنی یادداشتیں بھی لکھیں جو دلگورکی کی ڈائری کے نام سے روس کے مشہور اخبار "الشرق" میں چھپیں۔ یہ 1924ء کی بات ہے، اس وقت تک ایران میں شہنشائیت کا خاتمہ ہوچکا تھا اور رُوس میں انقلاب بالشویک آ گیا تھا۔

اپنی ان یادداشتوں میں اس نے شیخ رشتی کی مجالس کا ذِکر کیا، وہاں جو واقعات ہوتے رہے، ان کو تفصیل سے بیان کیا اور اس امر کو بھی وضاحت سے بیان کیا کہ کس طرح اس نے نوجوان مرزا شیرازی پر محنت کی اور اسے اپنی ڈگر پر لے آیا۔ ان تفصیلات کو ہم مناسب مقامات پر بیان کریں گے۔[2]

حاصل کلام یہ کہ یہ جاسوس بھی مرزا شیرازی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوا اور اس کے خوابوں اور سوچوں کو عملی تعبیر کا جامہ پہنانے میں اس نے مدد فراہم کی۔

عام طور پر بہائی انکار کرتے ہیں مگر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے:

---

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: 27) مطبوعه: فارسی.

[2] دیکھیں: "شیرازی اور اس کے دعوے"

”شیرازی نے دو برس تک رشتی کے پاس تعلیم حاصل کی۔“[1]

ایک بہائی مصنف کے مطابق:

”شیرازی اختلالِ عقل کے بعد کربلا چلا گیا، وہاں وہ شیخ رشتی کے درس میں بیٹھتا رہا اور اس کی باتوں کو انتہائی توجہ سے سنتا رہا۔“[2]

نیز:

”شیخ رشتی کی مجالس میں بڑے انہماک اور توجہ سے بیٹھتا اور شیخ احسائی کی کتابوں کا اور اُن پر لکھی گئی شروحات کا مطالعہ کرتا، یہاں تک کہ 1259ھ میں رشتی کا انتقال ہو گیا۔“[3]

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ رشتی کی زندگی ہی میں شیرازی نے لوگوں کو بتانا شروع کر دیا:

”میں ہی امام مہدی ہوں اور میں ہی امام منتظر ہوں، مگر اس اعلان کا ابھی مناسب وقت نہیں آیا۔“

مورخ مرزا آوارہ لکھتا ہے:

”مرزا علی محمد نے بوشہر نامی جگہ سے اپنے ماموں کو خط لکھا، کچھ کاروباری امور پر گفتگو کی، اپنی ماں کا خیال رکھنے کا کہا اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ آپ سب لوگوں کو بتا دیں ابھی تک اگرچہ معاملہ بہت پختہ تو نہیں ہوا اور اس کا وقت بھی نہیں آیا، اس لیے میں اور میرے مقدس آبا و اجداد ایسے شخص سے دنیا اور آخرت میں قطعاً راضی نہیں ہوں گے، جو میری طرف اسلامی

---

1. دائرة المعارف الأردية (٣/ ٧٨٤)
2. الرسالة التسع عشرية (ص: ٢٩)
3. تاريخ البابية (ص: ١١٤) البابيون والبهائيون (ص: ١٠) مصنف: الحسني۔

عقائد اور فروع میں ایسی باتیں منسوب کریں، جو میرے نہیں ہیں۔"[1]

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ماموں کو بھی اس کے حالات کا علم تھا۔

قصہ مختصر مرزا شیرازی شیخ رشتی کے مشہور شاگردوں میں سے تھا اور آخر تک اس کے ساتھ رہا۔ پھر جب "رشتی کا انتقال ہو گیا اور اس کے سارے شاگرد بکھر گئے، بعض شاگرد جامع مسجد کوفہ میں جا کر معتکف ہو گئے، وہاں بیٹھ کر انھوں نے ریاضت و مجاہدہ شروع کر دیا، جو بعد میں چلّے کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مجاہدے کا حصہ یہ تھا کہ وہ مسجد میں اونچی آواز سے دعا کرتے تھے کہ خدا ان کی مشکل آسان کرے اور امام موعود کو جلدی جلدی بھیج دے، ساتھ ہی وہ اونچی آواز میں گریہ وزاری بھی کرتے رہتے۔[2]

ایک گروہ ایسا بھی تھا:

"جس نے امام منتظر کو ڈھونڈنے کے لیے شہر شہر، قریہ قریہ سفر شروع کر دیا۔"[3]

نیز:

"یہ لوگ مسلسل کسی ایسے عظیم، بے مثل اور امانت دار شخص کی تلاش میں مصروف تھے، جس کو یہ اپنی اصطلاح میں رکنِ چہارم کہا کرتے تھے۔"[4]

نیز یہ کہ "وہ دین مبین کے حقائق کا مرکز ہے۔"[5]

اس کے بعد شیرازی کربلا سے واپس بوشہر آ گیا:

"وہاں اس نے کتابیں لکھنی، خطبے دینے، تقریریں کرنے اور ذِکر و اذکار پر زور دینا شروع کر دیا۔ کافی عرصہ بعد وہ واپس شیراز چلا گیا۔"[6]

---

① الكواكب (ص: ٣٦) مطبوعه: فارسی۔ و (ص: ٤٦) مطبوعه: عربی۔

② الكواكب (ص: ٣٨) مطبوعه: فارسی۔

③ الكواكب (ص: ٣٨) مطبوعه: فارسی، و (ص: ٨٠) مطبوعه: عربی۔

④ دیکھیں: "شیرازی اور اس کے دعوے"۔

⑤ مقالة سائح، مصنف: عباس (ص: ٤)

⑥ الكواكب (ص: ٣٧)

امامت کا دعویٰ:

آخر کار طویل عرصے کی ریاضت و مجاہدت کام آ گئی، وہ خیالات جن کے تانے بانے اس نے کربلا میں بُنے تھے، عملی طور پر سامنے آ گئے۔ 5 جمادی الاولیٰ 1260ھ بمطابق 23 مارچ 1844ء کو مُلا حسین البشروئی کے سامنے (جو رشتی اور احسائی کا ایک شاگرد اور اس کا کلاس فیلو تھا، نیز اس سازش کو تیار کرنے میں اس کا ساتھی تھا اور وہ اسی مقصد کے لیے کربلا سے شیراز آیا) اس نے اعلان کیا:

"امام غائب منتظر تک پہنچنے کے لیے میں باب یعنی دروازہ ہوں، اور بشروئی باب الباب ہے، یعنی اس دروازے کا دروازہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے وہ مجھ پر ایمان لایا ہے۔"[1]

"اس وقت شیرازی کی عمر 25 سال تھی، لوگوں نے اُس دِن کو عید کے طور پر منایا، کیونکہ اس دِن امام منتظر کا باب ظاہر ہوا تھا اور اُس دِن اس نے اپنی بابیت کا اعلان کیا۔"[2]

"اپنے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے اس نے سورہ یوسف کی تفسیر بھی لکھی۔"[3]

شیعوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام مہدی جب آئے گا تو آ کر سورت یوسف کی تفسیر لکھے گا اور اس تفسیر میں ان حقائق اور نقابوں سے پردہ کشائی کرے گا، وہ باتیں اور نکات بیان کرے گا جو اُس سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیے۔

مزید آگے گفتگو کرنے سے پہلے ہم یہاں مرزا شیرازی کی لکھی ہوئی سورت یوسف

---

1. نقطة الكاف (ص: ١٠٦)) بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٢)
2. الكواكب (ص: ٣٩) مطبوعه: فارسی۔
3. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۴۱) مطبوعہ: فارسی۔

کی تفسیر کے بعض اقتباسات قارئین کی نذر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ اس کی سوچ کی سطح کھل کر سامنے آ جائے اور یہ اندازہ ہو جائے کہ مہدویت کا دعویٰ کرنے والا عقلی اعتبار سے کتنا کمزور تھا۔ چنانچہ وہ اس تفسیر میں لکھتا ہے:

''رحمٰن نے یوسف کا ذکر کر کے رسول کی جان اور جگر گوشۂ بتول حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے۔ وہ آیت جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذِکر ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ سورج چاند اور ستارے انھیں سجدہ کر رہے ہیں، اس سے مراد کے بارے میں وہ لکھتا ہے: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ایک دِن اپنے والد سے کہا: میں نے ایک رات گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ انھوں نے میرے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور مجھے انھوں نے سجدہ کیا۔ عرش کے ستاروں نے بھی سیدنا حسین کی شہادت پر اُن کو سجدہ کیا، ان کی تعداد گیارہ تھی۔ اس آیت میں سورج سے مراد سیدہ فاطمہ، چاند سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ امام ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو اللہ کے حکم سے رکوع اور سجدے کی حالت میں یوسف یعنی حسین پر روتے رہیں گے۔''[1]

یہ اس کی یاوہ گوئیوں کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ ذہنی خبط اور جہالت کی وجہ سے وہ اس طرح کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ اس تفسیر کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ یہ اس کے امام مہدی ہونے کی دلیل ہے۔

حاصل کلام کہ شیرازی نے اپنے شاگرد مُلا حسین البشروئی کو حکم دیا:

''شیخ رشتی اور شیخ احسائی کے تمام شاگردوں کو اکٹھا کرو اور انھیں بتاؤ کہ امام غائب کا ظہور ہو چکا ہے۔''[2]

---

1. تفسیر سورۃ یوسف، مصنف: شیرازی، منقول از مفتاح باب الأبواب (ص: ۲۰۹)
2. مطالع الأنوار (ص: ۵۰) مصنف: الزرندي البهائي۔

حروفِ حي:

تاریخ بتاتی ہے:

"فرقہ شیخیت کے اکثر پیروکاروں نے شیرازی کے دعوے کو قبول کر لیا اور اُسے اپنا رہبر و راہنما ماننے لگے۔"[1]

انھوں نے یہ بھی مان لیا کہ وہ رشتی کے بعد رُکنِ چہارم ہے۔ شیرازی کے اردگرد رشتی کے اٹھارہ بڑے شاگرد بھی اکٹھے ہو گئے۔ یہ سب لوگ اس زمانے میں فرقہ شیخیت کے راہنما شمار ہوتے تھے، ان اٹھارہ شاگردوں کا نام شیرازی نے حروف حي رکھا، کیونکہ حروفِ ابجد کے حوالے سے لفظ حي کے مجموعی اَعداد اٹھارہ بنتے ہیں۔

اسلمنت کہتا ہے:

"زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ شیرازی کے شاگرد بشروئی نے بہت سے لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کر لیا اور ان سب کو شیرازی کا پیروکار بنا دیا۔ انھوں نے اپنے لیے بابی کا نام اختیار کیا۔ اس طرح شیرازی کی شہرت چہار دانگِ عالم میں پھیل گئی۔"[2]

نیز کہتا ہے:

"شیرازی کے مشہور شاگرد اٹھارہ تھے، شیرازی کو ملا کر یہ کُل انیس افراد بنتے ہیں جنھیں شیرازی حروفِ حي کہتا تھا۔ شیرازی نے ان اٹھارہ افراد کو ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں بھیج دیا، تاکہ وہ لوگوں کو امام مہدی اور امام منتظر کی آمد کے بارے میں بتا سکیں۔"[3]

---

[1] لوح ابن ذئب، مصنف: حسين على المازندرانی البهائي (ص: ٤٠) مطبوعه: پاکستان۔ الکواکب (ص: ٤٨)

[2] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٢)

[3] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۱)

ان اٹھارہ افراد کے نام کیا تھے، پروفیسر براؤن اس کے بارے میں لکھتا ہے:

''مجھے ان اٹھارہ افراد کے ناموں کی مکمل فہرست دستیاب نہیں ہوسکی۔''[1] تاہم ان کے مشہور نام اور لقب درج ذیل ہیں:

۱	ملا حسین البشروئی	۲	ملا محمد حسن
۳	ملا محمد باقر	۴	ملا علی البسطامی
۵	ملا خدا بخش المعروف ملا علی الرازی	۶	ملا حسین بجستانی
۷	سید حسین الیزدی	۸	مرزا محمد روضخانی الیزدی
۹	سعید الہندی	۱۰	ملا محمد الخوئی
۱۱	ملا جلیل رومی	۱۲	ملا احمد ابدال
۱۳	ملا باقر تبریزی	۱۴	ملا یوسف الاردبیلی
۱۵	مرزا ہادی القزوینی	۱۶	مرزا محمد علی القزوینی
۱۷	قرۃ العین الطاہرہ	۱۸	محمد علی فروشی الملقب بالقدوس[2]

بعض مورخین نے ملا خدا بخش کی جگہ مرزا یحییٰ صبح الازل کا نام ذکر کیا ہے۔[3]

بعض نے ان اٹھارہ افراد میں سے ملا رجب علی، آقا سید علی عرب کا بھی ذکر کیا۔[4]

بعض نے ان کے علاوہ بھی کچھ نام بیان کیے ہیں۔[5]

فرقہ شیخیہ کے عام پیروکاروں نے مرزا شیرازی کو امام مہدی مان لیا، عام طور پر اس بارے میں انھوں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ فرقہ شیخیہ کے ایک شخص کریم خان بن

---

(1) مقالة سائح (ص: ۲۱) مطبوعه: انگریزی، تعلیقات پروفیسر براؤن۔

(2) الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ۲۳۱) مطبوعه: فارسی۔

(3) دائرة المعارف الأردية (۳/ ۷۸۵)

(4) مقدمة نقطة الكاف (ص: مج) پروفیسر براؤن۔

(5) مطالع الأنوار وغیرہ۔

ابراہیم خان الکرمانی جو فتح علی شاہ قاچاری حاکمِ کرمان کا چچا زاد بھائی تھا، اس نے مرزا شیرازی کا دعویٰ ماننے سے انکار کردیا۔ کریم خان بھی شیخ رشتی کے شاگردوں میں سے تھا، اس نے نہ صرف یہ کہ شیرازی کے دعوے سے انکار کیا، بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ وہ یعنی کریم خان امام غائب ہے اور رشتی کے بعد اسے اس منصب پر بیٹھنے کا حق ہے۔

اس نے اِس بارے مرزا شیرازی کے ساتھ خط کتابت بھی کی، اس میں اس نے شیرازی اور اس کے دعوے پر بہت زیادہ اعتراضات کیے اور خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، لیکن وہ اپنے ان خطوط میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہے کہ مہدی نئے سرے سے پیدا ہوگا، لیکن وہ شیرازی نہیں۔ شیرازی کے خلاف اس نے بہت ساری کتابیں بھی لکھیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: ''اِزہاق الباطل''، ''فصل الخطاب''، ''رسالہ دَر رَدِ باب مرتاب''۔ ان کتابوں کا زیادہ اثر نہ ہوا، فرقہ شیخیہ کے چند لوگ ہی اس کے مرید بنے۔ یہ لوگ بعد میں آ کر کریم خانی مشہور ہوگئے۔

کریم خان نے اپنی ایک علاحدہ جماعت بنا لی۔ کریم خان کے انتقال کے بعد 1288ھ میں اس کے بیٹے محمد خان المتوفی 1324ھ، اس کے بعد اس کے بیٹے زین العابدین خان المتوفی 1360ھ، اور اس کے بعد ابو القاسم خان نے یہ عہدہ سنبھالا اور تا حال ابوالقاسم خان ہی اس فرقے کا امام ہے۔[1]

تبریز نامی مقام میں مرزا شفیع نامی ایک شخص رہتا تھا، اس نے جب دیکھا کہ فرقہ شیخیہ کے اکثر پیروکار یا تو فرقہ بابیہ میں چلے گئے ہیں یا وہ کریم خان کے مرید بن گئے، تو اسی دور میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔[2]

چونکہ یہ فرقہ بھی شیخیت کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتا تھا، اس لیے کچھ لوگ

---

(1) دائرة المعارف الأردية (١/ ٨٨)

(2) تفصیل کے لیے اسی کتاب میں ''شیرازی اور اس کے دعوے'' ملاحظہ کریں۔

اس کے ساتھ ہوگئے۔ اس زمانے میں تبریز شہر میں فرقہ شیخیہ کے لوگ بہت زیادہ تھے، چنانچہ یہ سب تین گروہوں میں تقسیم ہوگئے، سب سے زیادہ فرقہ بابیہ میں چلے گئے، اس کے بعد مرزا شفیع کے پیروکار تھے، بہت کم لوگ کریم خان کے مرید بنے۔ مرزا شفیع کے پیروکاروں نے اپنا پرانا نام یعنی شیخیہ ہی باقی رکھا۔ 1319ھ میں جب مرزا شفیع کا انتقال ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا مرزا علی اس کا خلیفہ بن گیا۔[1]

انگریزوں اور رُوسیوں کی مدد:

مذکورہ بالا تین فرقوں میں سے سب سے مشہور اور عددی اعتبار سے سب سے بڑا گروہ مرزا شیرازی کا تھا، اس نے اپنے اٹھارہ شاگردوں کو، جنھیں وہ حروف الحي کہتا تھا، دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا خاص طور پر ایران، ترکستان، عراق، اور عراق میں بھی اس نے زیادہ زور کربلا اور نجف پر دیا، کیونکہ یہ علاقے شیعیت کے گڑھ ہیں۔

اپنے خاص الخاص شاگرد بشروئی کو اس نے خراسان بھیجا۔ خراسان میں جا کر بشروئی نے سیاہ رنگ کے جھنڈے لہرانے شروع کر دیے، شیعہ عقائد کے مطابق امام مہدی جب آئے گا تو اس کی علامت یہ ہوگی کہ خراسان سے سیاہ جھنڈوں والے لوگ نکلیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں شیعہ کی کتب کہتی ہیں:

> ''جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کو اُٹھتا ہوا دیکھو تو فوراً اس کے قریب آ جاؤ، اگرچہ تمھیں برف پر چل کر آنا پڑے، اس لیے کہ ان سیاہ جھنڈوں کے درمیان ہی میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔''[2]

اس کے بعد بشروئی نے اصفہان، کاشان اور تہران کا سفر کیا۔ تہران میں حکومتِ وقت اس کے خلاف ہوگئی اور کارروائی کے لیے بشروئی کو تنگ کرنا شروع کر

---

[1] بہائیکری، مصنف: احمد الکسروی الایرانی (ص: ۲۲) مطبوعہ: تہران۔

[2] بحار الأنوار، مصنف: المجلسي (۱۳/ ۲۰) منقول از ظهور قائم آل محمد (ص: ۲۱۷)

دیا، بشروئی وہاں سے بھاگا اور آخر کار خراسان میں آ کر ٹھہر گیا۔[1]

خود مرزا شیرازی ملا محمد علی بارفروشی کے ساتھ سفر حج کے ارادے سے نکلا، جب وہ ایران کے ساحلی شہر بوشہر پہنچا، جہاں سے انھوں نے حج کے لیے بحری جہاز میں سفر کرنا تھا، اس وقت سمندر میں طوفان آیا ہوا تھا، مرزا شیرازی طوفان دیکھ کر ڈر گیا، اس نے وہیں سے اپنے شہر کے لیے رختِ سفر باندھا اور بارفروشی کو ملا صادق اور ملا علی اکبر کے ساتھ شیراز بھیج دیا، تاکہ وہاں اس کے ماموں مرزا علی شیرازی کے ساتھ مل کر اس کی آمد کی راہ ہموار کر سکیں۔ جب ان سب لوگوں نے شیراز پہنچ کر اپنی کارروائیاں شروع کیں تو حکومتِ وقت کو اس کی بھنک پڑ گئی اور انھیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔[2]

ملا محمد علی بارفروشی شیراز سے بھاگ کر مازندان آ گیا، یہاں آ کر اس نے بابی فرقے کے عقائد پھیلانے شروع کر دیے، زیادہ تر لوگ ان پڑھ اور جاہل تھے اور امام منتظر کی راہ دیکھ رہے تھے، چنانچہ اکثر لوگ بابیت کو قبول کرتے گئے۔

> ”ملا علی بسطامی کو عراق بھیجا گیا، تاکہ وہ پورے عراق میں بالعموم اور کربلا و نجف میں بالخصوص رشتی اور شیخ حسائی کے شاگردوں کو امام منتظر کی آمد کے بارے میں بتا سکے۔“[3]

قرۃ العین الطاہرہ انتہائی خوبصورت اور حسین و جمیل لڑکی تھی، اس کی ذمہ داری یہ لگائی گئی کہ وہ اپنے حسن و جمال، سمجھ و دانش اور اپنی خوبصورت میٹھی زبان کے ذریعے کاظمیہ اور بغداد شہر میں کام کرے۔ اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ ان دو شہروں

---

[1] الديانات والفلاسفة في آسيه الوسطى، مصنف: جوبينو، منقول از دائرة المعارف، مصنف: الوجدي (۳/ ۵)

[2] نقطة الكاف، مصنف: مرزاجانی كاشانی البابی (ص: ۱۱۲)

[3] الكواكب (ص: 48) مطبوعہ: فارسی۔

میں شیرازی کی تبلیغ کرنے کے بعد وہ کرمان شاہ، پھر ہمدان اور پھر وہاں سے قزوین جائے۔ قزوین قرۃ العین الطاہرہ کا آبائی علاقہ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنے چچا اور سسر ملا محمد تقی کو قتل کیا جس کی وجہ سے اسے بھاگ کر پہلے تہران رہنا پڑا۔ تہران سے وہ مؤتمر دشت چلی گئی۔

اس سارے سفر میں اس کو بہت سارے معاون اور محافظ بھی فراہم کیے گئے تھے' بہت سارے مرد اور عورتیں بھی اس کے ساتھ تھیں، مردوں میں سے محمد الشبل، محمد صالح کریمی، محسن الکاظمی، احمد الیزدی، سلطان الکربلائی، ملا ابراہیم، محمد البابکانی وغیرہ تھے۔ عورتوں میں ملا حسین بشروئی کی بہن، مرزا ہادی النہری کی بیوی وغیرہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ ان کا قافلہ عجیب سا تھا، سب اکٹھے چل رہے تھے اور کسی کا کسی سے بھی کوئی پردہ یا حجاب نہیں تھا۔[1]

''ملا علی الملقب بالحجہ کو زنجان بھیجا گیا، جہاں اس نے مرزا کی تعلیمات کو پھیلایا۔''[2]

ان تمام کاوشوں اور دعوتی مشنز کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران میں اصفہان سے لے کر خراسان تک اور بوشہرہ سے لے کر تبریز اور مازندان تک شیرازی کا نام گونجنے لگا، ہر طرف مرزا شیرازی کے عقائد اور شخصیت زیرِ بحث تھی، بعض لوگ مان رہے تھے، بعض انکار کر رہے تھے، تاہم مجموعی طور پر وہ انتہائی اہم شخصیت بن گیا۔ عجم کے بہت سارے لوگ اس کے فرقے میں شامل ہو گئے۔[3]

ایرانی حکومت بڑی توجہ اور گہرائی کے ساتھ مرزا شیرازی پر نظر رکھے ہوئے تھی، لیکن ایران کے بادشاہ محمد شاہ نے حکم دیا ہوا تھا:

---

1. الکواکب (ص: ۱۱۰۔ ۱۲۷) مطبوعہ: فارسی۔
2. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۸۷)
3. دائرۃ المعارف، مصنف: البستانی۔ مقالہ سید جمال الدین افغانی (۵/ ۲۷)

”جب تک مرزا شیرازی کی دعوت کی وجہ سے امنِ عامہ متاثر نہیں ہوتا، اس وقت تک حکومت اسے نہیں چھیڑے گی۔“[1]

اس لیے:

”حسین خان جو شیراز کا والی تھا، نے پہلے مرزا شیرازی کو گرفتار کیا مگر شاہ کے اس اعلان کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ حسین خان کے سامنے مرزا شیرازی نے دعوائے مہدویت سے توبہ کر لی اور اس کی ضمانت اس کے ماموں نے دی۔“[2]

جب حسین خان نے اسے رہا کر دیا تو اس نے اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دیں۔ اب اس کے پیروکار بھی مضبوط ہو گئے تھے، لہٰذا زبانی کلامی دعوت کے بجائے انھوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد شروع کر دی۔

مرزا شیرازی کی حیاتِ زندگی پر تحقیق کرنے والے لوگ حیران ہوتے ہیں کہ تصوف اور درویشی کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں جدید اسلحہ کیسے آ گیا؟ سب کہنے لگے کہ یہ تو امام مہدی کے ظہور کا دعویٰ کرتے تھے، اب ان کے پاس اسلحہ کہاں سے آ گیا؟ کون انھیں اسلحہ اور بھاری ہتھیاروں سے لیس کر رہا ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بعض طاقتیں ایسی تھیں جو شیرازی کی ہر اعتبار سے مدد کر رہی تھیں، تاکہ وہ مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی پیدا کر سکے اور ان کے درمیان اختلافات کو ہوا دے سکے۔ فرقہ بابیہ کے پیروکاروں کی مسلح جدوجہد بڑھتی ہی گئی، بالآخر ایرانی حکومت کو حرکت میں آنا پڑا، اس نے مرزا شیرازی سمیت

---

[1] مقالة سائح، مصنف: عبدالبهاء عباس (ص: ١٦)

[2] مطالع الأنوار، مصنف: الزرندی (ص: ١٢١) نیز دیکھیں: الکواکب (ص: ٦٨) مطبوعہ: فارسی. مقالة سائح (ص: ٦)

تمام اہم بابی قائدین کو گرفتار کرلیا۔ حکومت کا خیال تھا کہ باب کو پھانسی دی جائے، مگر مرزا شیرازی کے رُوسی اور انگریز حامی حرکت میں آئے اور اسے ایرانی حکومت سے بچانے کے لیے انھوں نے خصوصی سفارتی مشن بھیجے۔

بہائی اور بابی مورخین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، مثلاً: قدیم ترین مورخ مرزا جانی کاشانی، مرزا حسین علی النوری المازندرانی جو بہائیوں کا خدا ہے، اس نے بھی اپنی کتاب میں ان امور کا ذِکر کیا۔ چنانچہ مرزا جانی کاشانی لکھتا ہے:

> ''ملا محمد علی الزنجانی الملقب بالحجہ نے حالات کی سنگینی کی احساس کرتے ہوئے ایران میں موجود مختلف ممالک کے سفیروں سے رابطہ کیا اور مرزا شیرازی کی جان بچانے کے لیے انھیں خط لکھے۔ مرزا کو بچانے کے لیے بہت سی عالمی طاقتیں حرکت میں آ گئیں، روس کے بادشاہ نے امیرِ ایران کو خط لکھا اور اسے تنبیہ کی کہ وہ ان لوگوں پر ظلم وستم سے باز آ جائے۔ ملا محمد علی الزنجانی کی کوششیں رنگ لائیں، روس اور روم کے سفیروں نے بھی ایرانی حکومت پر دباؤ ڈالا، مگر ایرانی حکومت نے ان کی سفارش نہیں مانی۔''[1]

نیز:

> ''روس، روم اور دیگر ممالک کے سفیروں نے حکومتِ ایران کو احتجاجی خط لکھے کہ وہ بابیوں پر ظلم کر رہے ہیں، بلکہ شاہِ روس نے تو خصوصی سفیر بھیجے، تاکہ ایران میں جا کر وہ سارے حالات معلوم کریں اور بابیوں پر ہونے والے ظلم کا جائزہ لیں۔''[2]

---

(1) نقطة الكاف (ص: ٢٣٣۔ ٢٣٤)

(2) نقطة الكاف (ص: ٢٦٦۔ ٢٦٧)

مشہور بہائی مورخ آوارہ لکھتا ہے:

''رُوسی سفیر نے مرزا شیرازی کے سارے حالات لکھ کر حکومتِ رُوس کو بھیجے۔''[1]

مازندرانی خود اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جب وہ پابندِ سلاسل تھا تو روسی سفیر کی خصوصی کاوشوں کی وجہ سے اسے رہائی نصیب ہوئی، چنانچہ وہ سورۃ الهیکل میں لکھتا ہے:

''اے شہنشاہِ رُوس جب میں پابندِ سلاسل تھا، تہران کی جیلوں میں پڑا ہوا تھا تو یہ آپ کا سفیر ہی تھا جس نے میری مدد کی۔''[2]

مشہور بہائی مبلغ اسلمنت بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''آخر کار تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ بہاء اللہ علی شیرازی نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو شاہِ ایران کے خلاف ہو۔ ایرانی سفیر نے بھی اس کی سفارش کی اور اس کی اچھی سرگرمیوں کی رپورٹ دی۔''[3]

مازندرانی عراق سے ایران کے اپنے سفر کے بارے میں لکھتا ہے:

''ہم وہاں سے بھاگ کر نہیں آئے، کچھ جاہل پیروکار ایسے تھے جو غلط فہمی کی وجہ سے بھاگ گئے، ہم جب وہاں سے نکلے تو ہمارے ایک طرف ایرانی فوج تھی اور دوسری جانب رُوسی فوج تھی، ان دونوں فوجوں نے انتہائی عزت و احترام کے ساتھ ہمیں عراق پہنچایا۔''[4]

---

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ٢٤٨) مطبوعه: فارسی۔
[2] سورة الهيكل، شہنشاہِ روس کو لکھا گیا خصوصی خط۔ مصنف: حسين على المازندرانی البهاء۔ منقول از لوح ابن ذئب (ص: ٤٢)
[3] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٤) مطبوعه: عربی۔
[4] طرازات، مصنف: المازندراني، منقول از مجموعة الالواح (ص: ١٩٥)

ایک اور بہائی مورخ لکھتا ہے:

''اگر رُوس اور انگلستان کے سفیر آگے نہ آتے اور وہ اس کی سفارش نہ کرتے تو تاریخ ایک عظیم شخص کے حالات سے محروم ہو جاتی۔''[1]

روسی جاسوس کیناز دلگورکی اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

''جب بابیوں نے اس وقت کے شاہِ ایران ناصرالدین شاہ پر حملہ کیا تو ناصرالدین نے ان کے خلاف سخت ایکشن کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مرزا حسین علی البہائی اور اس کے بہت سے قریبی ساتھیوں سمیت کئی لوگ گرفتار ہوگئے۔ میں نے ان کی حمایت کی اور بڑی مشکل سے بادشاہ کو باور کرایا کہ یہ لوگ مجرم نہیں ہیں۔ مختلف سفارتی حلقوں نے بھی ان کی حمایت کی جس کے نتیجے میں ان کی جان بچی اور انھیں بغداد کی جانب بھاگنا پڑا۔''[2]

صوبہ اصفہان کا حاکم منوچہر خان الارمنی الروسی، شیرازی کا ماننے والا تھا اور مختلف اوقات میں اسے اسلحہ اور پیسہ بھی فراہم کرتا رہتا تھا۔[3]

ایک مشہور شیعہ مورخ لکھتا ہے:

''رومی اور روسی حکومتوں نے بابیوں کے ساتھ تعاون کیا اور انھیں بھاری اسلحہ دیا، تاکہ مسلمان کے ساتھ وہ لڑیں، انھیں بہترین تربیت بھی فراہم کی گئی۔''[4]

---

① تعلیمات بہاء اللہ، مصنف: حشمت اللہ البہائی (ص: ۱۸) مطبوعہ: آگرہ انڈیا، اُردو۔

② مذاکرات دالغورکی (ص: ۸۲) مطبوعہ: عربی۔

③ مطالع الأنوار، مصنف: البھائی الزرندی (ص: ۱۶۸) مطبوعہ: عربی۔

④ مفتاح باب الأبواب، مصنف: ڈاکٹر محمد مھدی خان، و الحقائق الدینیة مصنف: محمد الحسین۔

اسی پر بس نہیں، بلکہ رُوسی حکومت نے یہ اعلان کیا:

"بابی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے ان کی حکومت اور ملک کے سارے دروازے کھلے ہیں، وہ روس کے جس شہر میں چاہیں پوری آزادی اور سکون کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ مختلف مقامات سے بھاگ کر روس میں اکٹھے ہوتے گئے۔ روسی حکومت نے ایرانی سرحد کے قریب عشق آباد نامی ایک شہر ان کے لیے آباد کیا، سب سے پہلے یہاں پر بابیوں کی باقاعدہ حکومت قائم ہوئی اور یہیں ان کی سب پہلی عبادت گاہ بھی بنی۔"[1]

"باکو" شہر بھی بابیوں کو دے دیا گیا، یہاں انھوں نے ایک دوسرا عبادت خانہ قائم کیا۔[2]

اس بات کے اور بھی بہت سارے حوالے ملتے ہیں کہ انھوں نے مختلف طریقوں سے اور کئی حکومتوں سے بھاری اسلحہ حاصل کیا، بندوقیں اور بڑی بڑی توپیں اکٹھی کیں، تاکہ حکومت کے خلاف انھیں استعمال کیا جا سکے۔ مشہور بہائی مورخ آوارہ کہتا ہے:

"بابی جتھوں کی شکل میں مسلح ہو کر نکلتے تھے، وہ ہمیشہ جماعت کی شکل میں سفر کرتے تھے اور ایک جماعت میں بیس سے کم لوگ نہیں ہوتے تھے۔"[3]

اسی طرح یہ لوگ عام طور مختلف مقامات پر جا کر قلعہ بند اور محصور ہو جاتے تھے، شہروں اور دیہاتوں میں جا کر حکومتی فوج کے خلاف لڑتے تھے، جو ظاہر ہے بیرونی معاونت اور بیرونی تربیت کے بغیر ممکن نہیں۔

---

(1) الكواكب الدرية (ص: ٤٩٠۔ ٤٩٣) مطبوعه: فارسی۔

(2) مفتاح باب الأبواب (ص: ١٢٥)

(3) الكواكب (ص: ٢٢٥)

شیرازی کی گرفتاری اور توبہ:

جب معاملات حد سے بڑھ گئے اور بابی جتھوں نے مار دھاڑ شروع کر دی، اب ایرانی عوام کو آہستہ آہستہ سمجھ آنے لگی کہ یہ لوگ تو دشمن کے آلہ کار ہیں اور انھیں تباہ و برباد کرنے کے در پے ہیں، مختلف علاقوں کے سادہ لوگوں نے صورتحال کی تحقیق کے لیے اپنے نمایندے بھیجے، ان کے یہ نمایندے جب بابیوں کے پاس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ بابی جتھوں کی شکل میں چلتے ہیں، عورتوں اور مردوں کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی، سرعام بوس و کنار اور گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، کوئی بھی شرعی احکام کی پابندی نہیں کرتا، ان کے پاس مختلف قسم کا بھاری اسلحہ ہے جس سے وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر حملے کرتے رہتے ہیں، ان کا مال چھینتے ہیں اور انھیں جان سے مار دیتے ہیں، تو ایران کے لوگ ان کیخلاف ہو گئے۔

1261ھ میں شیراز کے حاکم حسین خان نے مرزا شیرازی کو دوبارہ گرفتار کر لیا، کیونکہ مرزا شیرازی نے اس کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑا تھا۔[1]

کچھ عرصہ کے بعد ہی شیراز شہر میں طاعون کی وبا پھیل گئی، شیرازی کا حامی گورنر منوچہر خان الارمنی جو اصفہان شہر کا گورنر تھا، اس نے محمد حسین الاردستانی اور سید کاظم الزنجانی نامی فدائیوں کو بھیجا تاکہ مرزا شیرازی کو جیل سے رہا کیا جا سکے۔[2]

شیراز میں اس کے قیام کے دوران میں سید یحییٰ الدارابی، جو فرقہ شیخیہ کا مشہور عالم اور شیعہ راہنما تھا، اس کی دعوت اور مذہب کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس آیا، لیکن بہت جلد اس کا معتقد بن گیا۔[3]

---

① مطالع الأنوار (ص: ۱۱۹)

② نقطة الكاف (ص: ۱۱۳۔ ۱۱٤) نیز تاریخ جدید، مطبوعہ: براؤن۔

③ دائرة المعارف، مصنف: البستانی (۵/ ۲۸) مطبوعہ: تہران۔

شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی سورۃ الکوثر کی ایک ایسی تفسیر کرے گا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی، چنانچہ سید یحییٰ دارابی کے تقاضے کے مطابق اس کی وجہ یہ بنی کہ اس نے اس سے سورت کوثر کی تفسیر کرنے کا کہا، کیوں کہ مرزا شیرازی نے عربی زبان میں سورۃ الکوثر کی تفسیر لکھی۔

جب وہ اصفہان پہنچا تو منوچہر خان نے اس کے اعزاز میں بڑی تقریب کا اہتمام کیا، بڑی عزت و احترام سے نوازا اور اپنی پوری حمایت کی اسے یقین دہانی کرائی۔ یہ 1262ھ کی بات ہے۔[1]

منوچہر خان نے یقین دلایا کہ جس طرح وہ قید سے پہلے اس کی حمایت کرتا تھا، اب بھی اس کی حمایت جاری رکھے گا، مالی اعتبار سے اس کو مضبوط کرتا رہے گا، خود منوچہر خان نے کئی لوگوں کو مرزا شیرازی الباب پر ایمان لانے کی دعوت و ترغیب دی اور اس کے مقام اور مرتبے کے بارے میں بتایا۔ منوچہر خان نے اپنے زمانے کے علما کو بھی حکم دیا کہ وہ شیرازی کا احترام کریں، اس کی باتیں مانیں، چنانچہ اس نے اصفہان کے امام الجمعہ سید امیر محمد کو حکم دیا کہ وہ جمعہ والے دِن مرزا شیرازی کا استقبال کریں، اس کی مہمان نوازی کریں، اس کو خوش آمدید کہیں، کیوں کہ اس کا تعلق اہلِ بیت کے ساتھ ہے۔ اس طرح اس نے دو اور مشہور شیخی شیعہ عالموں ملا محمد تقی الہراتی اور سید حبیب اللہ کو اس کا گرویدہ بنا دیا۔

ان تمام کوششوں اور تدبیروں کے باوجود عام لوگ مرزا شیرازی کے خلاف ہوگئے، وہاں کے تقریباً 70 علما بھی اس کے خِلاف ہوگئے اور انھوں نے مرزا شیرازی کے کافر ہونے کا اعلان کر دیا، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ مرزا شیرازی دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا ہے، لٰہذا وہ واجب القتل ہے۔ مذکورہ بالا دونوں عالموں اور

---

[1] دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٢٠١)

امیرالجمعہ سید امیر محمد کے علاوہ سارے علما اس کے خلاف تھے۔ سید امیر محمد نے چالیس دِن تک مرزا شیرازی کی میزبانی کی، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''چالیس دِنوں تک میں اس جوان یعنی مرزا شیرازی کے ساتھ رہا، میں نے اس میں کوئی ایسا عمل نہیں دیکھا جو اسلامی احکام کے خلاف ہو، میں نے اسے انتہائی متقی، پرہیزگار اور اسلامی احکام پر شدت سے عمل کرنے والا پایا ہے، لیکن جس طرح وہ انتہائی غلو اور شدو مد کے ساتھ مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس دنیا کو انتہائی حقیر سمجھتے ہوئے اسے ٹھکراتا ہے، اس کی وجہ سے مجھے لگتا یوں ہے کہ یہ نوجوان عقل اور حجت سے عاری ہے۔''[2]

مرزا شیرازی کو عقل و حجت سے خالی قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ اس کو قتل سے بچایا جا سکے، تاکہ لوگ اسے پاگل سمجھ کر قتل نہ کریں یا حکومت اسے پھانسی نہ دے۔ مگر لوگوں کا غصہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا، آہستہ آہستہ لوگوں میں یہ بات پھیلتی گئی:

''جب عوامی ردِعمل سخت ہوتا گیا تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ کوئی خفیہ تدبیر نکالے، لہٰذا اس نے مشہور کروا دیا کہ باب حکومتِ تہران کو مطلوب ہے اور اس نے اس کو وہاں بھیج دیا ہے تو منوچہر خان نے خفیہ طور پر اسے محل سے نکالا اور اپنے خفیہ محل جس کا نام خورشید تھا، وہاں ٹھہرایا۔ منوچہر خان نے اس رات خود مرزا شیرازی کے حفاظتی فرائض سرانجام دیے، بلکہ ملا رجب کی ایک بیٹی بھی نکاح کے لیے اسے پیش کی۔ مرزا شیرازی کافی عرصہ وہاں ٹھہرا رہا، وہیں سے اپنے مریدوں اور مقلدین کو احکامات جاری کرتا اور انھیں لڑائی کے لیے تیار

---

[1] مطالع الأنوار (ص: ١٦٥)

کرتا رہا۔ عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ مرزا شیرازی کو اصفہان سے تہران منتقل کر دیا گیا ہے اور اب اسے وہاں سزا دی جائے گی۔"[1]

اس جگہ مرزا شیرازی چار مہینے بیس دِن ٹھہرا رہا، ربیع الاول 1263ھ کو اصفہان کے حاکم منوچہر خان کا انتقال ہوگیا، وہاں قیام کے دوران میں مرزا شیرازی نے عربی زبان میں سورۃ العصر کی تفسیر لکھی اور منوچہر خان کی خاص فرمایش پر فارسی زبان میں "رسالة النبوة الخاصة" نامی کتاب لکھی۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم منوچہر خان کے بارے میں کچھ بتانا چاہیں گے۔ منوچہر خان بھی روسی تھا اور حکومتِ روس کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔ ظاہری طور پر اس نے اسلام قبول کر لیا، مگر مرزا جانی الکاشانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"منوچہر خان حکومت کا اہم عہدیدار تھا، اس نے اپنی ساری مال و دولت بادشاہ کے لیے وقف کر دی۔ اگرچہ وہ دعویٰ یہ کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہے تاہم حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ اپنے قدیمی دِین پر قائم تھا۔"[2]

منوچہر خان کے انتقال کے بعد جورجین خان اس کی جگہ اصفہان کا گورنر بن گیا۔ اسے پتا لگ گیا کہ مرزا شیرازی یہیں مقیم ہے، چنانچہ اس نے تہران میں مرکزی حکومت کو خط لکھا:

"خیال کیا جاتا ہے کہ مجھ سے پہلے یہاں کے جو گورنر تھے انھوں نے سید بابی شیرازی کو آپ کے پاس بھیج دیا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اس کے ساتھ معاملہ کریں، مگر میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بابی شیرازی

---

(1) نقطة الكاف (ص: ۱۱۸۔ ۱۱۹) نیز دیکھیں: الكواكب (ص: ۷۰۔ ۷۷)

(2) نقطة الكاف (ص: ۱۱۹)

www.KitaboSunnat.com

> خورشید نامی محل میں ٹھہرے ہوئے ہیں جو میرے پیشرو کا خاص محل ہے۔
> میں یہ بات واضح کردوں کہ مجھ سے پہلے میرے پیشرو نے بابی شیرازی کا بہت احترام کیا، اس کی مہمان نوازی کی اور لوگوں کی نگاہوں سے اسے چھپانے کے لیے بھرپور کوشش کی۔ یہ سارا قضیہ ہے، اب جنابِ شہنشاہِ مملکت کی مرضی ہے وہ جو چاہیں احکام جاری کریں، میں ان کی بجا آوری کروں گا۔“[1]

مرکزی حکومت یہ خط پڑھ کر حیران رہ گئی، انھیں تعجب ہوا کہ انھوں نے تو مرزا شیرازی کو گرفتار کرنے اور انھیں جیل میں ڈالنے کا حکم دیا تھا، مگر وہ منوچہر خان کی ضیافتوں کے مزے اُڑاتا رہا۔ وزیراعظم مرزا آقاسی نے حکم جاری کیا کہ مرزا شیرازی کو خورشید محل سے آذر بائیجان کے قلعہ میں منتقل کیا جائے، جو رُوسی اور عثمانی حکومتوں کی حدود کے درمیان واقع تھا۔

اس سفر میں مرزا شیرازی کے ساتھ ساتھ ملا علی، ملا محمد نوری، سید حسین الیزدی جو مرزا شیرازی کا کاتبِ وحی تھا، اس کا بھائی حسن یزدی اور مرزا عبدالوہاب وغیرہ بھی ماکو میں چلے گئے۔ اس قلعہ میں ربیع الثانی 1263ھ سے نو مہینے تک وہ ٹھہرے رہے۔ بہائی مورخ عبدالحسین آوارہ، عباس آفندی اور دیگر بہائی مورخین نے یہی تاریخ [illegible] ہے۔[2]

بعض لوگوں کے مطابق دو سال چھے مہینے تک وہاں مقیم رہا۔[3]

---

1. مطالع الأنوار (ص: ١٦٨)
2. الکواکب (ص: ٢١٩) مطبوعہ: فارسی۔ نیز دیکھیں: مکالۃ سائح (ص: ١٥) مطبوعہ: اُردو۔
3. دائرۃ المعرف الأردیۃ (٣/ ٧٨٦) مطبوعہ پاکستان۔

مرزا جانی کاشانی کے مطابق تین برس تک وہ اس قلعہ میں ٹھہرا رہا۔[1]

پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ تین برس تک اس قلعہ میں مقیم رہا۔[2]

بابیت کے پھیلاؤ کی وجوہات:

ایران میں فرقہ بابیہ کے پھیلاؤ اور ترقی کے لیے زمین انتہائی زرخیز تھی، فرقہ بابیہ کے دعوؤں اور تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ عامۃ الناس میں بالخصوص شیعوں نے اس فرقے میں بہت زیادہ شمولیت اختیار کی، کیونکہ جن علاقوں میں یہ فرقہ پھیلا، وہاں یہ بات مشہور تھی کہ عن قریب امام غائب کا ظہور ہونے والا ہے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ عن قریب امام غائب ظاہر ہونے والا ہے، جو آ کر دنیا سے ظلم و جور کا خاتمہ کرے گا اور اس دنیا کو امن و انصاف سے بھر دے گا۔ یہ بات ان کے دِلوں میں حد درجہ تک پختہ ہو چکی تھی۔

اس زمانے میں ایران کے سیاسی اور معاشی حالات بھی اس فرقے کے پھیلنے کی بڑی وجہ بنے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ ایران جن حالات سے گزر رہا ہے اور جس طرح روز بروز تباہی اور بربادی کی طرف جا رہا ہے، اسے صرف امام مہدی ہی آ کر نکال سکتا ہے۔ چنانچہ جونہی انھیں کسی شخص کے بارے میں اطلاع ملتی کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتے، حالات کی خرابی کی بنا پر وہ یہ دیکھنے اور جانچ پڑتال کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتے تھے کہ جو شخص دعویٰ کر رہا ہے، اس کے عقائد کیا ہیں اور ذاتی اعتبار سے اس کی زندگی کس قسم کی ہے۔

> ''عام لوگ یہاں تک کہ بابی فرقہ کے مبلغین کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ جس چیز کی تبلیغ کر رہے ہیں، وہ اصل میں ہے کیا؟''[3]

---

[1] نقطۃ الکاف (ص: ۱۳۳)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (۳/ ۳۰۱)

[3] نقطۃ الکاف، نیز دیکھیں: الکواکب، تاریخ جدید، مطالع الأنوار.

فرقہ بابیہ کے فروغ پانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طویل عرصہ تک ان نظریات کا پرچار ہوتا رہا اور اس کے لیے میدان ہموار کیا جاتا رہا۔ مرزا شیرازی سے پہلے شیخ احسائی اور کاظم رشتی بھی میدان میں تھے اور وہ بھی اسی طرح کے امور کی دعوت دے رہے تھے، طویل عرصہ تک لوگوں کے ذہن میں ایک بات ڈالی جاتی رہی جس کا نتیجہ بالآخر سامنے آ گیا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس زمانے میں جو بھی فرقہ معرضِ وجود میں آیا، وہ اپنے پیروکاروں کو دیگر باتوں کے ساتھ ایک بات ہمیشہ بتاتا رہا کہ امام آخر زماں آنے ہی والے ہیں اور ان کا ظہور قریب ہے۔ بالخصوص فرقہ شیخیہ نے اس حوالے سے بہت محنت کی اور کوئی بھی مورخ اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ فرقہ بابیہ بھی کسی حد تک فرقہ شیخیہ ہی کی پیداوار ہے اور انھوں نے اسی دعوت کو چلایا جو اس سے پہلے فرقہ شیخیہ کے سربراہ شیخ احسائی اور کاظم رشتی چلاتے رہے۔ فرقہ شیخیہ کے سرکردہ لوگ ہی بعد میں فرقہ بابیہ کے بنیادی لوگ بنے۔ یہی لوگ بعد میں اس فرقے کے سربراہ اور علما کہلائے اور انھوں نے ہی مختلف ممالک میں جا کر فرقہ بابیہ کو پھیلانے کے لیے خدمات سرانجام دیں، جن کا ذکر پچھلے صفحات میں ہوا۔

جن دِنوں مرزا شیرازی ماکو کے قلعہ میں تھا، اس زمانے میں فرقہ بابیہ بہت زیادہ مضبوط ہوا۔ مرکزی حکومت کی جانب سے تمام تر پابندیوں اور سختیوں کے باوجود مقامی گورنر کی عنایات کی وجہ سے لوگ بہت زیادہ اس قلعہ میں آتے اور مرزا بابی شیرازی سے ملاقات کرتے، انھیں ملاقات کرنے اور اٹھنے بیٹھنے کی بھرپور سہولیات فراہم کی جاتی تھیں، حالانکہ مرکزی حکومت کی جانب سے ملاقات اور گفتگو پر پابندی تھی۔

”وہاں بہت سے لوگوں نے اُن سے ملاقات کی اور اُن کا نام چہار دانگ

عالم میں پھیل گیا۔ اسی زمانے میں انھوں نے بہت زیادہ تصنیفات اور تالیفات کیں۔"[1]

ماکو قلعہ میں مرزا شیرازی نے "البيان الفارسي"، "الدلائل السبعة في إظهار الظهور الجديد" نامی کتابیں فارسی زبان میں تصنیف کیں۔ اس سے پہلے تو بابی فرقے کا اصول یہ تھا کہ وہ چھپ چھپا کر دعوت اور تبلیغ کرتے تھے، مگر اب انھوں نے حالات کو سازگار دیکھ کر سرعام اپنی دعوت پھیلانی شروع کر دی۔ اب وہ اپنی گفتگو اور تبلیغ میں اپنے فرقے کا اور اس کے راہنماؤں کا نام بھی لیتے تھے۔

اسی طرح اس عرصے کے دوران میں ایک بڑی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں بابی فرقے کے تمام راہنماؤں کو اکٹھا کیا گیا۔ اس کانفرنس میں بنیادی طور پر دو معاملات پر گفتگو ہوئی:

① بابی شیرازی کی گرفتاری پر ردعمل ظاہر کرنے کی تیاری، اسے جیل سے نکالنے اور کسی محفوظ مقام تک پہنچانے کے لیے کوششوں کا جائزہ لینا۔

② شریعت اسلامی کے خاتمہ کے لیے بھرپور کوششیں کرنا اور فرقہ بابیہ کو مستقل مذہب اور دین کی حیثیت دینا جو اسلام سے مکمل طور پر علاحدہ اور جدا ہو۔ یہ دونوں کوششیں بھی ماکو میں قیام کے دوران ہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچیں۔

حکومت کو جب بابیوں کی سرگرمیوں کی اطلاعات ہوئی، انھیں پتا لگا کہ یہ لوگ عام میل جول کر رہے ہیں اور بابی شیرازی سرعام اپنی دعوت پھیلا رہا ہے اور لوگوں کو حکومت کے خلاف ابھار رہا ہے، نیز بابی شیرازی نے مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو جو خطوط لکھے اور انھیں جو مختلف پروگرام اور لائحہ عمل دیے، وہ بھی حکومت کی اطلاع میں آ گئے۔

حکومت کو یہ بھی پتا لگ گیا کہ بابی فرقہ کے لوگ مرزا شیرازی کو رہا کروانے

[1] نقطة الكاف (ص: ١٢١)

کے لیے کوششیں کر رہے ہیں، تو حکومت نے حکم دیا کہ مرزا شیرازی کو ماکو سے منتقل کر کے جہریق نامی قلعہ میں پہنچایا جائے جو تبریز شہر کے قریب تھا، وہاں کے جیل سپرنٹنڈنٹ یحییٰ خان الکردی کو خصوصی احکام جاری کیے گئے کہ کسی بھی طرح کوئی بھی شخص مرکزی حکومت کی اجازت کے بغیر نہ تو مرزا شیرازی سے ملاقات کر سکتا ہے اور نہ اس سے کسی قسم کی گفتگو کر سکتا ہے:

''لیکن ان احکام کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا، کیوں کہ اس کے مبلغین مختلف طریقوں سے اس تک پہنچ جاتے اور اس کی تعلیمات مریدوں تک پہنچا دیتے، تاہم انھیں اچھی خاصی مشقت اُٹھانا پڑتی۔''[1]

پروفیسر براؤن لکھتا ہے:

''تمام تر کوششوں اور مشکلات کے باوجود بھی مرزا شیرازی بابی اپنے مریدین سے مختلف طریقوں سے ملاقاتیں کرتا رہا، اس دوران میں اس نے بہت ساری تصانیف بھی کیں اور اسیری کے آخری ایام کے سوا اسے کسی خاص رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔''[2]

بدشت کانفرنس:

ماہ رجب 1264ھ بمطابق جون 1848ء کو فرقہ بابیہ کے سربراہ نے خراسان اور مازندان کے قریب نہرِ شاہرود پر واقع ایک صحرائی علاقے میں جو دشت کے نام سے مشہور تھا، اور ہزار جریب محل سے انتہائی قریب تھا، ایک کانفرنس منعقد کی۔[3]

اس کانفرنس میں فرقہ بابیہ کے تمام بڑے بڑے زعماء اور لیڈران شریک

---

① مطالع الأنوار (ص: ٢٤٣) مطبوعہ: انگریزی.

② دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٣/ ٣٠١)

③ المذهب البهائي، مصنف: شوقی آفندی (ص: ٣) مطبوعہ انگریزی۔

ہوئے جو تقریباً اکیاسی کے قریب تھے۔[1]

اس کانفرنس کی روحِ رواں اور ہیرو قرۃ العین الطاہرہ تھی جس کا اصل نام اُم سلمہ زرین تاج تھا۔ اس کی معاونت محمد علی بارفروشی، جو القدوس کے لقب سے مشہور تھا، ملاحسین البشروئی، جو باب الباب کے لقب سے مشہور تھا، اور مرزا حسین علی النوری المازندرانی، جو بہاء اللہ کے لقب سے مشہور ہے، ان سب نے کی۔ اس کانفرنس کے تمام شرکا کے لیے باب کی طرف سے ایک لوح پیش کی گئی اور ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ لقب دیا گیا، جن کا ذکر ہوا ہے۔[2]

نیز لکھتا ہے:

"اس کانفرنس میں مرزا یحییٰ الملقب بالوحید و صبح الازل نے بھی شرکت کی۔"[3]

یہ کانفرنس مرزا شیرازی کی شدید خواہش پر منعقد ہوئی، جیسا کہ بابی اور بہائی فرقے کا مشہور مورخ آوارہ لکھتا ہے:

"قرۃ العین الطاہرہ جو خط کتابت کے ذریعے براہ راست حضرت شیرازی کے ساتھ رابطہ میں تھی، اس نے بتایا کہ ماکو سے جو خطوط حضرت کے دستخطوں کے ساتھ آرہے ہیں، ان میں ہمیں ہدایات دی جارہی ہیں کہ یہ حرکت کرنے اور کوشش کرنے کا وقت ہے، تاکہ فرقہ بابیہ کی خدمات کو بڑھایا جا سکے، اس لیے تم سب پر لازم ہے کہ تم خاموش مت بیٹھو۔"[4]

---

[1] مطالع الأنوار (ص: ۲۳۱)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۳۲)

[3] نقطة الكاف (ص: ۲۴۰)

[4] الکواکب (ص: ۱۲۷۔ ۱۲۸) مطبوعہ فارسی و (ص: ۲۱۸۔ ۲۱۹) مطبوعہ عربی۔

بابیوں کی موج مستی:

چنانچہ آبادی سے دُور اس حسین وجمیل اور خوبصورت مقام پر خیموں کی بستی آباد کر دی گئی، یہاں بابیوں نے ہر قسم کی فواحش کا ارتکاب کیا اور ہر کام میں حد ہی کر دی۔ یہاں انھیں کہہ دیا گیا کہ انھیں ہر چیز کی آزادی ہے۔ خوبصورت لڑکیاں دُور دراز علاقوں سے منگوائی گئیں اور تمام راہنماؤں کو فراہم کر دی گئیں۔ اس کانفرنس میں سب سے خوبصورت لڑکی جس پر سب کی نظریں تھیں، اور وہ لڑکی بھی دِل کھول کر ہر کسی کو خوش ہونے کا موقع دے رہی تھی، وہ قرۃ العین الطاہرہ تھی۔

اس کے مقابلے میں سب سے زیادہ نوجوان لڑکا جو انتہائی تنومند، چوڑے سینے والا، جوان اور انتہائی خوبصورت محمد علی البارفروشی الملقب بالقدوس تھا، ان دونوں کی عمریں تیس برس سے زیادہ نہیں تھیں، پوری کانفرنس کے دوران یہ گھومتے پھرتے رہے، لڑکیاں اور لڑکے ان کے حسن و جمال سے مستفید ہوتے رہے۔

دوسری جانب مرزا حسین علی البہائی تھا، جو اپنے مال و دولت اور ثروت کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز تھا۔ اس کانفرنس کی میزبانی اسی کے ذمے تھی، اس نے میزبانی کی ان ذمہ داریوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اپنے مال و دولت اور حسن کے ذریعے تعلقات کو مستحکم کیا اور وہاں پائی جانے والی خوبصورتی سے جی بھر کر محظوظ ہوا۔ اس کانفرنس کو جن مورخین نے نقل کیا، وہ مرزا حسین علی البہائی کی خوبصورتی اور حسن کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''بڑے بڑے بالوں والا خوبصورت نوجوان۔''[1]

اس پوری کانفرنس میں ایک شخص بھی بوڑھا نہیں تھا، سب جوان تھے۔ مستانی جوانی، مال و متاع کی فراوانی، شباب و شراب و کباب کی کھلے عام دستیابی کے موقع پر

---

[1] الکواکب (ص: ۱۲۸) مطبوعہ: فارسی و (ص: ۲۱۸) مطبوعہ عربی۔

ظاہر بات ہے کہ یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ لوگ کسی روحانی یا اخلاقی کام کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے، بلکہ ان کا مقصد صرف اور صرف موج مستی تھا، جو انھوں نے جی بھر کر وہاں کی۔

اسلام کو یا اسلامی احکام کو وہ اس علاقے سے دُور ہی پھینک آئے تھے، بلکہ اس کانفرنس میں وہ یہاں اکٹھے ہی اس لیے ہوئے تھے کہ اسلام کو منسوخ کیا جائے اور اس کی جگہ فرقہ بابیہ کو دِین اور مذہب کی شکل دی جائے، چنانچہ انھوں نے قراردادوں کے ساتھ ساتھ اس کا عملی اظہار بھی دِل کھول کر کیا۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے والے تمام لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جہاں اس طرح کا ماحول فراہم کیا گیا تھا، وہاں تمام شرکا کو بڑے بڑے القاب سے بھی نوازا گیا، انھیں بتایا گیا کہ وہ اس وقت تمام مخلوق میں سے بہترین لوگ ہیں، جو چاہے وہ کریں، جس طرح کے گناہ مرضی کرتے پھریں، خیر الخلق ہونے کی وجہ سے کوئی اُن سے مواخذہ نہیں کرے گا، بلکہ وہ لوگوں سے پوچھ گچھ کریں گے۔

فرقہ بابیہ کے عقائد کے مطابق وہ ہر قسم کے مواخذہ اور احتساب سے بالاتر ہیں۔ اس کانفرنس میں انھیں یہ بھی بار بار بتایا گیا کہ اس صحرائی علاقے میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے دوران میں جو کام بھی ہوگا، وہ مکمل طور پر صیغہ راز میں رہے گا، جو حرکتیں ہوں گی، ان کی کسی کو بھی خبر نہ ہوگی اور وہ جو چاہیں کریں، کوئی روک ٹوک نہیں۔ مردوں اور عورتوں کے ساتھ وہ جس طرح کی چاہیں حرکتیں کریں، جو چاہیں کریں، کوئی رکاوٹ نہیں ہے، کوئی شرعی اور مذہبی پابندی نہیں ہے۔

اب ان کے درمیان ایک ہی بات مشترک تھی کہ وہ سب ایک نئے فرقے میں مکمل طور پر داخل ہو گئے ہیں، وہ سب ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں، جو چاہیں کریں، صحرا میں لگے ان خیموں سے کوئی بات بھی باہر نہیں جائے گی۔ اسی لیے بشروئی نے جو باب الباب کہلاتا ہے، ایک مرتبہ کہا:

"میں بدشت میں شریک ہونے والوں پر حد لگاؤں گا۔"[1]

پروفیسر براؤن جو مشہور برطانوی مستشرق ہے، جو دیوانگی کی حد تک بابیوں سے محبت کرتا تھا اور اسی نے سب سے زیادہ ان کی تاریخ نقل کی۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر پروفیسر براؤن نہ ہوتا تو آج بہائیوں کا نام بھی نہ ہوتا۔ وہ اپنی کتاب "نقطة الكاف" کے مقدمے میں لکھتا ہے:

"دشت کانفرنس میں ہونے والے بہت سارے واقعات کو بہائی مورخین نے حذف کر دیا ہے، حالانکہ بابیوں کی بعض دیگر کتابوں میں ان کا ذِکر ہے۔ ان میں سے بعض واقعات ایسے رونما ہوئے، جس کی وجہ سے مسلمانوں نے اُن پر بہت زیادہ تنقید کی۔ اس کانفرنس کے دوران میں بابی راہنما مادر پدر آزاد ہوگئے، انھوں نے ایسی حرکتیں اور گھٹیا کام کیے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف کھل کر بولنے کا موقع مل گیا، بلکہ خود بابی بھی ان حرکتوں کو بہت مذموم سمجھتے تھے۔

"چنانچہ ملا حسین البشروئی جو باب الباب کے لقب سے مشہور ہے، وہ کہتا ہے: میں بدشت میں شرکت کرنے والوں پر حد لگاؤں گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان بدشت والے واقعہ کے حوالے سے بابیوں پر جو اعتراضات کرتے ہیں کہ وہاں مردوں اور عورتوں کا کھلے بندوں اختلاط ہوا اور انھوں نے ہر وہ کام کیا جس کو ذکر کرنے سے زبان قاصر ہے تو یہ اعتراضات صرف بہتان یا الزام کی حد تک نہیں ہیں یا مسلمانوں نے ان کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے یہ باتیں نہیں گھڑیں، بلکہ وہاں یہ سب کچھ ہوا ہے اور بابیوں نے ان سارے کاموں کا ارتکاب کیا ہے۔"[2]

---

[1] نقطة الكاف (ص: ١٥٥)

[2] مقدمة نقطة الكاف (ص: سا، سب) پروفیسر براؤن

مرزا جانی کاشانی بھی کچھ باتوں کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

''قرۃ العین طاہرہ جب قزوین میں اپنے چچا اور سسر کو قتل کرنے کے بعد خراسان بھاگی تو خراسان میں شار ہرد نامی مقام پر پہنچی، اسی وقت وہاں جناب الحاج محمد علی الملقب بالقدوس بھی پہنچ گئے، وہ مشہد سے سیدھا وہاں آئے، ان دونوں کی جوڑی ایسی لگتی تھی جیسے سورج چاند اکٹھے ہوگئے۔ خواہش کے آسمان جناب قدوس اور ارادت کی زمین قرۃ العین کا اجتماع ہوا، جس سے توحید کے بہت سارے راز کھل کر سامنے آ گئے اور بندگی کے بڑے اصول بھی نظر آئے۔ سب پردے اُٹھ گئے، عاشق اور معشوق آمنے سامنے ہوگئے، پردے اُٹھتے چلے گئے، دونوں کے ہاتھوں میں شراب کے جام تھے، وہ شراب جسے پینے والا دنیا کے امور سے غافل ہو جاتا ہے، چنانچہ شراب کے جام لنڈھاتے ہی وہ عقل وشعور سے بے گانہ ہوگئے، سرور اور وجد میں آ گئے، وجد اور بے خودی کی وجہ سے انھوں نے وہ وہ طربیہ آوازیں نکالیں کہ ساتوں آسمان کی روح تک خوشی سے سرشار ہوگئی۔''[1]

بستانی نے سید جمال الدین افغانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے دشت کانفرنس کا ذِکر کرتے ہوئے کہا:

''موج ومستی کی حکومت تھی، جو قبیح کام وہاں کے لوگ کر سکتے تھے انھوں نے کیے۔''[2]

اسی لیے یہ بھی ذکر کیا:

---

(1) نقطة الكاف (ص: ١٤٤)

(2) دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٨) مطبوعه: تهران۔

”اردگرد کے مسلمانوں کو اُن کی اِن حرکتوں کی وجہ سے بڑا غصہ آیا، دیہاتوں کے سارے مسلمان اکٹھے ہوگئے، انھوں نے بابیوں پر حملہ کر دیا، ان کے خیمے اُکھاڑ دیے، ان کا مال و دولت چھین لیا اور انھیں وہاں سے بھگا دیا۔“[1]

جانی کاشانی تو اِس کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھتا ہے:

”بدشت کے صحرا میں سب لوگ جوڑے جوڑے ہو کر دُور دُور بکھر گئے، ہر ایک نے اپنی اپنی جماعت بنا لی، اس خوبصورت وادی اور پھر اس پر مستزاد حسن و جمال اور شباب و کباب کی فراوانی نے اُن کے جذبات کو دوآتشہ کر دیا تھا، ہر طرف عقل و خرد سے بے گانہ لوگ تھے، جو اپنی حرکتوں کی وجہ سے جنون کی منازل طے کر رہے تھے، قیل و قال سے بے پروا، ہر بات سے بے نیاز وہ اپنی ہی دنیا میں مست تھے۔ صحرا کے اردگرد موجود مسلمان دیہاتیوں کے لیے یہ بات بڑی ہی ناگوار تھی، ان کی حرکتیں انھیں اچھی نہیں لگ رہی تھیں، لہٰذا انھوں نے اُن پر حملہ کر دیا، انھیں سنگسار کیا، بڑے بڑے پتھر اُن پر پھینکے، وہ تمام لوگ جو اپنی ہی دنیا میں مست تھے، اس حملے سے بوکھلا گئے، جس کا جدھر منہ تھا اس طرف کو نکل گیا، چنانچہ کچھ لوگ ”اشرف“ کچھ ”آمل“ اور کچھ ”بارفروش“ نامی شہروں میں چلے گئے۔

”محمد علی الملقب بالقدوس خفیہ طور پر وہاں سے نکل کر بارفروش چلے گئے، ان کے ساتھ ہی ان کی جانِ تمنا قرۃ العین بھی تھی، وہاں سے وہ طبرس کے قریب ایک گاؤں، جس کا نام ”نور“ تھا، جو حسین علی البہائی کا گاؤں

[1] الکواکب (ص: ۱۳۱) مطبوعہ فارسی۔

ہے، وہاں پہنچے۔ اس واقعہ کی ساری خبریں ہر طرف پھیل گئیں، مازندران میں بھی یہ ساری باتیں پہنچیں جس کی وجہ سے بابیوں کو انتہائی شرمندگی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔"[1]

"قرۃ العین نے اپنے جوان محبوب بارفروشی کے ساتھ ایک ہی ڈولی میں سفر کیا، وہاں سے وہ مازندران پہنچے، ان کی سواری کا انتظام حسین علی بہائی نے کیا تھا، اس دوران بھی قرۃ العین اور بارفروشی کی حرکتیں جاری رہیں۔ قرۃ العین اس سفر میں اتنی خوش تھی کہ اس نے اونٹ بانوں کو روزانہ ایک نیا قصیدہ لکھ کر دینا شروع کیا، جس کو وہ سفر میں گاتے۔"[2]

آوارہ کہتا ہے:

"جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سیدہ قرۃ العین نے خراسان کا سفر کیا ہے تو یہ بات بھی خود بخود طے ہو جاتی ہے کہ اس وقت ان کے ساتھ حضرت قدوس بھی تھے، کیونکہ وہ واحد شخصیت تھے جن پر یہ حسین و جمیل خوبصورت خاتون اعتماد کرتی تھیں اور اپنی جلوت و خلوت میں انھیں اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ حضرت قدوس سیدہ طاہرہ کے تمام رازوں اور خفیہ باتوں سے بھی آگاہ تھے۔ بابی فرقے کے بہت سارے مورخین نے اس سفر کا ذکر محض اس لیے نہیں کیا کہ باتیں کرنے والوں کو موقع نہ مل سکے۔"[3]

"قرۃ العین اپنے محبوب محمد علی قدوس کے ساتھ جب ہزرا جریب نامی گاؤں پہنچے تو انھوں نے ایک ہی حمام میں اکٹھے غسل کیا۔ جب گاؤں

---

(1) نقطة الكاف (ص: ١٥٤)

(2) مطالع الأنوار (ص: ٢٩٨) مطبوعه انگريزى.

(3) الكواكب (ص: ١٣١) مطبوعه فارسى و (ص: ٢٢٧۔ ٢٢٨) مطبوعه عربى۔

والوں کو اس حرکت کا پتا لگا کہ یہ لوگ انتہائی بے شرم اور بے حیا ہیں اور سرِعام فسوق و فجور کا ارتکاب کر رہے ہیں تو انھوں نے ان کے قافلے پر حملہ کر دیا، بہت سے لوگوں کو مار دیا اور کئی زخمی ہو گئے، جس کو جس طرف منہ لگا بھاگ گیا۔ گاؤں والوں کے حملے کی وجہ سے سیدہ طاہرہ بھی اپنے محبوب سے جدا ہو گئی، یوں اس کی خلوت و جلوت کا ساتھی اس سے بچھڑ گیا۔"[1]

شریعت کی منسوخی:

اس لعب ولہو اور خرافات کے ساتھ ساتھ فرقہ بابیہ کے لوگ مختلف مقامات پر اپنے اجتماعات منعقد کرتے تھے، یہ اجتماعات عام طور پر اکیس دِن تک جاری رہتے، جن میں بہت ساری باتوں پر غور کیا جاتا، تاہم بنیادی امور دو ہی ہوتے، یعنی کس طرح مرزا شیرازی کو جیل سے نکالا جائے اور کس طرح اسلامی شریعت کا خاتمہ کیا جائے۔ اس حوالے سے ہم کچھ تفاصیل گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں اور کچھ آیندہ اپنے مقامات پر آئیں گی۔

بابی اور بہائی مورخین نے بیان کیا ہے:

"تمام بابیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت شیرازی کی آمد کے ساتھ شریعتِ اسلامیہ منسوخ ہو چکی ہے، ان کے اس عقیدے کی وجہ یہ تھی کہ شیعہ مذہب کے مطابق آنے والا امام مہدی شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کر دے گا اور نئی کتاب اور نئی شریعت لے کر آئے گا۔"[2]

اس کے علاوہ وہ مرزا شیرازی کو دیگر انبیا حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور

---

(1) مفتاح باب الأبواب (ص: ۱۸۱) نیز دیکھیں: الکواکب، نقطة الکاف.

(2) تفصیل کے لیے اس [illegible] اور اس کے دعوے دیکھیں۔

حضور ﷺ کی طرح مستقل نبی اور رسول مانتے تھے، بلکہ ان انبیائے کرام سے مرتبے کے اعتبار سے اُس کو بہتر اور افضل سمجھتے تھے، تاہم عام لوگوں کے اندر وہ اس بات کو بیان نہیں کرتے تھے۔ چونکہ عام لوگ صرف مہدی ہونے کی وجہ سے مرزا شیرازی کے پیچھے چل رہے تھے، لہٰذا انھیں صرف یہی بتایا جاتا کہ وہ مہدی ہیں، جبکہ خاص تقریبات میں جہاں خاص لوگوں کو ہی آنے کی اجازت ہوتی، وہ اپنے عقائد کا کھل کر اظہار کرتے تھے۔

مذکورہ بالا کانفرنس میں انھوں نے بہت سے امور پر غور کیا، اس بات پر بھی سوچا کہ کس طرح لوگوں کو اپنے جال میں پھنسایا جائے، کس طرح ایسا کام کیا جائے کہ جاہل عوام ان سے متنفر نہ ہو، بلکہ ان کے قریب آ جائے، چنانچہ انھوں نے ایک ترکیب سوچی کہ جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تاکہ لوگ دھوکے میں آ جائیں اور کوئی بھی شخص جماعت سے باہر نہ جائے۔ جماعت کا ایک حصہ وہ ہو جو شریعتِ محمدیہ کی تنسیخ کا اعلان کرے اور دوسرا حصہ اُن کی مخالفت کرے۔

یوں بعض لوگ پہلے گروہ کے ساتھ مل جائیں گے اور بعض دوسرے کے ساتھ۔ کوئی بھی دونوں گروہوں کو چھوڑے گا نہیں۔ بہائی اور بابی مورخین اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''دشت کانفرنس میں جب سب حاضرین جمع ہو گئے تو انھوں نے باقاعدہ بحث کا آغاز کیا، اس مجلس میں دو قسم کے لوگ تھے، ایک طبقہ وہ تھا جس میں صرف خاص الخاص زعماء اور بڑے لیڈروں کو شرکت کی دعوت تھی، دوسری قسم کے لوگ وہ تھے جس میں عام لوگ شامل تھے۔

> ''خاص مجالس میں اہم ترین بحثیں ہوئیں، خاص لوگوں کے درمیان گفتگو [illegible]، سب سے پہلے تو حضرت باب کو جیل سے چھڑانے کی ترکیبوں

پر غور ہوا، سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اس اہم ترین کام کو طے کرنے کے بعد فرعی مسائل پر گفتگو شروع ہوگئی، نئے مسائل وضع کیے گئے۔

''خاص الخاص لوگوں میں ایک نئی بحث چھڑ گئی، ان میں سے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ پہلی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت لانی چاہیے، جو نئی شریعت ہوگی وہ پہلی شریعتِ الٰہیہ سے زیادہ واضح، ظاہر اور جامع و مانع ہوگی۔ جو مسائل پہلی شریعت میں رہ گئے، ان کو بھی اس شریعت میں ذِکر کر دیا جائے گا اور اس نئی شریعت کے ذریعے حضرت شیرازی کی نبوت پر اتمامِ حجت بھی ہو جائے گی، اس طرح حضرت باب شیرازی کے مقام کو بیان کرنے کے لیے بھی نئے احکام جاری کیے جائیں گے، جس کے ذریعے یہ بات ثابت کی جائے گی کہ وہ پہلے تمام انبیاے کرام سے افضل، اعلیٰ اور برتر ہیں اور انھیں بھرپور اور مطلق اختیار ہے کہ وہ شرعی احکام میں جس طرح چاہیں تبدیلی کر سکیں۔ ایک دو لوگوں کا خیال تھا کہ شریعتِ محمدیہ کو ختم نہ کیا جائے، بلکہ اس میں نئی اصلاحات متعارف کرائی جائیں، اس میں بدعت و فساد کی جو باتیں شامل ہوگئی ہیں، حضرت باب شیرازی ان کی اصلاح کریں اور انھیں ختم کریں۔

''قرۃ العین طاہرہ پہلے گروہ میں سے تھی، اس نے تمام حاضرین پر دباؤ ڈالا کہ وہ شریعتِ محمدیہ کی تنسیخ کا اعلان کریں اور ساتھ یہ بھی اعلان کریں کہ نئی شریعت یعنی بابیہ اب شریعت محمدیہ کی جگہ لے چکی ہے، لہٰذا سارے لوگ اس کا اتباع کریں۔

''محمد علی قدوس بھی قرۃ العین کی وجہ سے پہلے گروہ کی ہاں میں ہاں ملاتا

رہا، مگر کسی حد تک وہ اسلامی احکام پر بھی عمل کرتا تھا، لہٰذا اس کا دِل پہلی جماعت میں مکمل طور پر شریک ہونے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اس مسئلے کی وجہ سے جماعت تقسیم ہو جائے گی، چنانچہ سیدہ طاہرہ کی وجہ سے تو اس گروہ میں شریک ہو گیا، مگر دوسرے لوگوں کو بھی سنتا رہا۔ لیکن سیدہ طاہرہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

''اس کا خیال تھا کہ آج جو بحث ہوئی اس کی وجہ سے لامحالہ بہت سارے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں، خاصۃ الناس میں بہت سے ابہامات پیدا ہو رہے ہیں، لہٰذا جتنا جلد ہو سکے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور اسے حل کرنے کا بہترین موقع یہی ہے، اس بارے میں جو سوال جواب اور اعتراضات ہیں انھیں ختم کرنے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔ اس وقت ہم پوری طاقت میں ہیں تو لوگ طاقت میں ہونے کی وجہ سے ہمارا ساتھ دیں گے، اور اگر کچھ لوگ ہم سے علاحدہ ہونا چاہیں تو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، ان کی علاحدگی کا ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے ساتھ صرف پکے سچے اور مخلص لوگ ہی رہ جائیں گے۔

''اس دِن ہونے والے بحث میں قرۃ العین طاہرہ ہی چھائی رہی، اس نے بڑی شدومد اور دلائل کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو قائل کیا اور انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: میری بات غور سے سنو، اسلامی شریعت کے اعتبار سے اگر کوئی عورت مرتد ہو جاتی ہے تو اس پر حدِ قتل لازم نہیں آتی اور نہ اسے حد کے طور پر قتل کیا جا سکتا ہے، اسے صرف سمجھایا جا سکتا ہے اور وعظ و نصیحت کی جا سکتی ہے، لہٰذا آج میں تم سب لوگوں کے سامنے

کھل کر اور واضح باتیں کر دینا چاہتی ہوں، میں نے مذہب اور شریعت سے اپنے کان لپیٹ لیے ہیں، مجھے مذہب اور شریعت سے کوئی ڈر نہیں۔

"آج حضرت قدوس بھی اس مجلس میں موجود نہیں ہیں، شاید وہ اس طرح کی مجلس میں شریک ہونا پسند نہ کریں، مگر میں پھر بھی اپنی تمام قوت گویائی کو صرف کرتے ہوئے اس مسئلے کو آپ لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہوں گی اور مجھے امید ہے کہ آپ لوگ میری باتوں کو قبول کریں گے۔ میں پوری طاقت کے ساتھ اپنی بات بیان کروں گی اور اگر تم لوگوں کو میری بات سمجھ نہیں آتی اور تم میری بات نہیں مانتے تو پھر حضرت قدوس کی یہ ذمے داری ہوگی کہ وہ مجھے سمجھائیں، دلائل دیں، تاکہ میں اپنا جنون ترک کردوں، تاکہ میں کفر سے اپنا ہاتھ کھینچ لوں، توبہ کرلوں اور دوبارہ اسلام کے قلعہ میں پناہ حاصل کروں۔

"اس کے اس طرزِ گفتگو کو حاضرین نے بہت پسند کیا، اس پسندیدگی کی وجہ سے اس کے لیے اپنی گفتگو کرنا آسان ہوگیا، اس طرح اسلام کو منسوخ کرنے کے لیے یہ ڈرامے بازی اور منصوبہ بندی کی گئی۔ یہ گفتگو چلتی رہی اور وہ مناسب موقع کی تلاش میں رہے، اس دوران میں حضرت بہاء اللہ اور حضرت قدوس دونوں بیمار پڑ گئے، ان کی غیرحاضری کی وجہ سے اب سارے اختیار قرۃ العین کے پاس آگئے۔ اس نے اور زیادہ طاقت کے ساتھ باقی لوگوں کو اپنے عزائم کے بارے میں بتانا شروع کر دیا کہ کس طریقے سے شرعی احکام کو تبدیل کیا جائے گا اور نئی شریعت لائی جائے گی۔ جب لوگوں نے اس کی کھلی کھلی باتیں سنیں تو ہر طرف سرگوشیاں اور باتیں ہونے لگیں، بعض لوگ اس کے خیالات کی

وجہ سے تعجب میں پڑ گئے۔

''تاہم بعض لوگ اس کی حمایت پر کمربستہ ہوگئے۔ جو لوگ اس کے مخالف تھے، بڑے غصہ کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور حضرت قدوس کے پاس چلے گئے، ان سے شکایت کی کہ طاہرہ اس طرح کی باتیں کر رہی ہے۔ قدوس نے انتہائی ٹھنڈے اور میٹھے لہجے کے ساتھ انھیں سمجھایا، ان کا غصہ ختم کیا اور انھیں یقین دہانی کرائی کہ عن قریب وہ قرۃ العین کے ساتھ ملاقات کریں گے اور اس معاملے پر اس کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

''جب ملاقات ہوئی، دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے اور دونوں کے درمیان بحث ہونے لگی، یہ بحث بے نتیجہ رہی اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دوبارہ اجتماع منعقد کریں اور سب کے سامنے یہ قضیہ رکھیں۔ قرۃ العین طاہرہ نے کہا کہ حق بات بتانا میرے لیے ضروری ہے اور میں بتا کر رہوں گی۔ مقررہ دِن پھر سب لوگ اکٹھے ہوئے اور گفتگو شروع ہوگئی۔ قرۃ العین طاہرہ نے پورے جوش وخروش کے ساتھ دلائل دینے شروع کیے، مگر اس کے دلائل بھی مخالفین کو ٹھنڈا نہ کر سکے۔ جو لوگ طاہرہ کے مخالف تھے، اب اُن کے پاس ایک ہی راستہ تھا، انھوں نے اپنا سامان سمیٹا اور پھر کبھی مڑ کر بابیوں کے پاس نہ آئے۔

''جب بحث حد سے بڑھ گئی تو آخرکار حضرت بہاء اللہ حسین علی کو مداخلت کرنا پڑی۔ وہ ازخود تشریف لائے، انھوں نے سورۃ الواقعہ کی تلاوت کی، اس کی تفسیر اور تاویل کی اور سورۃ الواقعہ کی مختلف آیات کے حوالے سے یہ بات ثابت کی کہ خود قرآن پاک سے ہمیں ثبوت ملتا ہے کہ ایک وقت آکر شریعتِ اسلامی کی تنسیخ ہو جائے گی اور نئی شریعت

آ جائے گی۔ انھوں نے اس طریقے سے سارے دلائل بیان کیے کہ لوگوں کے دِل مطمئن ہوگئے اور سب سے تسلیم کرلیا کہ یہ بات ہو کر رہے گی اور شریعت کی تنسیخ لازمی اور ضروری ہے۔"[1]

دوسروں کے پیچھے چلنے والا شیرازی:

عبدالحسین آوارہ نے اس کانفرنس کے حالات بیان کیے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو نبوت اور مہدویت کا دعویٰ کر رہا ہے، یعنی مرزا شیرازی، وہ جیل میں قید تھا اور اسے بالکل نہیں پتا تھا کہ کانفرنس میں کیا ہو رہا ہے؟ اس کے مریدیں کانفرنس میں اس کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے تھے، نئی شریعت بنا رہے تھے، پہلی شریعت کو نسخ کر رہے تھے، فیصلے کرنے کے بعد وہ اس کی اطلاع مرزا شیرازی کو کر دیتے تھے۔ چونکہ اس کانفرنس پر اس کا کوئی اختیار نہیں تھا، لہٰذا جو امور وہ طے کر رہے تھے انھیں ماننے بنا کوئی چارہ نہیں تھا، تاہم یہ امر حقیقی ہے کہ اس ساری گفتگو کے دوران میں مرزا شیرازی کی رائے طلب نہیں کی گئی۔ اس بارے میں عبدالحسین آوارہ کہتا ہے:

"مجلس کے اختتام پر فیصلوں کی ایک کاپی حضرت باب کو ماکو میں بھیج دی گئی اور اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنا حتمی فیصلہ جاری کر دیں۔ چونکہ یہ سارے فیصلے خواص کے مشورے سے طے پائے تھے اور حضرت بہاء اللہ کی رائے بھی ان کے ساتھ ہی تھی، ان سب کے ساتھ مل کر انھوں نے شریعت کو ختم کیا، نیز قدوس، باب الباب اور حضرت طاہرہ بھی ان کے ساتھ ہی تھیں، لہٰذا اسی بات کو حتمی اور آخری سمجھتے ہوئے ان کو

---

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية، مصنف: عبدالحسین آوارہ (ص: ۱۲۹) مطبوعہ:فارسی۔ نیز دیکھیں:(ص: ۲۱۸) مطبوعہ عربی۔

حتمی شکل دے دی گئی۔[1]

جب انھوں نے فیصلہ کر دیا کہ اب پرانی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی جگہ نئی شریعت آ گئی، اب مرزا شیرازی نے کھل کر کام کرنا شروع کر دیا، اس نے اعلان کر دیا کہ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے، نیا قرآن سامنے لے آیا۔ حالانکہ شواہد و قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اکیلی طاہرہ ہی نے دِین کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے پر دوسروں کو آمادہ کرنے کے لیے اپنے حسن و جمال، قوتِ بیان اور دیگر تمام حربے استعمال کیے۔

ان سارے واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ بابیہ کے تمام احکام اور قواعد صرف مرزا بابی شیرازی نے وضع نہیں کیے، بلکہ اس کے ساتھ بہت سے اور لوگوں نے بھی حصہ لیا۔ مذکورہ بالا معاملے کے علاوہ بھی ہمیں کئی ایسے معاملات کا پتا چلتا ہے جہاں مرزا شیرازی نے اپنے دیگر ساتھیوں کی بات کو مانتے ہوئے ان کی خواہشات کو اپنے فرقے کے بنیادی احکام کے طور پر متعارف کروایا۔

گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ کثرتِ ریاضت و مجاہدت کی وجہ سے ذہنی اعتبار سے مرزا شیرازی کافی متاثر ہو چکا تھا، علاوہ ازیں علمی اعتبار سے وہ کوئی اتنا باصلاحیت انسان نہیں تھا، پھر پے در پے حالات نے اس کے ذہنی خلل کو اور بڑھا دیا، چنانچہ اس کے دیگر ساتھیوں اور بالخصوص قرۃ العین طاہرہ کے لیے بہت زیادہ موقع تھا کہ وہ اپنی خواہشات کو اس نئے فرقے میں داخل کریں۔ گویا مرزا بابی شیرازی ایک اعتبار سے امام تھا کہ لوگ اس کی اتباع کرتے تھے تو دوسرے اعتبار سے بہت سے امور میں لوگوں کا متبع تھا اور ان کی باتیں مانتا تھا، خود اس کے پاس ان باتوں کو سمجھنے کے لیے کوئی فہم و ادراک نہ تھا۔

[1] مذکورہ بالا حوالہ۔

بزدلی:

مرزا شیرازی پر تحقیق کرنے والے تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ شیرازی خفیہ ہاتھوں میں کھیل رہا تھا، وہ ان کے ہاتھوں پتلی کی طرح ناچ رہا تھا۔ کچھ لوگ پسِ پردہ اسے معلومات اور احکامات فراہم کرتے تھے اور وہ ان کا ترجمان بن کر اُن کو آگے پیش کر دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کبھی کسی موقف پر پوری طاقت کے ساتھ کھڑا نہ ہو سکا۔ جہاں اسے اپنی جان، مال کا خطرہ محسوس ہوا، اس نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔ ایسے کسی بھی موقع پر وہ حکمرانوں کو یقین دہانی کراتا کہ وہ آیندہ اس قسم کی کارروائیوں میں ملوث نہ ہوگا، نیز یہ کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہ جاہل عقیدت مندوں کا وہم ہے، حقیقتِ حال میں ایسا نہیں۔ ایسا کہہ کر وہ اپنی جان چھڑا لیتا اور اپنے مریدین کو پھنسا دیتا کہ وہ حکومتی تشدد برداشت کریں۔ اس کے مریدین بھی اتنے جاہل تھے کہ مرزا شیرازی کی تمام غلطیوں و کوتاہیوں کے باوجود وہ اس کے پیچھے اندھا دھند چلتے تھے، یہاں تک کہ جب حکومتی سختیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت نے بہت سارے لوگوں کو گرفتار کر کے انھیں سولی پر چڑھا دیا۔ شیرازی کے یہ مریدین ہنستے کھیلتے سولی پر لٹک گئے، مگر انھوں نے اُف تک نہ کی۔ اس طرح کے حالات اگر مرزا شیرازی پر آتے تو شاید وہ تکلیف کا دسواں حصہ بھی برداشت نہ کر سکتا۔

مثلاً شیراز میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب حسین خان حاکمِ شیراز نے مرزا بابی شیرازی کو گرفتار کر لیا، اسے گھسیٹ کر حاکم کی مجلس میں لایا گیا، حاکم نے اسے دیکھتے ہی پانچ چھے تھپڑ جڑ دیے، تھپڑ کھا کر مرزا شیرازی کے ہوش ٹھکانے آ گئے، وہ بالکل اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکا، اس نے حاکمِ شیراز سے معافی مانگی اور ماموں کی ضمانت دے کر رہائی حاصل کی۔

21 رمضان المبارک 1261ھ کو حاکمِ شیراز کے مجبور کرنے پر وہ مسجد میں گیا، وہاں منبر پر کھڑے ہو کر اُس نے امامت، مہدویت اور دیگر تمام عقائد سے براءت کا اعلان کیا، وہاں اس نے حلف اٹھایا کہ وہ نہ تو اس قسم کے دعوے کرتا ہے اور نہ آیندہ ایسے کسی کاموں میں پیشرفت اختیار کرے گا۔ اس نے حاکمِ شیراز کے ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ باقی ساری زندگی گھر میں گزارے گا، کہیں بھی باہر نہیں نکلے گا، حتیٰ کہ اپنے کسی مرید سے بھی ملاقات نہیں کرے گا۔[1]

دوسرا موقع وہ تھا جب تبریز میں اس کے اور شیعہ علما کے درمیان زبردست مناظرہ ہوا، مرزا شیرازی یہ مناظرہ ہار گیا اور مناظرے کی شرط کے مطابق اسے پاؤں پر اٹھارہ ڈنڈے مارے گئے۔[2]

ڈنڈے کھاتے ہی اس کے قدم بھی ڈگمگا گئے، نبوت، رسالت، مہدویت کے سارے دعوے ہوا ہو گئے، سب لوگوں کے سامنے اس نے اعلان کیا کہ وہ آیندہ اس طرح کے دعوے نہیں کرے گا۔ یہ بات اس نے اپنے ولی عہد کو ایک خط میں بھی لکھی کہ وہ ان تمام عقائد سے توبہ کر رہا ہے۔ پروفیسر براؤن نے بھی اپنی کتاب میں مرزا شیرازی کے اس مناظرے اور توبہ کے احوال نقل کیے ہیں۔ ہم ان واقعات کو آگے ''شیرازی اور اس کے دعوے'' کے عنوان سے نقل کریں گے۔[3]

میرا خیال یہ ہے کہ اگر مرزا شیرازی اتنا بزدل نہ ہوتا تو ایران اور گردونواح کے حالات سے مزید فوائد حاصل کر سکتا تھا، مگر اس کی بزدلی آڑے آ گئی اور اس کے قدم ڈگمگا گئے۔

اس کے برعکس اس کے بہت سے پیروکار اور مرید ایسے تھے، جنھوں نے

---

[1] الکواکب (ص: ٤٧) مطبوعه فارسی

[2] نقطة الكاف (ص: ١٣٨)

[3] دراسات عن الديانة البابية، مصنف: براؤن (ص: ٢٥٧) مطبوعه انگریزی۔

ثابت قدمی اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آخری وقت تک اپنے مسلک سے رجوع نہیں کیا۔ انھیں سخت تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی گئیں، سر سے لے کر پاؤں تک کون سا حصہ تھا، جہاں انھیں زخم نہیں آئے، مگر انھوں نے اپنے فرقے کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور آخری وقت تک قائم رہے، مثلاً: قربان علی، جانی کاشانی، محمد علی تبریزی وغیرہ۔

مثلاً: مرزا کاشانی، ملا محمد علی تبریزی کے بارے میں لکھتا ہے:

''جب ملا محمد علی تبریزی کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تو وہاں مرزا شیرازی اور سید حسین یزدی بھی موجود تھے، جب قاضی نے آخری وقت میں ان کو توبہ کا موقع دیا تو یزدی نے بابیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسے ترک کرنے کا اعلان کر دیا۔ جب ملا محمد علی تبریزی سے کہا گیا کہ وہ بھی بابیت سے توبہ کرے تو اس نے صاف انکار کر دیا، بلکہ اس نے یہاں تک کہا کہ جب تم مجھے قتل کرنے کے لیے باندھنے لگو تو میرا منہ اس طرف کر دینا جدھر حضرت مرزا بابی شیرازی تشریف فرما ہیں، تاکہ آخری وقت میں ان کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

اس طرح کی باتیں سن کر سرکاری افسران کو خیال ہوا کہ شاید یہ مجنون ہے اور اس کا ذہنی توازن درست نہیں، چنانچہ انھوں نے حاکمِ شیراز کو بتایا کہ یہ مجنون ہے، اس پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے، تو ملا محمد علی تبریزی اونچی آواز سے چلانے لگا: میں دنیا کا سب سے عقل مند ترین انسان ہوں، ہاں میں حضرت شیرازی کا مجنون اور دیوانہ ہوں۔ مجھے قتل کر دو، میں مقتولِ حضرت بابی ہونا چاہتا ہوں۔''[1]

جس وقت ملا محمد تبریزی یہ باتیں کر رہا تھا، اس وقت مرزا شیرازی بابی موت

[1] نقطۃ الکاف (ص: ۲۴۸)

کے خوف سے ایک طرف بیٹھا رو رہا تھا اور جان بچانے کے لیے بیت الخلاء میں چھپ گیا تھا۔ اسی طرح قربان علی جو مرزا شیرازی کا انتہائی قریبی مرید تھا، اس کے شاہی خاندان کے ساتھ بڑے تعلقات تھے اور کئی حکام بھی اس کے جاننے والوں میں سے تھے:

''جب حکام کو معلوم ہوا کہ قربان علی بھی بابی ہے، انھوں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ یہ کام ترک کر دے، اس نے انکار کیا اور اپنی حقیقت کا کھل کر اعتراف کیا کہ وہ بابی ہے اور بہر صورت بابیت پر قائم رہے گا۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ اُسے بھی سزائے موت دی جائے۔ جب اسے سزائے موت کے لیے لایا گیا تو اس نے سر پر بہت بڑا سا عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حاکم نے جلاد کو اشارہ کیا، وہ پیچھے سے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے تلوار چلائی، جس کی وجہ سے اس کی پگڑی اُڑ کر دُور چلی گئی۔

''دراصل حاکم کا مقصد یہ تھا کہ اسے ڈرا دھمکا کر مذہب چھوڑنے پر آمادہ کیا جائے، مگر آخری وقت تک قربان علی اپنے موقف پر قائم تھا، جونہی اس کی پگڑی اُڑ کر گری، اس نے فی البدیہ فارسی زبان میں کہا ''ھاشا باشا'' جس کا مطلب ہے کہ میں کتنا بد بخت عاشق ہوں کہ میری پگڑی میری گردن سے پہلے حضرت امام پر قربان ہو گئی۔''[1]

اب مرزا شیرازی اور اس کے مریدوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا، اس کے سارے مریدین ثابت قدم رہے، مگر وہ خود ثابت قدم نہ رہ سکا۔ اس کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر وہ تھوڑی سی جرأت کا مظاہرہ کرتا، دِل مضبوط رکھتا، اس وقت کے متذبذب علما اور رشوت خور حکام کے سامنے تھوڑی سی جرأت کا مظاہرہ کرتا تو شیرازیت کی تاریخ بہت مختلف ہوتی۔ مگر وہ ہمت ہار گیا، تھوڑی سی مار بھی برداشت

[1] نقطة الكاف (ص: ٢١٧)

نہ کر سکا اور کچھ عرصہ بعد ہی وہ اپنے عقائد سے پھر جاتا۔

مورخین اس کے بارے میں ایک بات کہتے ہیں کہ جتنے بھی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، اُن سب میں سے زیادہ مضبوط دعویٰ بابی شیرازی کا تھا، مگر سب سے کم ہمت اور بھگوڑا یہی نکلا۔

خونی جھڑپیں:

اب ہم دوبارہ بدشت کانفرنس کی طرف لوٹتے ہیں، جہاں سے بابیت کی ایک نئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ بدشت کانفرنس کے اختتام پر بابی فرقے کے راہنما تین مختلف سمتوں کی جانب چل پڑے۔ ملا حسین بشروئی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مازندران کے نواحی علاقے بارفروش میں چلا گیا۔ ملا محمد علی بارفروشی قرۃ العین کے ساتھ خراسان چلا گیا۔ حسین علی مازندرانی البہاء اپنی جماعت کے ساتھ تہران چلا گیا۔[1]

بارفروشی خراسان سے نکل کر بارفروش آ گیا اور خفیہ طور پر ملا حسین بشروئی کے ساتھ مل گیا، اس کے علاوہ اس نے اپنے اردگرد بہت سارے مسلح لوگوں کو بھی اکٹھا کرلیا، یہ سب لوگ انتقام کے جوش میں بھرے ہوئے تھے۔[2]

انہی دِنوں محمد شاہ القاجاری کا انتقال ہوگیا، یہ شوال 1264ھ بمطابق ستمبر 1848ء کا زمانہ تھا۔ محمد شاہ قاجاری کی جگہ ولیِ عہد ناصرالدین شاہ نے زمامِ حکومت سنبھالی۔ بابیوں کو محمد شاہ قاجاری کی موت کی بڑی خوشی ہوئی:

> ''ان کے خیال میں محمد شاہ کی موت بہت بڑی خوش خبری تھی، چنانچہ اس کی موت کے ساتھ ہی انھوں نے لڑائی جھگڑے شروع کر دیے، مار دھاڑ

---

[1] الكواكب (ص: ١٣١) مطبوعه فارسی.

[2] مطالع الأنوار (ص: ١٦٠) مطبوعه انگریزی.

شروع کر دی اور ہر طرف فساد کرنا شروع ہو گئے۔“[1]

کاشانی لکھتا ہے:

”بشروئی کو جب محمد شاہ کی موت کا پتا چلا تو سیدھا فیروز کو گیا اور وہاں جا کر اس نے کہا کہ مجھے طویل عرصے سے اس خبر کا انتظار تھا۔“[2]

”بابیوں نے مختلف مقامات پر مسلمانوں پر حملے کرنے شروع کر دیے، بے وجہ اور معصوم لوگوں کا قتل عام کرنے لگے، بڑوں کے علاوہ بچوں کو بھی خوامخواہ قتل کیا گیا۔“[3]

”بارفروشی نے اپنے گرد دو ہزار مسلح افراد کا لشکر اکٹھا کیا اور طبرسی قلعہ میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ قلعے کے اردگرد اس نے خندقیں کھود دیں، فصیل بلند کر دی، دیواروں کو از سرِ نو تعمیر کر دیا، اس قلعہ میں اس نے بہت زیادہ اسلحہ وغیرہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا، اس قلعہ کو مرکز بنا کر اس نے اردگرد کی آبادیوں پر بلاوجہ حملے شروع کر دیے۔ ایک رات اُس نے ایک دیہات پر حملہ کیا اور وہاں ۱۳۰ عام لوگوں کو قتل کر دیا، باقی لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ بارفروشی کے سپاہیوں نے اس دیہات کو ملیامیٹ کر دیا، اردگرد کے درختوں کو جلا دیا، اس دیہات اور اس کے گردونواح سے انھیں اتنا غلہ مل گیا کہ دو برس تک کے لیے کافی تھا۔“[4]

بابیوں کا خیال تھا کہ کسی بھی مخالف کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، جو بھی ان کی بات کو نہیں مانتا اور بابی مسلک کو اختیار نہیں کرتا، اسے قتل کر دینا چاہیے۔ یحییٰ الدارابی

---

1. الکواکب (ص: ۲٤۷) مطبوعه عربی.
2. نقطة الکاف (ص: ۱۵۵)
3. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۵۷)
4. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۶۱۔۱۶۲)

جو الوحید کے لقب سے مشہور ہے اور جس نے نیریز نامی مقام پر بابیوں کی قیادت کرتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا، لکھتا ہے:

''میرے دِل میں میرے والد صاحب کا بڑا احترام ہے اور ان کی عزت ہے، لیکن اگر وہ بھی امام مہدی کے ظہور کا انکار کریں گے اور حضرت مرزا شیرازی کو نہیں مانیں گے تو میں انھیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گا۔''[1]

امنِ عامہ کو تباہ کرنے والی یہ خبریں جب مرکزی حکومت کو تہران میں موصول ہوئیں تو حکومت کے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ عوام کے جان و مال کو محفوظ کرنے کے لیے اس فتنے کی بیخ کنی کی جائے۔ چنانچہ مہدی قلی، جو شاہ کا چچا تھا، اسے مازندران کا حاکم بنایا گیا، اس کے ساتھ فوج کا ایک بڑا دستہ اور بھاری اسلحہ اور ساز و سامان بھی تھا۔[2]

مہدی قلی نے وہاں پہنچتے ہی بابیوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی، اس نے بابیوں پر حملہ کیا، مقابلے میں بابیوں نے بھی اپنا اسلحہ نکالا، انھیں دیگر مختلف طاقتوں سے بھی مسلسل اسلحہ کی فراہمی ہو رہی تھی، چنانچہ انھیں اسلحہ کی کمی کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ بھرپور مہارت کے ساتھ انھوں نے مہدی قلی کی فوج کا مقابلہ کیا، ان کا خیال یہ تھا کہ ایران کی فوج تو کجا پوری دنیا کی فوج اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور ایک دِن وہ ایران سمیت پوری دنیا کے حکمران ہوں گے، چونکہ یہ بات ان کے ذہن میں بٹھا دی گئی تھی، لہٰذا وہ بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے۔ محمد علی بارفروشی ایک جنگ میں اپنی فوج کے ساتھ تھا، وہ گھوم پھر کر فوجیوں کو اُبھار رہا تھا:

''ہم حق کے بادشاہ ہیں، عن قریب ساری دنیا ہمارے قدموں کے نیچے ہوگی

---

[1] نقطة الکاف (ص: ۱۲۲)

[2] نقطة الکاف (ص: ۱٦۲) نیز دیکھیں: الدیانات والفلاسفة في آسیة الوسطیٰ، مصنف: کانت جوبینو.

اور مشرق و مغرب کے سارے بادشاہ ہمارے سامنے جھکیں گے۔"[1]

چنانچہ بابی فوجوں نے بھرپور مقابلہ کیا، محیرالعقول جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ فوج کے سامنے ڈٹے رہے۔ اس زمانے کے تمام مورخین بابی افواج کی مہارت اور ان کے حوصلے کی داد دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ فاطمی دور کے فدائین کی طرح لڑے:

"ایسی جرأت کے ساتھ لڑے کہ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔"[2]

"کئی بار وہ دشمن کا محاصرہ توڑنے میں کامیاب بھی ہوئے اور انھوں نے مخالف فوج پر بھرپور حملے بھی کیے۔"[3]

اسی دوران میں ملاحسین بشروئی کو جو باب الباب کے لقب سے مشہور ہے اور جو سب سے پہلے مرزا شیرازی پر ایمان لایا تھا، گولی لگ گئی، اس گولی کا اثر تھا کہ 9 ربیع الاوّل 1265ھ کو اس کا انتقال ہوگیا۔ بابیوں نے اس کا لقب سید الشہداء رکھا۔[4]

قلعے کے اندر ہی اسے دفن کر دیا گیا اور بابی فرقے کے لوگوں نے ہی اس کی قبر کے آثار مٹا دیے، تا کہ مخالف فوج اس کی لاش نکال کر اس کی بے حرمتی نہ کرے۔[5]

ملاحسین البشروئی کے انتقال کے بعد:

"بارفروشی القدوس فوجوں کا سربراہ بن گیا اور اس نے لڑائی شروع کر دی۔ چنانچہ کئی جنگیں وہ لڑتا رہا۔"[6]

---

① نقطة الكاف (ص: ١٦٢)

② دائرة المعارف، مصنف: البستانی (٥/ ٢٧)

③ مذکورہ بالا حوالہ (٥/٢٥٢)

④ نقطة الكاف (ص: ١٧٢)

⑤ مطالع الأنوار (ص: ٢٠٢) مطبوعه عربی.

⑥ الكواكب (ص: ١٦٢) مطبوعه فارسی.

”حکومتی فوج نے قلعہ کے گرد حصار اور مضبوط کر دیا، حکومتی فوج کے سربراہ نے حکم دیا کہ قلعے کے تمام رسد کے راستے کاٹ دیے جائیں، اردگرد کی خندقیں پاٹ دی جائیں اور اس قلعے کو جانے والے پانی کے تمام ذخیرے بھی روک دیے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی امیر مہدی قلی خان نے تہران کی مرکزی حکومت سے مزید کمک طلب کر لی اور قلعے پر بھاری توپوں اور منجنیقوں کے ساتھ حملے شروع کر دیے۔ آہستہ آہستہ قلعے کے مختلف حصے تباہ ہو گئے، کھانے پینے کے ذخائر کم ہوتے گئے، یہاں تک وقت آ گیا کہ بابی پتے اور گھاس کھانے لگے، مجبور ہو کر انھوں نے حرام چیزیں کھانی شروع کر دیں، حتیٰ کہ حرام چیزیں بھی ختم ہو گئیں، اب ان کے خواب ٹوٹنے لگے، ان کی ہمتیں پست ہونے لگیں، انھیں نظر آ گیا کہ فتح کے بجائے موت ان کا مقدر ہے۔ محمد علی بارفروشی نے ان کے ساتھ جو وعدے کیے تھے، اب انھیں وہ سب جھوٹ لگنے لگے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔“[1] ”وہ وہاں سے بھاگ کر شاہی فوج کے ساتھ ملنے لگے۔“[2]

”آخر کار قدوس نے امیر کے ساتھ صلح کی کوششیں شروع کر دیں، اپنی اور اپنے دوستوں کے لیے جان کی امان طلب کی اور پورے لشکر کے سامنے اعلان کیا کہ وہ حکومت مخالف کوئی کارروائی نہیں کرے گا، سارا ملبہ اس نے مرزا بشروئی پر ڈال دیا، لوگوں کے سامنے اس نے مرزا بشروئی

---

[1] ناسخ التواریخ، مطبوعہ فارسی.

[2] نقطۃ الکاف (ص: ۱۸۷)

کو گالم گلوچ کی، اس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ فتنہ فساد کا بانی تو بشروئی تھا، میں بالکل بیگناہ ہوں۔"[1]

طویل لڑائی جھگڑے کے بعد بالآخر بارفروشی اور اس کے سارے ساتھی حکومتی عملداری کو ماننے پر مجبور ہو گئے، حکومت کے ساتھ ان کی یہ جنگ ذوالقعدہ 1264ھ سے لے کر جمادی الاولیٰ 1265ھ کے آخر تک رہی۔

"جب ان کو معافی دے دی گئی تو اس اعلانِ معافی کے باوجود شاہ کے فوجیوں نے انھیں تہہ تیغ کر دیا۔"[2]

بارفروشی کو اس کے آٹھ ساتھیوں سمیت اس کی جنم بھومی بارفروش منتقل کر دیا گیا، اس کو شدید ترین تشدد کے بعد قتل کر دیا گیا، اس کی لاش جلا دی گئی اور اس کو بیابان میں پھینک دیا گیا۔[3]

یاد رہے کہ یہ وہی بارفروشی ہے جو اپنے آپ کو محمد ﷺ کی ایک نئی شکل اور عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیتا تھا۔

بارفروشی ولد الزنا تھا:

"کیونکہ جب اس کی ماں نے شادی کی تو اس کے پیٹ میں تین ماہ کا بچہ تھا، شادی کے صرف چھے ماہ بعد اس کا بچہ پیدا ہوا، اس لیے لوگ اس کو حرامی کہتے تھے۔"[4]

اس کے بعد قتل و غارت کے اور بھی بہت سارے واقعات ہوئے، جن میں بابیوں نے عام مسلمانوں پر حملے کیے، انھیں مارا، جائیداد لوٹ لی، گھروں کو تباہ کر دیا۔

---

[1] نقطة الكاف (ص: ١٩٢)

[2] تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين (٣/ ٦٦٧) مطبوعه عربی.

[3] الكواكب (ص: ١٨١) مطبوعه فارسی.

[4] نقطة الكاف (ص: ١٨٩)

ایران کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک کئی علاقے ایسے تھے جو بابیوں کی دہشت گردی کا شکار ہوئے، اس کا مقصد حکومت کی عملداری کو ختم کرنا تھا۔

دراصل یہ ایک طرح کی بغاوت تھی جو بابیوں نے حکومت کے خلاف کی، اس بغاوت میں انھیں زارِ روس کا خصوصی تعاون حاصل تھا، اس کے علاوہ برطانیہ بھی ان کا پشت پناہ تھا۔ ماضی کے بہت سارے واقعات کی وجہ سے برطانیہ بھی ایران کے ساتھ ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ جونہی اسے بابیوں کی شکل میں موقع ملا، اس نے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں دیر نہ لگائی۔

قارئین کے لیے یہ بات دل چسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مسلمانوں کے حوالے سے بابیوں کی تعلیمات بہت مختلف ہیں۔ ان تعلیمات کے مطابق ہر وہ شخص واجب القتل ہے جو مرزا شیرازی پر ایمان نہ لائے۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے عباس آفندی لکھتا ہے:

> ''حضرت اعلیٰ شیرازی کے یومِ ظہور کو ہی یہ بات لکھ دی گئی تھی کہ جو شخص بھی ان پر ایمان نہیں لائے گا، اس کی گردن اُڑا دی جائے گی، ان کی مخالف تمام کتب اور صحیفے جلا دیے جائیں گے، مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے گا اور ان کی ہر عمارت کو، خواہ وہ کتنی ہی مقدس کیوں نہ ہو، ڈھا دیا جائے گا۔''[1]

مرزا شیرازی نے بھی اپنی کتاب میں حکم دیا کہ ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے جو اس کی بات نہیں مانتے۔[2]

اس ساری گفتگو اور بحث کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا باب کا اپنا

[1] مکاتیب عبدالبهاء، مصنف: عباس آفندی (۲/ ۲٦٦) مطبوعه فارسی.

[2] البیان، مطبوعه عربی، مصنف: مرزا شیرازی (باب نمبر: ۷)

کوئی مقصد نہیں تھا، وہ غیروں کا آلہ کار اور ایجنٹ تھا اور ان کے پروگرام اور منصوبوں پر چل رہا تھا، حکومتِ وقت کے خلاف اتنی طاقت سے ٹکرانا بیرونی تعاون اور معاونت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان ہوا ہے کہ مختلف اوقات میں بابی قلعوں میں جا کر پناہ گزین ہو گئے، حکومتی فوجوں پر حملے کیے اور انھیں سخت نقصان پہنچایا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ کسی اور کے کہنے پر کیا جا رہا تھا۔

غیر ملکی طاقتوں کی مداخلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایران میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اُٹھے، بیرونی طاقتوں نے بابیوں کو اپنا آلہ کار بناتے ہوئے حکومت کے خلاف بہت ساری کارروائیاں کیں۔ حکومت اور بابی فوجوں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں جن میں سے مشہور جنگ ''خارجی قلعہ'' ہے، جو نیریز کے نام سے مشہور ہے۔

یہ جنگ 18 شعبان 1266ھ بمطابق 1850ء کو ہوئی۔ اس جنگ میں حکومتی فوجوں کو بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ بابی افواج کا سب سے بڑا فوجی کمانڈر سید یحییٰ الدارابی جو الوحید کے لقب سے مشہور تھا، مارا گیا۔ اس سے پہلے حکومت کے ساتھ بابیوں کی جتنی بھی جھڑپیں ہوئیں، ان سب کی کمانڈ یحییٰ دارابی ہی کر رہا تھا۔ حکومت نے اسے زندہ حالت میں ہی گرفتار کر لیا تھا، اس کے بعد اس کی فوج کو کمزور کرنے کے لیے پوری فوج کے سامنے اسے مارا پیٹا۔ اس مار پیٹ کے دوران میں وہ مر گیا، حکومت نے اس کو نشانِ عبرت بنانے کے لیے اس کی کھال اتار دی، اس میں بھوسہ بھر دیا اور اس کی بھوسہ بھری لاش کو تحفے کے طور پر شاہ کے پاس ایران بھیج دیا گیا۔[1]

باقی بابیوں کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ ان لڑائیوں میں سے سب سے آخری معرکہ زنجان کے مقام پر ہوا، جہاں محمد علی زنجانی حکومت کے خلاف لڑا۔[2]

---

[1] الکواکب (ص: ٢١٢) مطبوعه فارسی.

[2] دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠١) مطبوعه انگریزی.

محمد علی زنجانی بابیوں کی بھاری تعداد اور لشکر کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا۔ زنجان شہر کا قلعہ مضبوطی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ حکومت اور زنجانی کے لشکروں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی، یہاں تک کہ 5 ربیع الاوّل 1267ھ کو ملا زنجانی قتل ہو گیا۔

> ''معرکہ زنجان انتہائی خونریز معرکہ تھا، جس میں 2500 کے قریب بابی مارے گئے۔ حکومت کا بھی بھاری نقصان ہوا اور تقریباً 1500 حکومتی فوجی مارے گئے۔ یہ جنگ سات ماہ سے زیادہ جاری رہی۔''[1]

معرکہ زنجان کے درمیان محمد علی زنجانی نے ایران میں موجود غیر ملکی سفیروں سے رابطہ کیا اور انھیں کہا کہ وہ ایرانی حکومت پر دباؤ ڈالیں، تاکہ ایرانی حکومت بابیوں کا پیچھا چھوڑ دے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ زنجان قلعہ میں محصور ہونے کے دوران ہی رُوس اور روم کے سفیر بھی ان سے ملنے کے لیے آتے رہے۔ دونوں مما لک کے سفیروں نے انھیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ روس کے سفیر نے اپنی حکومت کو خط لکھا، روسی حکومت نے زنجان کے گورنر کو براہِ راست خط لکھا کہ وہ بابیوں کے خلاف کارروائی سے باز آجائے۔ اس خط میں روسی حکومت نے جہاں گورنر پر دباؤ ڈالا، وہاں اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دیں، ان دھمکیوں کے بعد زنجان کے گورنر کے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں اور کچھ عرصہ بعد ہی وہ اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔[2]

بابی قائدین کی بزدلی:

یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ جب زنجانی نے غیر ملکی سفیروں کو خط لکھا تو اس نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی کہ وہ اور اس کے ساتھی حکومت کے خلاف نہیں ہیں اور نہ اسلام چھوڑ کر انھوں نے کوئی اور مذہب قبول کیا ہے۔ اپنے خط میں

---

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٣٤۔ ٢٣٥) نیز دیکھیں: مفتاح باب الأبواب (ص: ١٢٤)

[2] نقطة الكاف (ص: ٢٣٣)

زنجانی نے لکھا:

''ہم بھی عام مسلمانوں کی طرح ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ عام مسلمان یہ کہتے ہیں کہ امام غائب کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا، جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کا ظہور ہو چکا ہے۔ امام غائب کے ظہور پر ہمارے پاس قرآن و سنت کے دلائل موجود ہیں جسے دیگر لوگ قبول نہیں کرتے۔ زنجانی کی اس غلط بیانی کی وجہ سے دیگر ممالک کے سفیروں کو حکومت کی کارروائیوں پر دُکھ ہوا اور انھوں نے مداخلت کی کوشش کی مگر بے سود۔''[1]

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جس طرح عام بابیوں کو اپنی قیادت اور راہنماؤں پر اعتماد تھا، ان کی تعلیمات پر وہ بصدق دِل عمل کرتے تھے، بابی قیادت کو بلکہ بذات خود مرزا شیرازی کو ان باتوں پر کوئی یقین نہیں تھا۔ عامة الناس اس بات کے قائل ہیں کہ دینِ اسلام منسوخ ہو چکا ہے، اب اس کی جگہ بابیت نے لے لی ہے۔ مگر زنجانی نے جب غیر ملکی سفیروں کو خط لکھا تو انھیں لکھا کہ وہ اسلام کو ہی اپنا مذہب مانتے ہیں اور اسی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے بارفروشی القدوس کے واقعہ میں بھی دیکھا کہ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس نے سب لوگوں کے سامنے بشروئی کو گالیاں دیں اور جن عقائد کا بشروئی دعویٰ کرتا تھا، اس سے انکار کر دیا۔

بشروئی جو سب سے پہلے مرزا بابی پر ایمان لایا تھا، اس نے بھی ایک موقع پر لشکر سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''ہم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دینی معاملات میں ائمہ کرام کا اتباع کرنا چاہیے۔ ہم اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ ہمارے اور

[1] حوالہ سابقہ (ص: ۲۳۴)

دیگر لوگوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم نے انتہائی محنت اور تحقیق کے بعد اس بات کو پا لیا ہے کہ اب جو شخص اس دینِ حنیف کی دعوت دے رہے ہیں، وہی امامِ موعود ہیں۔"[1]

بابی قیادت میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو آخری وقت تک اپنے عقائد پر قائم رہا ہو۔ مرزا بابی شیرازی سمیت سب نے رجوع کر لیا اور توبہ کی سوائے قرۃ العین طاہرہ کے۔ قزوین کی مشہور شاعرہ جس نے اپنے حسن و جمال سے ایک زمانے کو مبہوت کیے رکھا اور بابی فرقے کے تقریباً تمام بڑے راہنما اس کے حسن اور جمال کے اسیر تھے۔ وہ آخری وقت تک نہ صرف یہ کہ اپنے عقائد پر مکمل طور پر قائم رہی، بلکہ تادمِ واپسیں یہ اس عقیدے پر بھی قائم رہی کہ شریعتِ محمدیہ منسوخ ہو چکی ہے اور اب اس کی جگہ بابیت آ گئی ہے۔ اس کا یہ بھی عقیدہ رہا کہ مرزا شیرازی رسول اور خدا ہے۔ بہر حال اس معاملے کو ہم تفصیل سے اپنے مقام پر بیان کریں گے۔[2]

قرۃ العین طاہرہ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ حروفِ حي یعنی مرزا شیرازی کے اٹھارہ مشہور شاگردوں میں سے واحد شخصیت تھی جس کے قدم ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ڈگمگائے۔ کوئی ایک واقعہ یا کوئی ایک قول بھی اس سے ایسا منقول نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کچھ دیر کے لیے ہی اس نے اپنے عقائد چھوڑ دیے ہوں۔

سید یحییٰ الیزدی جو مرزا شیرازی کا کاتبِ وحی تھا اور حروفِ حي میں سے ایک تھا، اسے جب قتل گاہ کی طرف لایا جا رہا تھا تو ڈر کے مارے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا، خوف کی وجہ سے اس سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی چنانچہ:

"اس نے مرزا شیرازی سے براءت کا اظہار کیا اور اس کے سامنے ہی

---

1. الكواكب (ص: ٣٦٨) مطبوعه عربی.
2. مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کے حصے "بابیہ کے راہنما اور اس کے فرقے" کا مطالعہ کیجیے۔

اسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔"[1]

ملا حسین بجستانی بھی حروفِ حي میں سے ایک ہے، اس نے بھی "بابی عقائد سے رجوع اور توبہ کرنے کا اعلان کیا اور انھیں چھوڑ دیا۔"[2]

حسین علی البہاء جو شریعتِ اسلامیہ کو منسوخ کرنے کا سب سے بڑا پیرو کار تھا، اسے جب قید کر کے تہران کی جیل میں ڈال دیا گیا تو اس نے گذشتہ ساری باتوں سے یکسر انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ کسی بابی کو نہیں جانتا اور نہ کسی ایسی تعلیم کو مانتا ہے کہ جو شخص مرزا بابی کو نہ مانے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس پر الزامات تھے کہ وہ مرتد ہو گیا، اس نے شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کیا ہے، وہ قرآن کا منکر ہے، وہ حضور ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کا منکر ہے، مگر موت کو سامنے دیکھ کر اس نے ان سارے الزامات سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ایسے کوئی عقائد نہیں رکھتا۔ "الرسالة السلطانية" نامی کتاب میں اس نے یہ ساری باتیں خود اپنے قلم سے لکھیں۔

اپنی اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

"اے زمین کے بادشاہ (شاہِ ایران) اس غلام کی بات کو غور سے سنو، میں اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لا چکا ہوں... اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، تم قید میں تھے تو تمھیں اللہ نے غیبی لشکروں کے ذریعے وہاں سے نکالا، پھر تمھیں عراق بھیج دیا گیا، یاد رکھو ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں اور خون بہاتے ہیں، لوٹ مار کرتے ہیں اور بلاوجہ لوگوں کا مال کھاتے ہیں، خدا ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔"

پھر وہ شاہ کی چاپلوسی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

---

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٤٧)

[2] الكواكب (ص: ٢٣٢) مطبوعه فارسی.

"اے بادشاہ عدل و انصاف کی نگاہ سے اس غلام کو دیکھ، خدا نے تمھیں بندوں کے درمیان انصاف کرنے کے لیے بھیجا ہے، جن لوگوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا، تم ہی فیصلہ کرو، جو لوگ تمھارے اردگرد بیٹھے ہیں، وہ صرف اقتدار کے پجاری ہیں اور اقتدار کی وجہ سے وہ تمھارے ساتھ ہیں، انھیں تمھاری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ اپنے مفادات اور اپنی ذات کی خاطر تمھارے ساتھ ملے ہوئے ہیں، جبکہ یہ غلام تم سے تمھاری اپنی ذات کی خاطر محبت کرتا ہے۔ پھر وہ بابی عقائد سے براءت کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: بعض جاہلوں نے جن عقائد کا ارتکاب کیا، میں انھیں اچھا نہیں سمجھتا۔ میں یہ بات مانتا ہوں کہ قرآن پاک رب العالمین کی طرف سے اس دنیا کے لیے حجت ہے، رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی وجہ سے مشرق سے مغرب تک زمین روشن ہوگئی، وہ خاتم الانبیاء، سلطان الاصفیاء، روح العالمین ہیں۔ زین العابدین ابن الحسین سید الساجدین، سند المقربین اور کعبۃ المشتاقین تھے۔"[1]

ان تمام عبارات میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بابی قائدین انتہائی جاہل، مکار، دھوکے باز اور بزدل واقع ہوئے ہیں، کبھی وہ ڈٹ کر اپنے عقائد کا دفاع نہ کر سکے۔

آخری فیصلہ:

اب تک بابیوں اور حکومت کے درمیان بہت ساری جھڑپیں ہو چکی تھیں، حکومت کو یہ اندازہ ہوگیا بالخصوص ناصرالدین شاہ القاجاری یہ بات سمجھ گیا کہ جب تک مرزا شیرازی کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک یہ سارے جھگڑے اور لڑائیاں ختم نہیں ہوں گے۔ اس نے وزیراعظم مرزا تقی خان اور دیگر اعیانِ حکومت سے

[1] الرسالة السلطانية، مصنف: حسين علي المازندراني (ص: ١٣٢)

مشاورت کی اور انھیں اپنی رائے سے آگاہ کیا۔

مرزا تقی خان نے بھی یہی مشورہ دیا کہ جب تک شیرازی کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک یہ فتنہ ختم نہیں ہو سکتا۔ شاہ نے اپنے چچا پرنس حمزہ سے جو آذربائیجان کا والی تھا، بھی مشاورت ضروری سمجھی ۔ پرنس حمزہ نے مشورہ دیا کہ براہِ راست قتل کرنے کے بجائے اسے ایک موقع دیا جائے کہ وہ علما، فقہا کے ساتھ مناظرہ کر لے، بحث و مباحثہ کرے۔ پرنس حمزہ نے شاہ کو بتایا کہ جب وہ ولی عہد تھا تو اس نے بھی اسی طریقے سے مختلف فتنوں پر قابو پایا تھا۔ پرنس حمزہ نے بہت سے علما اور دینی راہنماؤں کو بلایا اور کہا کہ مرزا شیرازی سے بحث و مباحثہ کے لیے تیار ہو جائیں۔ علما کا موقف تھا کہ مرزا شیرازی اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ علمی بحث کی جائے، وہ انتہائی کم عقل، کم فہم اور دیوانہ آدمی ہے۔ پہلے بھی کئی بار اس کے ساتھ مذہبی بحث ہو چکی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں نکلا، بلکہ اس کے قتل کا فیصلہ بھی کئی بارہا کیا گیا، مگر اس پر عملدر آمد نہ ہو سکا۔[1]

جب امیر نے علما کے بیان سنے تو اس نے سرکاری حکام سے مشورہ کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ علما کی بات درست ہے، وہ شخص ذہنی اعتبار سے اس قابل ہی نہیں کہ کوئی سنجیدہ بات کر سکے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے دونوں ساتھیوں سمیت اسے جیل میں ہی قتل کر دیا جائے۔ اس وقت مرزا شیرازی کے ساتھ جیل میں سید حسین یزدی تھا، جسے وہ کاتبِ وحی کہتا تھا، اس کے علاوہ محمد الزنوزی التبریزی بھی تھا۔ امیر نے وقت ضائع کیے بغیر اسی مجلس میں شیرازی کو بھی بلا لیا اور اس سے پوچھا کہ تمام انبیا کے پاس کوئی نہ کوئی معجزہ ہوتا ہے، تمھارے پاس کیا معجزہ ہے؟ شیرازی نے کہا: میرا معجزہ میری قوتِ کلام ہے۔[2]

---

[1] مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٢٨)

[2] مطالع الأنوار (ص: ٢٥٠)

''امیر نے کہا: ٹھیک ہے، تم ایسا کرو کہ یہ جو مجلس ہے، اپنی قوتِ گفتگو کے ذریعے اس کی اور اس سارے منظر کی فی البدیہ تعریف کرو۔ شیرازی نے فی البدیہ اہلِ مجلس اور اس محل کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ تعریف کرتے کرتے اس نے روشندانوں، کھڑکیوں، دروازوں، فانوس اور ہر چیز کی تعریف کر دی۔[1]

سید حسین یزدی بھی اس کے ساتھ تھا، جو وہ کہتا جا رہا تھا اس نے وہ ساتھ ساتھ سب لکھ لیا۔ امیر نے مرزا شیرازی سے پوچھا کہ یہ جو تم نے تعریف کی ہے، یہ آیات تجھ پر بطور وحی کے نازل ہوئی ہیں؟ اُس نے کہا: بیشک۔ امیر نے کہا: اچھا، وحی جب نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے رسول کے دِل میں پختہ کر دیتا ہے، پکا کر دیتا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ شیرازی نے کہا: بالکل۔ امیر نے کہا اچھا، تو پھر یہی خطبہ ایک بار پھر دہراؤ۔ اور کاتب سے بھی کہا کہ اب شیرازی جو خطبہ دہرائے، اس کو بھی لکھ لو۔ جب کاتب نے وہ ساری باتیں لکھ لیں تو امیر نے کاتب سے پوچھا: بتاؤ پہلے اور دوسرے خطبے میں کوئی فرق ہے؟ مشہور بہائی مورخ آوارہ لکھتا ہے: حضرت کا چہرہ مبارک یہ سن کر دھواں دھواں ہوگیا۔ اس نے سر جھکا دیا اور کوئی بات بھی نہ کی، جب اس پر زور ڈالا گیا کہ وہ اپنی بات کی وضاحت کرے تو اس نے صرف یہی کہا کہ اس بار مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے۔''[2]

---

[1] الکواکب (ص: ۲۳۷) مطبوعه فارسی.

[2] الکواکب (ص: ۲۳۷)

شیرازی کا رجوع:

اب مرزا شیرازی کو اندازہ ہوگیا کہ وہ مصیبت میں گھر چکا ہے، ڈر کے مارے کانپنا شروع ہوگیا اور اونچی اونچی آواز سے کہنے لگا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ صاحبِ عزت، جلال اور قدرت ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے ہیں، جنھیں خدا نے اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا اور اپنی معرفت کے لیے انھیں چنا اور محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں...[1] میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ کے وصی بھی تھے۔ خدا نے عالمِ غیب میں ان کے لیے خاص مقام رکھا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے کہ یہ عباد مکرمین یعنی باعزت لوگ ہیں، خدا کے حکم کے آگے پر نہیں مارتے۔[2]

لیکن علما نے اس کی بات نہ مانی، بالخصوص فرقہ شیخیہ کے اس وقت کے سربراہ ملا محمد ماقانی نے اس کی توبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا: اب تم انکار کرتے ہو، پہلے تو تم نہیں مانتے تھے۔[3]

شیرازی بھاگ کر گیا اور ملا محمد ماقانی کی چادر پکڑ لی اور اس سے کہا:

''جناب آپ بھی میرے قتل کا فتویٰ دے رہے ہیں؟ شیرازی کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ فرقہ شیخیہ کی بنیاد پر ہی اس نے اپنے سارے دعوے کیے تھے۔ ملا محمد ماقانی نے اس کو دھتکارتے ہوئے کہا: ہاں، ہاں میں نے نہیں، تو نے، ہاں تو نے ہی، اے کافر اپنے آپ کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔''[4]

---

[1] ''الکواکب'' میں سے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ خالی جگہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں سے کوئی لفظ حذف کیا گیا ہے۔

[2] الکواکب (ص: ۲۴۳)

[3] ناسخ التواریخ.

[4] مفتاح باب الأبواب.

شیرازی کا قتل:

فیصلہ ہوا کہ 27 شعبان بروز پیر 1266ھ بمطابق 8 جولائی 1850ء کو مرزا شیرازی کو قتل کر دیا جائے گا۔ جب شیرازی کو اس فیصلے کا علم ہوا تو وہ یکدم بے جان ہو کر گر پڑا، اس کے جسم سے ساری طاقت گویا سلب ہوگئی۔

''وہ اونچی اونچی آواز سے رونے اور چلانے لگا، اپنی حماقتوں اور بیوقوفیوں کا نوحہ کرنے لگا، اتنی اونچی آواز سے رو رہا تھا کہ دوسرے کمروں میں بند اس کے دیگر ساتھیوں کو بھی پتا لگ گیا کہ اس کے قتل کا فیصلہ آچکا ہے، مگر انھوں نے براہِ راست اس سے پوچھنے سے گریز کیا، آدھی رات کے قریب جا کر اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی اور اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کیے ؎

تم وہاں جا رہے ہو جہاں ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے
تم سے پہلے بھی کتنے ہی لوگ وہاں جا چکے ہیں
اب تم سونے والے ہو، حالانکہ توبہ کرنے والوں کی آنکھیں تو نہیں سوتیں
ان کی آنکھیں تو انھیں بتاتی رہتی ہیں کہ جاگو اور جاگتے رہو
اب تم فنا ہونے والے ہو، ختم ہونے والے ہو
دراصل دنیا میں کوئی بھی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں[1]

کاشانی لکھتا ہے کہ اس رات اس نے یہ بھی کہا:

''صبح یہ لوگ مجھے بڑی ذلت اور حقارت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیں گے، کاش کوئی ایسا آدمی ہو جو رات کو ہی مجھے قتل کر دے، تاکہ مجھے صبح وہ توہین آمیز منظر نہ دیکھنا پڑے۔ مجھے ابھی میرا کوئی دوست ہی قتل

[1] الکواکب (ص: ۲۴۱۔ ۲۴۲)

کردے تو میں اس کو برا نہیں سمجھوں گا۔''[1]

''ملا محمد علی الزوزنی المجنون نے اس کی بات سنی تو وہ اسے قتل کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب مرزا شیرازی نے دیکھا کہ الزوزنی اس کے سر پر تلوار سونتے کھڑا ہے تو ایک بار پھر اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس پر رعشہ طاری ہوگیا۔''[2]

''اس نے دوبارہ اونچی اونچی آواز سے رونا شروع کردیا، اس کو دیکھ کر جیل میں موجود اس کے دیگر ساتھی بھی رونے لگے۔''[3]

آخری وقت تک مرزا شیرازی کا خیال تھا کہ اس کے روسی اور انگریز سرپرست اسے بچانے کے لیے بھرپور کوشش کریں گے اور اسے موت کے پنجوں سے نکال لیں گے، روسی اور انگریزی حکومت نے اسے بچانے ں بھرپور کوشش کی، مگر وہ اس میں ناکام رہے۔

''اسے قتل کرنے سے پہلے ڈاکٹر کورمک کی قیادت میں تین ڈاکٹروں نے اس کا طبی معائنہ کیا، ڈاکٹر کورمک انگریز ڈاکٹر تھا، اس کے ساتھ دو ایرانی ڈاکٹر تھے، انھوں نے قانون کے مطابق مرزا شیرازی کا چیک اپ کیا کہ کہیں وہ ذہنی طور پر دیوانہ یا پاگل تو نہیں، کیونکہ قانون کے مطابق پاگل شخص کو پھانسی نہیں دی جا سکتی۔''[4]

''اس روز صبح حکومت نے مرزا شیرازی، یزدی اور زوزنی کو جیل سے نکالا

---

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٤٦) نیز دیکھیں: الكواكب (ص: ٢٤٣) مطبوعه فارسى.

[2] نقطة الكاف (ص: ٢٤٦)

[3] الكواكب (ص: ٢٤٣) مطبوعه فارسى.

[4] دائرة المعارف الأرديه (٣/ ٧٩٠) نیز دیکھیں: دراسات في الديانة البابية، مصنف: براؤن۔ مطبوعه انگریزی.

اور تبریز کی سڑکوں پر اُن کو پھرانا شروع کر دیا، جہاں انھیں قتل کیا جانا تھا، وہاں تک انھیں پیدل لے جایا گیا۔''[1]

انھیں دیکھ کر لوگوں نے دکانیں بند کر دیں، کاروبار رُک گیا، سارے لوگ اس میدان کے پاس پہنچ گئے جہاں انھیں قتل کیا جانا تھا۔

''لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے پورا میدان کھچا کھچ بھر گیا۔ وہاں تل دھرنے کو بھی جگہ نہیں تھی۔ لوگ اردگرد کی دیواروں اور چھتوں پر بھی اکٹھے ہو گئے۔''[2]

مرزا شیرازی کا قریب ترین ساتھی، جو اس کا کاتبِ وحی بھی تھا، سید حسین یزدی نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو اس نے مرزا شیرازی کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اونچی آواز سے اعلان کیا کہ وہ اس جھوٹے مکار آدمی پر لعنت بھیجتا ہے اور توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹتا ہے۔[3]

''چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ یزدی کو چھوڑ دیا جائے۔ اب شیرازی اور زوزنی کو لیجایا جا رہا تھا، ایک خاص مقام پر لے جا کر بڑے سے ستون کے ساتھ انھیں باندھ دیا گیا، انھیں اس طریقے سے باندھ دیا گیا کہ ان کے پاؤں زمین کے ساتھ نہیں لگ رہے تھے۔''[4]

شیرازی ڈرا ہوا تھا، اس پر اب بھی رعشہ طاری تھا، اس سے بات بھی نہیں ہو رہی تھی، جبکہ اس کا ساتھی زوزنی خوشی خوشی وہاں کھڑا تھا، اس پر کسی بھی قسم کا ڈر یا خوف طاری نہیں تھا، اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا، جو سب یہ منظر دیکھنے آئے تھے، اسی ہجوم

---

1. نقطة الكاف (ص: ٢٤٨)
2. الكواكب (ص: ٢٣٦) مطبوعه فارسى.
3. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۳۶)
4. مذکورہ بالا حوالہ، نیز دیکھیں: نقطة الكاف (ص: ٢٤٨)

میں روسی قونصلر بھی موجود تھا اور وہ ابھی بھی مایوس نہیں تھا، اسے یقین تھا کہ مرزا شیرازی کو بچانے کے لیے اس نے جو اقدامات کیے ہیں، وہ ضرور رنگ لائیں گے۔ وہ اپنی سازشوں میں کامیاب ہو جاتا مگر ایرانی حکومت مرزا شیرازی کو مارنے پر تلی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ:

''جب فوجیوں نے گولی چلائی اور مسلسل گولیاں چلانے کی وجہ سے ہر طرف دھواں ہی دھواں چھا گیا، جب دھویں کے بادل چھٹے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک آدمی تو مر چکا ہے اور اس کا سر اور لاش ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی ہے، دوسرے شخص یعنی شیرازی پر اس فائرنگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ روسی قونصلر نے فوج کے کچھ لوگ خرید لیے تھے، جنھوں نے شیرازی کو براہِ راست نشانہ بنانے کے بجائے ان رسیوں کو نشانہ بنایا، جن کے ساتھ اسے باندھا گیا تھا، روسی قونصلر کا خیال تھا کہ جونہی ہر طرف دھواں چھائے گا وہاں سے مرزا شیرازی کو نکال لیا جائے گا اور سیدھا اسے روس پہنچا دیا جائے گا، یا کم از کم اگر اسے روس نہ پہنچایا جا سکا تو ملکی قانون کے مطابق اسے دوبارہ قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ قانون یہ تھا کہ جو شخص ایک بار موت سے بچ جائے، اسے دوبارہ موت کی سزا نہیں دی جا سکتی۔''[1]

مگر روسی قونصلر کی یہ کوششیں ناکام رہیں۔ روسی قونصلر نے وہاں مجمع میں اپنے آدمی بھی مقرر کیے ہوئے تھے جو بار بار یہ اعلان کر رہے تھے:

''مہدی کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ اس پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ مگر فوج نے پورے مجمع کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا، اسی طرح جہاں ان لوگوں کو پھانسی دی جانی تھی، اس کے اندر بھی بڑی تعداد میں فوج موجود

---

[1] الکواکب (ص: ۲٤۸) مطبوعه فارسی.

تھی، فرار کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہوسکی، اس لیے کہ پورے پھانسی گھاٹ، باہر جانے کے راستوں اور اردگرد کے سارے راستوں کو فوج نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔"[1]

شیرازی نے بھاگنے کی کوشش کی مگر فوج کے لوگ اسے پکڑ کر دوبارہ لے آئے۔ میدان میں بہت سارے بابی بھی تھے، انھوں نے وہاں یہ افواہیں پھیلانی شروع کرادیں کہ باب شیرازی دوبارہ غائب ہو چکا ہے اور آسمان پر چلا گیا ہے۔ مگر افواج کی موجودگی کی وجہ سے ان کی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔[2]

اب مرزا شیرازی کی ساری امیدیں دم توڑ گئیں، وہ شخص جو خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرتا تھا، خدا پر بہتان باندھتے ہوئے وحی اترنے کا دعویٰ کرتا تھا، اب فوجیوں کے پاؤں میں پڑ گیا، ان کے پاؤں پکڑ لیے اور ان سے بخشش کی بھیک مانگنے لگا۔ اس نے شیعوں کو اُبھارنے کی بھی کوشش کی، تاکہ کسی طرح اس کی جان بچ سکے۔ اُن سے کہا:

"میں سید ہوں اور حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہوں، میرے اوپر ظلم نہ کرو، مجھے نہ مارو، اللہ سے ڈرو اور نبی کی حیا کرتے ہوئے اس کی اولاد کو قتل نہ کرو، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، مجھے معاف کردو۔"[3]

مگر اس کا یہ سارا نالہ وگریہ رائیگاں گیا، فوجیوں نے دوبارہ اسے پکڑ کر باندھ دیا، نئی رسی لائی گئی اور رشوت خور سارے فوجیوں کو وہاں سے ہٹا دیا گیا، فوج کا ایک خاص دستہ منگوایا گیا، اس دستے نے اسے سامنے کھڑے ہو کر گولیوں سے اُڑا دیا، ساری گولیاں اپنے نشانہ پر لگیں۔ پچیس کے قریب گولیاں اس کے جسم کو چیرتے

---

[1] دائرة المعارف، مصنف: المحلي (ص: ٧۔٨) منقول از جوبينو۔
[2] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٧)
[3] نقطة الكاف (ص: ٢٤٩)

ہوئے گزر گئیں، ایک گولی بھی خطا نہ ہوئی، یہ دیکھ کر روسی قونصلر بھی گویا دیوانہ ہوگیا۔

''وہ اپنے منصب کو بھولتے ہوئے اونچی اونچی آواز سے رونے لگ گیا۔''[1]

اسے یہ غم لگا کہ وہ روس کے بہترین آلہ کار کو نہ بچا سکا، وہ امتِ محمدیہ کے دشمن کو نہ بچا سکا، وہ شریعتِ محمدیہ کو نسخ کرنے والے کی جان بچانے میں ناکام ہوا۔

مسلمانوں کو مرزا شیرازی کے قتل سے بہت خوشی ہوئی، کیوں کہ اب یہ فتنہ فرو ہو چکا تھا، دجال اور جھوٹا مدعی نبوت والوہیت اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔

''فوجیوں نے دونوں کو رسیوں سے باندھا، انھیں گھسیٹتے ہوئے شہر سے باہر ایک گہری کھائی میں پھینک آئے۔''[2]

''روسی قونصلر کو اب بھی قرار نہیں آ رہا تھا، وہ اس خندق کے پاس گیا، اس کی تصویر بنائی اور حکومتِ روس کو وہ تصویر بھیج دی۔''[3]

''تین دِن تک شیرازی اور زوزنی کی لاشیں اسی خندق میں پڑی رہیں، انھیں پرندوں، کتوں اور درندوں نے کھا لیا۔''[4]

بہائی مورخ بابی الکاشانی کہتا ہے:

''دو دِن اور دو راتوں تک امام کا جسم اسی میدان میں پڑا رہا، اس کے بعد مرزا شیرازی اور ملا محمد زوزنی کی لاشوں کو وہاں سے نکالا گیا، انھیں سفید ریشمی کفن پہنایا گیا، دونوں لاشیں مرزا یحییٰ الوحید کے پاس لائی گئیں، اس نے دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا، ان کے لیے

---

[1] الکواکب (ص: ۲۳۸)

[2] دائرۃ المعارف الإسلامیۃ (۳/ ۲۲۸) مطبوعہ عربی۔

[3] الکواکب (ص: ۲٤۸)

[4] دائرۃ المعارف، مصنف: البستانی (۵/ ۲۷) نیز دیکھیں: مقالۃ سائح (ص: ۵۷) مفتاح باب الأبواب.

قبریں پہلے ہی تیار کی گئی تھیں، وہیں انھیں دفن کیا گیا۔"[1]

مرزا آوارہ کا بیان اس کے خلاف ہے، وہ کہتا ہے:

"اس خندق سے دونوں کی لاشیں چوری ہوگئیں، تابوت پہلے ہی تیار تھے، چنانچہ ان تابوتوں میں دونوں لاشوں کو رکھ کر احمد المیلانی کے جو مشہور تاجر اور درپردہ روسی حکومت کا ایجنٹ تھا، کارخانے میں لے جایا گیا اور وہیں انھیں دفن کیا گیا۔"[2]

بہائیوں کا خیال ہے:

"قتل کے اگلے دِن ہی بعض بابیوں نے ان کی لاشوں کو وہاں سے نکالا، ایران میں ایک خفیہ مقام پر کئی برس تک انھیں چھپا کر رکھا گیا۔"[3]

وہاں ہر وقت حکومت کی جانب سے خطرہ تھا، مگر اس کے باوجود کوششیں کر کے دونوں کی لاشیں حکومتی حکام کی نظروں سے دُور رکھی گئیں۔ کئی برسوں کے بعد انھیں ایک خوبصورت مقام پر دفن کیا گیا، جو اس جگہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے جہاں بہاء اللہ نے اپنی زندگی کے آخری دِن گزارے تھے اور وہ جبل کرمل کے نام سے معروف ہے۔[4]

بہائیوں کے مطابق مرزا عبدالکریم اصفہانی نے لاشوں والے تابوت فلسطین میں حیفہ نامی مقام پر منتقل کیے:

"مرزا عبدالکریم کی ان خدمات کی وجہ سے دربار کے ایک دروازے کا

---

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٥٠)

[2] الكواكب (ص: ٢٤٩) مطبوعه فارسی.

[3] مطالع الأنوار (ص: ٥١٩) مطبوعه انگریزی۔ نیز دیکھیں: دائرة المعارف للأديان والمذاهب (٣/ ٣٠١) مطبوعه انگریزی.

[4] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٧)

نام باب عبدالکریم رکھا گیا۔"[1]

تاہم صحیح بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ مرزا شیرازی اور زوزنی دونوں کی لاشوں کو کتوں نے کھا لیا تھا۔ محمد مہدی الایرانی لکھتا ہے:

"قتل کے اگلے دِن میرے والد صاحب خندق کے قریب گئے تو کتوں نے ان کی لاش کو بھنبھوڑ دیا تھا۔ کتوں نے شیرازی کا ایک پاؤں اور جسم کے بعض حصے کھا لیے تھے۔"[2]

اس وقت مرزا شیرازی کی عمر 31 سال تھی۔[3]

صحیح قول کے مطابق اس وقت اس کی عمر 31 سال 7 مہینے اور 20 دِن تھی۔

شیرازی کی تصنیفات:

مرزا شیرازی جب "جہریق" میں مقیم تھا تو وہاں اس نے "البيان العربي" نامی کتاب لکھی۔ "بیانِ فارسی" کی طرح اس نے اس کتاب کو بھی انیس (واحدون) حصوں میں تقسیم کیا اور ہر (واحد) حصے میں انیس باب تھے۔ مرزا شیرازی علم الاعداد پر یقین رکھتا تھا۔ حروفِ ابجد کے مطابق لفظِ واحد کے عدد انیس بنتے ہیں، اس سے اُس نے یہ مراد لی کہ اٹھارہ حروفِ حي اور انیسواں وہ خود ہے۔

"اس لیے کہ بابیوں کے ہاں اعداد کی بڑی اہمیت تھی۔ مرزا شیرازی انیس کے عدد کو بڑا مقدس سمجھتا تھا، اس لیے کہ اس کے خیال میں یہ کلمہ "واحد" اور کلمہ "وجود" کے اعداد ہیں۔"[4]

---

① مطالع الأنوار (ص: ٢٠٤ـ ٢٠٥) مطبوعه عربی.

② مفتاح باب الأبواب.

③ بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٥)

④ دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٩) مطبوعه: عربی.

”نیز اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک لاہوت کا یونٹ 19 اقانیم (اراکین) پر مشتمل اور ان کا سردار باب ہوتا ہے۔“[1]

بروکلمان میں کہتا ہے:

”قدیم اسلامی تصوف میں علم اعداد کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، مرزا بابی شیرازی نے بھی اعداد سے فائدہ اٹھایا اور تصوف میں جاری ان اصطلاحات کو اپنے حق میں استعمال کیا۔ شیرازی کے مطابق انیس کا عدد بڑا ہی مقدس ہے، اس لیے کہ یہ عدد عربی کے دو لفظ واحد اور وجود کے اعداد پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیرازی نے سال کو انیس مہینوں میں تقسیم کیا اور ہر مہینے میں انیس دِن تھے۔ اس نے ایک ایسی مجلس تشکیل دی تھی جس میں انیس راہنما تھے۔“[2]

اسی طرح اس کی کتاب البیان (عربی و فارسی) ⑧ واحدوں اور دس ابواب پر مشتمل ہے، ان دونوں کی تکمیل اس نے اپنے ولی عہد کے لیے چھوڑ دی۔[3]

”یہ خلیفہ اس کی وصیت کے مطابق مرزا یحییٰ نوری المازندرانی تھا جو حسین علی البہائی کا چھوٹا بھائی تھا۔“[4]

شیرازی نے اس کے علاوہ بھی بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں سے ”صحیفہ عدلیہ“ فارسی زبان میں ”الخصائل السبعۃ“، ”زیارۃ الشاہ عبد العظیم“، ”لوح الحروف“ اور ”کتاب الجزا“ جو مریدین کی فہرست پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اس نے ”کتاب الروح“، ”الشؤون الخمسہ“ اور دیگر کتب لکھیں، مگر ان سب کتابوں

---

① دائرة المعارف، مصنف البستاني (٥/ ٢٧) مطبوعه تهران۔

② تاريخ الشعوب الإسلامية (٣/ ٦٦٦) مطبوعه عربي۔

③ الكواكب (ص: ٢٣٠) مطبوعه فارسي.

④ نقطة الكاف (ص: ٢٤٤)

میں سے اہم ترین کتاب ''البیان'' ہے، جو بہائی مذہب کے مطابق قرآن پاک جیسا درجہ رکھتی ہے، بلکہ (نعوذ باللہ) بہائیوں کا عقیدہ تو یہ ہے:

''اس کتاب نے آ کر قرآن پاک کو بھی نسخ کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے بہائیوں کو اہل البیان بھی کہا جاتا ہے۔''[1]

بابیوں کا خیال ہے کہ مرزا شیرازی نے ان کے علاوہ بھی بہت ساری کتب تصنیف کیں، تاہم ان کا یہ دعویٰ دلیل سے عاری ہے اور ان کی یہ کتب موجود نہیں ہیں۔

بہائیوں کا مشہور مبلغ اسلمنت کہتا ہے:

''باب کی بہت ساری کتب تھیں، اس کے مریدین حیران ہوتے تھے کہ وہ اتنی جلد کتاب کیسے لکھ لیتا ہے اور جگہ جگہ فصیح و بلیغ وعظ اور تقریریں کیسے کر لیتا ہے؟ اس کی اس سرعتِ کتابت و بیان کی وجہ سے مریدین کا خیال تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور یہ وحی ہی ہے کہ وہ اتنی تیزی سے وہ بیان کر رہا ہے۔''[2]

پچھلے صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب بابی شیرازی سے اس کی نبوت اور حجت پر کوئی معجزہ مانگا گیا تو اس نے یہی کہا تھا:

''میرا معجزہ یہ ہے کہ میرے پاس بیان کی طاقت ہے۔''[3]

شیرازی کی تصنیفات کے موضوع:

مرزا شیرازی کی تصنیفات کا موضوع کیا تھا؟ اس بارے میں ایک بہائی

[1] دائرة المعارف الأردية (٣/ ٨٣٨)
[2] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٧)
[3] مطالع الأنوار (ص: ٢٤٩)

مورخ لکھتا ہے:

''بعض کتابیں قرآنی آیات کی تفسیر تھیں، بعض مناجات، خطابات اور تعلیقات پر مشتمل تھیں۔ بعض کتابیں وعظ و نصیحت پر تھیں۔ بعض مقالے توحید کے حوالے سے لکھے گئے، کچھ مقالے ایسے تھے جس میں اخلاق اور عادات کی اصلاح پر بحث کی گئی، اور بعض میں دنیا کے معاملات ترک کرنے اور آخرت اختیار کرنے کا موضوع اختیار کیا گیا۔''[1]

حسین علی البہاء کے مطابق مرزا شیرازی کی بہت ساری تصنیفات ضائع ہو گئیں۔[2]

بہت ساری تصنیفات ایسی بھی ہیں جنھیں جان بوجھ کر ضائع کر دیا گیا۔ بہائیوں نے خود شرم کے مارے بہت ساری کتب ضائع کیں، کیونکہ وہ کتب بہت سارے عیوبِ فاحشہ پر مشتمل تھیں۔ دراصل ان کتابوں میں اتنے تضادات اور تناقض تھے کہ بہائی فرقہ کے لوگ بھی ان تضادات پر پریشان ہو جاتے تھے۔ پروفیسر براؤن نے، جو مشہور مستشرق ہے، کئی برس ایران میں گزارے، تاکہ اس فرقے کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر سکے، اس نے بہاء اور صبح الازل سے ملاقات کی، اپنی ان ملاقاتوں کے احوال وہ اپنی کتاب ''نقطة الكاف'' میں نقل کرتا ہے۔[3]

بہائی فرقہ جب پھیلتا گیا اور دنیا کے مختلف علاقوں میں متعارف ہوا، بالخصوص یورپ اور امریکہ میں، تو وہاں کے لوگوں کو سب سے زیادہ پریشانی یہی پیش آئی کہ ان کے پاس اس فرقے سے متعلق بنیادی کتابیں نہیں تھیں، ان کتابوں کو حاصل کرنا

---

[1] كتاب تاريخ الباب (ص: ٥٤) منقول از اسلمنٹ (ص: ٢٧)

[2] الإيقان (ص: ١٨٢)

[3] دیکھیں: (ص: مه)

انتہائی مشکل ثابت ہوا۔[1]

یہی وجہ ہے کہ بہائیوں نے آج تک مرزا علی شیرازی کی، جو اُن کے مطابق امام مہدی ہے، ایک کتاب بھی شائع نہیں کی، حالانکہ اسے نبی اعظم، رسول اکبر اور اس طرح کے دیگر القاب سے پکارا جاتا ہے، اس کی کوئی تصنیف اس وقت موجود نہیں۔ مرزا علی شیرازی کے بارے میں حسین علی البہاء کہتا ہے:

"وہ تمام رسولوں کا بادشاہ اور اس کی کتاب "البیان" تمام کتابوں کی ماں ہے۔"[2]

بلکہ بہائی تو اس سے بھی آگے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے خیال میں مرزا شیرازی الہ اور رَب ہے، اس کی الوہیت اور ربوبیت پر ان کے پاس بہت سے بے سروپا دلائل اور ثبوت بھی تھے۔ چنانچہ مازندرانی اپنی کتاب "لوح ابن ذئب" اور "ایقان" وغیرہ میں ان دلائل کو بیان کرتا ہے۔

شیرازی کا اندازِ تصنیف:

جب شیرازی نے بہت سے دعوے کیے، اب اسے خیال ہوا کہ وہ عربی زبان میں کتابیں لکھے، کیونکہ اس کا خیال یہ تھا کہ عربی زبان ہی وحی اور الہام کی زبان ہے۔ جو شخص اوروں پر تفوق اور فضیلت حاصل کرنا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان میں گفتگو کرے۔ شیرازی نے یہ بات بھی دیکھی تھی کہ خاص طور پر عجمی ممالک میں عربی بولنے والے کی بات پر غور کیا جاتا ہے اور لوگ اس کی بات کو دھیان سے سنتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی اسلامی عقیدہ نہیں تھا، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

---

[1] مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: مو) مطبوعه لیڈن.

[2] لوح أحمد، مصنف: حسين علي المازندراني (ص: ١٥٤) مطبوعه پاکستان.

''ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ وہ اپنی قوم کو ہمارے احکام واضح اور کھول کھول کر بتا سکے۔ اس کے بعد جسے اللہ چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی دیتا ہے۔ اللہ پاک غالب اور حکمت والا ہے۔''[1]

دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ مرزا شیرازی کو عربی زبان کے قواعد وضوابط کا علم نہیں تھا۔ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ شیرازی کی زیادہ دلچسپی تعلیم و تعلم میں نہیں تھی، ابتدائی زندگی میں اس کی توجہ صوفیوں کی تعلیمات، مراقبوں، مجاہدوں، ریاضت اور نفس کشی پر تھی، اس عرصے میں اسے علم الاعداد اور فلکیات کا بھی بڑا شوق تھا، جس کی وجہ سے وہ عربی زبان پر عبور حاصل نہ کرسکا، اس کی تحریر کردہ کتابوں اور عبارتوں میں یہ بات ہمیں واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اس کی زبان دانی انتہائی کمزور تھی، عربی لکھتے ہوئے وہ فاش غلطیاں کرتا تھا۔ اس کی غلطیاں اس نوعیت کی ہوتیں کہ عربی زبان کا تھوڑا سا علم رکھنے والا شخص بھی فوراً انھیں پکڑ لیتا۔

اس کا خیال یہ تھا کہ عربی زبان وحی اور الہام کی زبان ہے، نبوت و رسالت کی زبان ہے۔ چنانچہ اس نے بھرپور کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ تصنیفات عربی زبان میں کی جائیں۔ اگرچہ اس کی بعض کتابیں فارسی زبان میں بھی ہیں اور فارسی اس کی مادری زبان بھی ہے، مگر وہ بھی معیاری اور ادبی نہیں۔

چناں چہ اس نے جملے بنائے اور آیات وکلمات کی ترتیب میں قرآنی اسلوب کی نقل کرنے کی کوشش کی اور معانی و مفاہیم اور عقل و منطق سے قطع نظر اپنی کتابوں کو قرآن کے مقابلے کا بنانے میں سعی لا حاصل کی، اس نے سارا زور عبارت دانی پر صرف کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفہوم اور معنی غیر واضح ہوگیا۔ اس کے تحریر کردہ اکثر

[1] سورة إبراهيم [آيت: ٤]

جملے اور عبارتیں بے مقصد اور بے بسروپا ہوتی تھیں۔

مرزا شیرازی کی عربی دانی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، جسے محمد مہدی نے ''شوؤن الحمراء'' سے نقل کیا ہے، وہ کہتا ہے:

"إنا قد جعلناك جليلا للجالين، وانا قد جعلناك عظيماً عظمانا للعاظمين، وإنا قد جعلناك نورا نورانا للناورين، وإنا قد جعلناك رحمانا رحيما للراحمين، وإنا قد جعلناك إماما تميما للتامين، قل: إنا قد جعلناك كمالا كميلا للكاملين، قل: إنا قد جعلناك كبرانا كبيراً للكابرين، قل: إنا قد جعلناك عزانا عزيزا للعازين، قل: إنا جعلناك ظهرانا ظهيراً للظاهرين، قل: إنا جعلناك حبانا حبيبا للحابين قل: إنا قد جعلناك شرفانا شريفا للشارفين، قل: إنا قد جعلناك سلطانا سليطا للسالطين، قل: إنا قد جعلناك ملكانا مليكاً للمالكين۔" الی آخره۔[1]

اسی طرح اس نے اپنی کتاب "البیان" میں، جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ اس کتاب نے آ کر قرآن پاک کو منسوخ کر دیا ہے، لکھا ہے:

"ولا تكتبن السور إلا و أنتم في الآيات على عدد المستغاث لا تتجاوزون، و من أول العدد أذن لكم يا عبادى لتدقون، وأذنت أن يكون مع كل نفس ألف بيت مما يشاء ليتلذذون، حينما يتلو و كان من المحرزين، قل: إنما البيت ثلاثين حرفا إن أنتم تعربون، لتحسبون على عدد الميم ثم على أحسن الحسن تكتبون و تحفظون،

[1] مفتاح باب الأبواب (ص: ۲۷۸۔ ۲۷۹)

ذلك واحد الأول أنتم بالله تسكنون، ثم الثاني أنتم في كل أرض بيت حر تبنون، ولتلطفن كل أرضكم و كل شيئ على أحسن ما أنتم مقتدرون، لئلا يشهد عيني على كره أن يا عبادی فاتقون"[1]

فارسی زبان کی ایک مشہور کہاوت ہے: "نقل را عقل باید" یعنی نقل کے لیے عقل ہونی چاہیے۔

اس طرح کی عبارات کو پڑھ کر ہمیں یہ سمجھنے میں دشواری نہیں ہو گی کہ وہ انتہائی بے وقوف اور احمق آدمی تھا۔ آج تک جتنے بھی جھوٹے اور دجال لوگ آئے، جنھوں نے قرآن پاک کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، مسیلمہ کذاب اور الاسود عنسی سے لے کر آج تک ان سب میں سے جاہل اور بیوقوف آدمی یہی تھا۔ عربی یا فارسی جس زبان میں بھی اس نے تصنیف کی، پڑھنے والوں نے اس کی تضحیک ہی کی اور اسے بیوقوف ہی جانا۔ بے مطلب اور بے سروپا عبارتیں، بغیر کسی ترتیب کے الفاظ جمع کیے گئے، ممکن ہے کہ غیر عرب ممالک کے اس کے بعض مریدین اس کی کتاب کو تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے پڑھتے ہوں، مگر اس وقت سے لے کر آج تک کسی کو اس کی باتوں کا مفہوم سمجھ میں نہ آسکا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اسے خود بھی سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا لکھتا اور پڑھتا رہتا ہے، مثلاً ایک مقام پر کہتا ہے:

"تبارك الله من شمخ، مشمخ، شميخ، تبارك الله من بذخ مبذخ، بذيخ، تبارك الله من بدء، مبتدی بدی، تبارك الله من فخر، مفتخر، فخير، تبارك الله من ظهر، مظهر، ظهير،

[1] البيان العربی (باب: ۱۔۲)

تبارك الله من قهر، مقهر، قهير، تبارك الله من غلب، مغتلب، غليب، تبارك الله من علم، معتلم عليم"[1]

نیز کہتا ہے:

"تبارك الله من سلط مستلط رفيع، تبارك الله من وزر موتزر وزير، تبارك الله من حكم محتكم بديع، تبارك الله من جمل مجتمل جميل"[2]

نیز وہ کہتا ہے:

"ولا تضيعن خلق احد بعد ما أكمل الله خلقه لما تريدون من عز أيام معدودة، فإن كلتاهما ينقطع عنكم و أنتم من بعد موتكم في النار تدخلون، تتمنون كأنكم ما خلقتم وما اكتسبتم في حق نفس من حزن، وإن تتعقلون تتمنون كأنكم ما قد خلقتم"[3]

اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ عربی زبان کا کوئی ماہر، اعلیٰ سے اعلیٰ عربی دان بھی ان عبارتوں کو سمجھ کر ان کا کوئی مقصد نکال سکتا ہے؟ جس طرح کی بے سروپا اور بے مقصد عبارتیں اس نے نقل کی ہیں، اس سے تو یہی نظر آتا ہے کہ اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا۔ ایک اور مثال لیجیے:

"إنني أنا الله الأسلط الأسلط، والأثبت الأثبت، والأغيث الأغيث"[4]

---

[1] مفتاح الأبواب (ص: ٢٨٢)
[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۷٦)
[3] البيان العربي (باب: ١٨)
[4] مذکورہ بالا حوالہ

اس طرح کی اور بھی بہت ساری خرافات ہیں۔

اس کے بارے میں عبدالرحمٰن الوکیل بڑی اچھی بات لکھتے ہیں: ''شیرازی کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے اور ہر قاری سمجھ جاتا ہے کہ یہ کیسا آدمی ہے جس کے ذہن میں خلل ہے۔ غالبًا بہت ساری باتوں اور واقعات نے اس کے دماغ پر اثر ڈال دیا، اب وہ پیچیدہ اور بے ربط عبارتیں اور الفاظ بولتا رہتا تھا، اس کی سوچ کی کوئی بنیاد نہیں تھی، اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کسی ترتیب کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ وہ یعلمون تعلمون کرتا رہتا تھا، جبکہ اس کے بیان کردہ جملوں اور عبارتوں کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ وہ ایسے جملے اور عبارتیں نقل کرتا ہے جو بے سروپا، بے مطلب اور مضحکہ خیز ہوتی ہیں، تاہم وہ عبارت کے اختتام پر اس امر کا خیال رکھتا ہے کہ آخری کلمے کا وزن ٹھیک رہے۔ اسی طرح اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ الفاظ جوڑے گئے ہیں اور یہ وحی نہیں ہے، کیونکہ ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔''[1]

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس طرح کے احمق، ان پڑھ، جاہل اور مخبوط الحواس شخص کا اتباع لوگ کس دلیل اور بنیاد پر کرتے ہیں؟ آخر انھوں نے اس کی ذات میں ایسی کون سی بات دیکھ لی کہ اسے مہدی، نبی اور خدا تسلیم کرلیا؟ شاید یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا:

''اُن کے دِل تو ہیں سمجھ نہیں، آنکھیں تو ہیں بصارت نہیں، کان تو ہیں شنوائی نہیں، یہ چوپائے ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔''

شیرازی کی زبان اور جہالت:

شیرازی انتہائی قلیل العلم اور جاہل شخص تھا، وہ بے بصیرت اور بے سمجھ تھا، اس

[1] البھائیة، مصنف: عبدالرحمن الوکیل، مطبوعہ قاھرہ۔

کی گفتگو اور اس کی زبان سے اس کی جہالت کا اندازہ ہو جاتا تھا، اپنی تمام تر جہالتوں اور حماقتوں کے باوجود اس کا خیال تھا کہ وہ دنیا کا عقل مند ترین اور عالم و ماہر انسان ہے۔ وہ بلند و بالا دعوے کرتا تھا، مگر اس کے ہر لفظ اور جملے سے اس کی جہالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے رسالت، نبوت اور آخر میں خدائی کا دعویٰ کیا، اپنی نبوت پر دلیل پیش کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

''حضور ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل حضور ﷺ کا کلام تھا، خود حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَوَلَمْ یکفهم أنا نزلنا علیك الکتاب)) (کیا ان کے لیے کافی نہیں کہ ہم نے اُن پر کتاب نازل کی؟)[1] اللہ نے مجھے یہ دلیل دی ہے۔ میں اس قابل ہوں اور میری یہ ہمت ہے کہ صرف دو دِنوں اور دو راتوں کے اندر اتنی آیات لے کر آؤں، جو حجم کے اندر پورے قرآن پاک کے برابر ہوں۔''[2]

نیز کہتا ہے:

''میں محمد ﷺ سے بھی افضل ہوں۔ میرا قرآن محمد ﷺ کے قرآن سے بہتر ہے۔ جس طرح محمد ﷺ کہتے تھے کہ ان کی لائی ہوئی کتاب کی ایک سورت کے برابر بھی کوئی شخص سورت پیش نہیں کر سکتا، اس طرح میرا دعویٰ بھی ہے کہ جو کتاب میں لے کر آیا ہوں، کوئی شخص اس کے ایک حرف جیسا حرف بھی نہیں لا سکتا۔''[3]

مسلمان علما کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا:

---

[1] اس بے وقوف کو یہ بات بھی نہیں پتا کہ یہ حدیث نہیں، بلکہ قرآن پاک کی آیت ہے۔

[2] مطالع الأنوار (ص: ۱۵۰) مطبوعه: عربی.

[3] مفتاح باب الأبواب (ص: ۲۰)

"تمھارے نبی نے قرآن پاک کے علاوہ تمھارے لیے کوئی کتاب نہیں چھوڑی، یہ لو میری کتاب "البیان" پڑھو، اس کی تلاوت کرو، کیونکہ اس کی عبارت قرآن پاک کی عبارت سے زیادہ فصیح اور اس کے احکام قرآن پاک کے احکام کو نسخ کر دینے والے ہیں۔"[1]

آیئے! ذرا گہرائی سے اس کی عبارتوں کا جائزہ لیتے ہیں، تاکہ اس کے دعوے کی سچائی یا جھوٹ کھل کر سامنے آ جائے۔ سب سے پہلے ہم اس کتاب کا ذکر کریں گے، جو اس نے بہائی عقائد کے مطابق ملا حسین البشروئی کے کہنے پر لکھی تھی۔ اس کتاب میں اس نے اپنے مہدی ہونے کو ثابت کیا۔ وہ لکھتا ہے:

"ولا يقولوا كيف يكلم عن الله من كان في السن خمسة وعشرونا، فورب السماء والأرض إني عبد الله آتاني البينات من عند بقية الله المنتظر إمامكم، هذا كتابي قد كان عند الله في أم الكتاب بالحق على الحق مسطوراً، و قد جعلني الله مباركاً أينما كنت وأوصاني بالصلاة والصبر ما دمت فيكم على الأرض حياً، و إن الله قد أنزل له بصورة من عنده والناس لا يقدرون بحرفه على المثل دون المثل تشبيرا"[2]

اس عبارت کو پڑھنے والا ہر شخص جان لیتا ہے کہ اس نے قرآن پاک کی مختلف آیات کو آپس میں جمع کر کے بیان کر دیا ہے۔ اس طرح یہ بات بھی واضح طور پر نظر آتی ہے کہ جب بھی اس نے قرآنی آیت سے ہٹ کر اپنی طرف سے کوئی

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۳۸)

[2] تفسیر سورہ یوسف، مصنف: علی محمد باب الشیرازی۔

عبارت بیان کرنا چاہی تو اس کو عربی میں بیان نہیں کر سکا اور اس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ مثلاً آخر میں وہ کہتا ہے:

"والناس لا يقدرون بحرفه على المثل دون المثل تشبيرا"

بڑے سے بڑا عربی دان بھی اس کا مطلب بتائے..!!

سورت یوسف کی آیت: ﴿اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

"وقد قصد الرحمن من ذكر يوسف نفس الرسول وثمرة البتول حسين بن علي بن أبي طالب مشهوداً وقد أراد الله فوق العرش مشعر الفوائد أن الشمس والقمر والنجوم قد كانت ساجدة لله الحق شهوداً"

''یوسف علیہ السلام سے مراد نفسِ رسول اور ثمرۂ بتول حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ چاند ستاروں سے خدا نے یہ استعارہ بیان کیا ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں نے خدا کو سجدہ کیا تھا۔''[1]

اس چھوٹی سی عبارت کو پڑھ کر سمجھ آجاتی ہے کہ کس طرح گھٹیا انداز میں وہ تاویل بیان کرتا ہے، نہ اس کے پاس کوئی سوچ اور فکر ہے اور نہ عربی اور لغت کی سمجھ۔ بات میں سنجیدگی اور منطق بھی نہیں، کلمات بھی انتہائی مہمل ہیں جن کا کوئی خاص معنی نہیں۔

اسی طرح اس کی ایک دوسری کتاب ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ قرآن کے برابر بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔ شیرازی کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے یہ قرآن پاک سے بھی افضل ہے، بلکہ مرزا شیرازی تو اس کتاب کو اپنے معجزات میں

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ۔

شمار کرتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں سورۃ الکوثر کی تفسیر کرتے ہوئے وہ بے سروپا اور بے مقصد عبارت لکھتے ہوئے کہتا ہے:

"فانظر لطرف البدء إلى ما أردت ارشحناك من آيات الختم إن كنت سكنت في الأرض اللاهوت، قرأت تلك السورة المباركة في البحر الأحدية وراء قلزم الجبروت، فأيقن كل حروفها حرف واحدة، و كل يغاير ألفاظها و معانيها ترجع إلى لفظة واحدة، لأن هنالك المقام والفؤاد ورتبة مشعر التوحيد...... وأن ذلك هو الإكسير الأحمر الذي من ملكه يملك ملك الآخرة والأولى، فو رب السماوات والأرض لم يعدل كلها كتب كاظم عليه السلام، و قبل أحمد صلوات الله عليه في معارف الآلهية، والشوؤنات القدسية، والمكفهرات الأفريدوسية بحرف، أنا إذا ألقيت إليك بإذن الله فاعرف قدرها، واكتمها بمثل عينيك على أرض الجبروت، وتقراء تلك السور المباركة فاعرف في الكلمة الأولى من الألف ماء الإبداع، ثم من النون هواء الاختراع، ثم من الألف الظاهر ماء الإنشاء ثم ركن المخزون المقدم لظهور الأركان الثلاثة حرف الغيب بعنصر التراب...... وإني لو أردت أن أفضل حرفا من ذلك البحر المواج الزاخر الأجاج، لنفذ المداد، وانكسر الأقلام لا نفاد لما ألهمني الله في معناه."[1]

"حرف الالف" میں وہ حرف الف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

[1] تفسیر سورۃ الکوثر، مصنف: علی محمد الشیرازي.

"ثم الألف القائمة على كل نفس التي تعالت واستعالت، ونطقت واستنطقت، ودارت واستدارت، وأضاءت واستضأت، وأفادت واستفادت، وأقامت واستقامت، وأقالت واستقالت، وسعرت واستسعرت، وتشهقت واستشهقت، وتصعقت واستصعقت، وتبلبت استبلبت، وإن في الحين إذن الله لها فتلجلجت ثم فاستلجلجت، وتلألأت ثم فاستلالات، وقالت بأعلى صوتها تلك شجرة مباركة طابت وطهرت، وزكت وعلت، نبتت بنفسها من نفسها لنفسها إلى نفسها"[1]

خدا کی قسم! اس طرح کا کلام یا تو کوئی پاگل کرتا ہے یا بچے۔ سمجھ نہیں آتی کہ اس طرح کے مسخرے اور فاتر العقل شخص کے بیہودہ کلام کو لے کر وہ کلامِ خداوندی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، ایسے احمق اور بے عقل شخص کو نبی بلکہ خدا تک مانتے ہیں۔

اگر اس طرح کے بے ہودہ اور بے مطلب کلمات کو معجزہ کہا جائے تو پھر معجزہ بچوں کا کھیل یا پاگلوں کا ہذیان ہی ہے۔ آخر اہلِ علم بلکہ عام شخص بھی جو اس عبارت کو پڑھتا ہے وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس کلام کا متکلم صاحبِ عقل نہیں ہے۔ نہ تو اسے عربی آتی ہے اور نہ ادب ہی سے اسے کوئی لگاؤ ہے۔ اس پر غور کرنا تو دُور کی بات، اسے سننے کو دِل بھی نہیں کرتا۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ عرب کے بیوقوف، احمق، جاہل اور مجنون لوگ بھی اس طرح کی گھٹیا اور بے ہودہ کلام نہیں کرتے جس کا نہ تو معنیٰ ہے اور نہ کوئی مفہوم ہی۔ نہ الفاظ میں کوئی جان ہے اور نہ سننے والے کو اس میں کوئی حلاوت ہی

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ۔

محسوس ہوتی ہے۔

کیا اب بھی اس بات میں کوئی شک ہے کہ مرزا شیرازی افیمی، چرسی اور بھنگی تھا۔ افیم کھا کر اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا تھا اور حشیش کی وجہ سے اس کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔

کیا اس طرح کی بیہودہ اور ہذیان گوئی کی توقع کسی سمجھدار اور صاحبِ عقل شخص سے کی جا سکتی ہے؟ نبوت، مہدویت، رسالت بلکہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا شخص تو دُور کی بات ہے، عام آدمی بھی ایسی بات نہیں کرتا۔

آج تک جتنے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، ان سب میں سے جاہل ترین آدمی شیرازی ہے، جس کے پاس عقل تھی نہ سمجھ ہی۔ اس دنیا پر جب سے دجالوں اور کذابوں کا ظہور ہو رہا ہے، یہ اُن سب میں سے احمق ترین انسان ہے۔

پھر مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ کیسے لوگ اس جیسے پاگل آدمی کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور اس طرح کی گھٹیا اور بے سروپا باتوں کو مقدس کلام سمجھتے ہوئے انھیں ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو انتہائی سطحی سی سوچ رکھتا ہے، ٹیڑھی فکر، عربی لغت اور معنی سے نابلد، اسلوبِ کلام سے دُور، جملوں کی بناوٹ اور سجاوٹ کی استعداد سے کورا، ہر جملے میں کئی کئی غلطیاں کرنے والا، جسے زمانے کی سمجھ ہے نہ اس کے تقاضوں کی۔ اسے لوگ مہدی، نبی، رسول بلکہ خدا تک مان لیتے ہیں۔ پھر اس وقت زیادہ حیرانی ہوتی ہے جب ہم سنتے ہیں کہ بہائی اور بابی مبلغین کہتے ہیں:

> ”شیرازی پر سب سے زیادہ علما ایمان لے آئے۔ ملا حسین بشروئی نے جب سورۂ یوسف کی تفسیر سنی تو مرزا شیرازی پر ایمان لے آیا۔“[1]

چنانچہ سب سے پہلے شیرازی پر ایمان لانے والوں میں سے ملا حسین بشروئی

[1] مُلا کا لفظ عجمی ممالک میں عالم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

ہے جسے باب الباب کا لقب دیا گیا ہے۔ ملا یحییٰ الدارابی جو الوحید کے لقب سے مشہور ہے، اس نے شیرازی کی لکھی ہوئی سورۃ الکوثر کی تفسیر پڑھی اور اُس پر ایمان لایا، ملا حسین الیزدی جو کاتبِ وحی کے نام سے مشہور تھا، ملا یحییٰ النوری جو صبح الازل کے لقب سے مشہور تھا، ملا محمد علی بارفروشی جو القدوس کے لقب سے مشہور تھا، ملا علی الزنجانی جو حجت کے لقب سے مشہور تھا، ملا حسین علی المازندرانی جو بہاء کے لقب سے مشہور تھا، اور قرۃ العین جو طاہرہ کے لقب سے مشہور تھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک بات اور بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شیرازی جیسے جاہل آدمی کی باتوں کو سن کر یہ اپنے آپ کو عالم کہتے ہیں اور بڑے بڑے القاب پر فخر کرتے ہیں، تو ایسے عالموں سے توبہ ہی بھلی۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ملا دارابی نے سورۃ الکوثر کی تفسیر میں کون سی ایسی چیز دیکھی کہ وہ ہمیشہ کے لیے مرزا شیرازی کا ہو کر رہ گیا۔ ایک بار پھر سورۃ الکوثر کی تفسیر پڑھیے اور پھر آپ ہی انصاف کیجیے:

”وأقالت واستقالت، وسعرت واستسعرت، وتشهقت واستشهقت، وتصعقت واستصعقت، وتبلبت استبلبت، وإن في الحين إذن الله لها فتلجلجت ثم فاستلجلجت“

اس میں کون سی ایسی بات ہے جو سمجھ میں آنے والی ہے؟ آج تک عربی لغت کا کوئی ماہر ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس عبارت کا مطلب بیان کر سکے۔

دوسری جانب آپ دیکھیں، اللہ کا کلام قرآن پاک جو حضور ﷺ پر نازل ہوا، جب یہ قرآن پاک نازل ہوا تو اس وقت فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا، عربی اپنی زبان دانی پر فخر کرتے تھے، جب قرآن پاک کی سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سورۃ الکوثر کی آیات: ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو اہلِ عرب بے ساختہ کہنے لگے: "واللّٰه! ما هذا بكلام البشر" "خدا کی قسم! یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔"

جی ہاں! ایک اور شخص جو حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا، اسلام کا سب سے بڑا مخالف اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے میں سب سے پیش پیش تھا، جب اس نے خدا کا کلام سنا تو وہ بھی کہنے لگا:

"محمد کی باتوں کی مٹھاس بہت ہے، اس کی جڑیں زرخیز ہیں اور شاخیں پھولوں سے لدی ہیں۔"[1]

یہ بات ولید بن المغیرہ نے کہی تھی، جو قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔

جب قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں:

﴿حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ﴾

[حم السجدة: ١۔ ٥]

عرب کے بڑے بڑے سردار، سخت دشمنی، حسد اور مخالفت کے باوجود، جو خود فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اور ایک ایک لفظ پر ان کی نظر تھی، ان کی بھرپور کوشش تھی کہ وہ کوئی نقص نکال سکیں، لیکن جب حضور ﷺ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے سارے بالکل خاموش تھے۔ انتظار تھا کہ کوئی شخص ان آیات کا جواب دے، کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی، پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

"آج ہم نے ایسی بات سنی ہے، خدا کی قسم اس سے پہلے ایسی بات نہیں سنی۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ کلام نہ تو شعر ہے نہ سحر اور نہ

---

[1] السيرة، مصنف: ابن هشام (١/ ٢٧٠) مطبوعه مصر.

کاہنوں کی بات ہے۔ جو بات ہم نے سنی ہے یہ کوئی اور ہی چیز ہے۔"[1]

یہ بات کہنے والا کوئی اور نہیں ابوالولید عتبہ بن ربیعہ تھا جو قریش کا سردار اور مکہ میں مشرکوں کا سب سے بڑا لیڈر تھا۔

چودہ صدیاں گزر چکیں، آج تک کسی شخص کو، چاہے وہ مشرق کا ہو یا مغرب کا، اہلِ عرب میں سے ہو یا عجم میں سے، یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ قرآن پاک جیسی کوئی کتاب لا سکے۔ ایسی کتاب جس میں فصاحت و بلاغت ہو، سلاست اور روانگی ہو، الفاظ کی مٹھاس، خیال کی پختگی، سوچ کی نایابی، قوت گفتار و حجت، حکمت وعمل کا منبع، احکام کی بنیاد، عربی کے اصول وقواعد کے عین مطابق، لغت کی باریکیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغام کے اعتبار سے انتہائی باعزت، لفظوں کا انتخاب اور بہاؤ اس طریقے پر ہو کہ کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ ایسا کلام خدا ہی کا ہوسکتا ہے، ایسی گفتگو خدا ہی کرسکتا ہے، ایسی ہی چیز کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

يَزِيدُكَ وَجْهُهُ حُسْنًا إِذَا مَا زِدتَهُ نَظَرًا

جب بھی میں اسے دیکھتا ہوں

اس کے حسن میں اضافہ ہی ہوتا ہے

وہ ذات پاک ہے جس نے انسان کی ہدایت کے لیے اس کتاب کو اتارا، جس نے قیامت تک کے لیے اس کتاب کو حجت بنا کر بھیجا۔ ذرا قرآن پاک کے اس انداز کو بھی دیکھیں:

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ [المؤمن:۲۔۳]

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (۲۹۴/۱)

پھر ذرا یہ الفاظ بھی پڑھیں:

﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ [الملك: ٣ـ٤]

آخر میں ہم مرزا شیرازی کی کتاب البیان کے بارے میں تھوڑی سی گفتگو کرتے ہیں جس کے بارے میں حسین علی المازندرانی البہاء کا دعویٰ ہے کہ ''اس زمانے کی کتاب یہ ہے'' اسی طرح وہ اپنی کتاب ''الایقان'' میں جو بغداد میں لکھی گئی اور جس میں البہائی نے اپنے استاد شیرازی کے دعوؤں کو ثابت کیا، وہ لکھتا ہے:

''عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انجیل تھی، موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تورات تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن اور آج کے زمانے میں یہ کتاب البیان ہے۔''[1]

خود اس کتاب البیان کے بارے میں شیرازی کہتا ہے:

''اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی کتاب بھیجتا ہے، یہ کتاب زمین والوں کے لیے حجت ہوتی ہے، 1270ھ کو اللہ تعالیٰ نے کتاب البیان نازل کی اور اس کی حجت سات حروف میں رکھ دی، اور وہ حروف ہیں: ع ل ی م ح م د۔''[2]

نیز وہ کہتا ہے:

''ہماری کتاب البیان ہر چیز پر حجت ہے، اس جیسی کتاب لانے سے ساری دنیا والے عاجز ہیں۔''[3]

---

1. الایقان، مصنف: حسین علی المازندرانی (ص: ١٣٨)
2. البیان العربي.
3. مذکورہ بالا حوالہ۔

نیز وہ کہتا ہے:

’’جو کتاب ہم پر نازل ہوئی، اس کی پہلی کتابوں پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسا کہ قرآن کی فضیلت انجیل پر۔‘‘ [1]

نیز وہ کہتا ہے:

’’البیان نازل ہوئی اور اسے میں نے دنیا کی تمام مخلوق پر حجت بنا دیا، اس میں ایسی آیات ہیں جس سے دوسرے لوگ عاجز ہیں، کوئی کتاب اس کے مثل اور نظیر نہیں ہو سکتی، کوئی مفسر اس جیسا کلام نہیں پیش کر سکتا، اہلِ فارس نے اس جیسی بات آج تک نہ سنی ہو گی۔‘‘ [2]

وہ مزید کہتا ہے:

’’جو تمھارے پاس ہے ان سب کو مٹا دو، اب تمھارے پاس صرف البیان ہے، تم ہمیشہ کے لیے اس کے سائے میں رہو۔‘‘ [3]

وہ کہتا ہے:

’’البیان کے علاوہ کسی اور کتاب کو پڑھانا جائز نہیں۔ تمھارے لیے البیان کی باتیں ہی حجت ہیں، اس میں حروف کے بارے میں جو علم میں نے لکھا ہے، تم اسی کی اتباع کرو، اور ہاں البیان کی حدود سے تجاوز نہ کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو تم گھاٹے میں رہو گے۔‘‘ [4]

نیز وہ کہتا ہے:

’’اس کتاب کی آیات میں اپنے رب کی قدرت کو پہچانو، یاد رکھو کسی چیز

---

① مذکورہ بالا حوالہ (باب:۴)
② مذکورہ بالا حوالہ (حصہ نمبر ۶)
③ مذکورہ بالا حوالہ (باب ۶، حصہ نمبر ۶)
④ مذکورہ بالا حوالہ (باب ۱۰، حصہ نمبر ۶)

کی انتہا نہیں ہے، لوگ اس کتاب کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔"[1]

اس کتاب میں جس طرح کی وہ عربی لکھتا ہے، اہلِ عرب نہ اسے سمجھ سکتے ہیں اور قیامت تک کوئی سمجھ سکے گا بھی نہیں، اپنی طرف سے اس نے من گھڑت باتیں شامل کر کے اس نے اپنے مریدوں کے سامنے ہذیان بکتے ہوئے کتاب پیش کر دی اور اس کے بے عقل مریدوں نے بھی سوچے سمجھے بغیر اس کو مان لیا۔ اس کتاب کے شروع میں وہ کہتا ہے:

"وأنا قد فرضنا في باب الأول (كذا) ما قد شهد الله على نفسه (كذا) على أنه لا إله إلا هو رب كل شيئ، و أن ما دونه خلق له...... و أن ذات حروف السبع (كذا) باب الله لمن في ملكوت السماوات والأرضين...... ثم كل باب ذكر اسم حق (كذا) من لدنا، وذكر أحد من حروف الحى بما رجعوا (كذا) إلى الحياة الأولى محمد رسول الله (كذا) والذين هم شهداء من عند الله، ثم أبواب الهدي و خلقوا في النشاة الأخرى (كذا) بما وعد الله في القرآن إلى أن يظهر عدد الواحد، ذلك واحد الأول (كذا) من الواحد المعدد يذكر في شهر البهاء قد بدأنا ذلك الخلق به ولنعيدن كلا به وعدا علينا"[2]

اس عبارت پر کسی قسم کے تبصرے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا ہر ایک لفظ بذاتِ خود تبصرہ کر رہا ہے اور بولنے والے کی جہالت اور لاعلمی کو چیخ چیخ کر بتا رہا ہے،

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (باب ۱، حصہ نمبر ۲)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (حصہ نمبر ۱)

اس سے اچھی اور آسان زبان تو بچے بول سکتے ہیں۔ اس طرح کی اس کی اور بھی بہت ساری لغویات ہیں، مثلاً وہ کہتا ہے:

”لا تسئلن في الأولیٰ ولا في أخرای (كذا) إلا في كتاب، ولتعلمن كل واحد في مسالككم (كذا) لعلكم تتادبون...... قل إنه لشمس أم نجعلكم و آثاركم مرآتا (كذا) ترون فيها ما أنتم تحبون إذا أنتم بالحق تقابلون“①

نیز وہ کہتا ہے:

”من ينشئ كلماتا (كذا) لله، قل خذ لنفسك على أجذب خط (كذا) ثم تهب من تشاء، فان ذلك قسطاس حق مبين“②

کیا عربی زبان کا کوئی ابتدائی طالب علم بھی اس طرح کی بے ہودہ اور بے مقصد الفاظ میں اتنی غلطیاں کر سکتا ہے؟

وہ کتاب جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ یہ قرآن پاک سے بھی زیادہ فصیح ہے، اس میں اس طرح کی بیشمار غلطیاں ہیں، مثلاً وہ کہتا ہے:

”يا محمد معلمی فلا تضربني قبل أن يمضى على خمس سنة (كذا) ولو بطرف عين“③

نیز وہ کہتا ہے:

”قل أن يا أولو الهدي (كذا) بهداي تهتدون“④

---

① مذکورہ بالا حوالہ (باب ۱۳، حصہ نمبر ۳)
② مذکورہ بالا حوالہ (باب ۱۸، حصہ نمبر ۳)
③ مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر ۱۱، حصہ نمبر ۴)
④ مذکورہ بالا حوالہ۔

نیز وہ کہتا ہے:

"فلتقرأن آية الأولى (كذا) إن أنتم تقدرون"①

نیز وہ کہتا ہے:

"وأنتم في الرضوان خالدون وإلا أنتم فانيون (كذا)"②

نیز وہ کہتا ہے:

"قل إنما البيت ثلاثين (كذا) حرفا، ذلك واحد الأول (كذا) أنتم بالله تسكنون...... أنتم في أرض بيت حر تبنيون (كذا)"③

ان عبارتوں میں جہاں لغت کی کمزوری، نحوی قواعد سے روگردانی، تعبیر کی کمی، لفظی اور معنوی غلطیوں کی جھلک نظر آتی ہے، وہاں یہ بھی پتا لگتا ہے کہ یہ پورا کلام کسی ایسے شخص نے کیا ہے جو ہوش میں نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"وأنا قد جعلنا أبواب ذلك الدين عدد كل شيئ عدد الحل، لكل يوم بابا (كذا) ليدخلن كل شيئ في جنة الأعلى (كذا) وليكونن في كل عدد واحد ذكر حرف من حروف الأول (كذا) لله رب السموات"④

اسی مناسبت سے ہم اس کی چند اور عبارتوں کو نقل کرنا چاہیں گے۔ ایک مقام پر وہ کہتا ہے:

"لم ترعين الوجود بمثله لا من قبل و لا من بعد، ذلك

---

① مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر ۳، حصہ نمبر ۲)
② مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر ۶، حصہ نمبر ۲)
③ مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر ۱، حصہ نمبر ۶)
④ مذکورہ بالا حوالہ (حصہ نمبر ۱)

اسم الألوهية وطلعة الربوبية (كذا) المستقرة في ظل وجهة الألوهية (كذا) والمستدلة على سلطان الوحدانية (كذا) ولو علمت أن يذوقن كل شيئ حبه ما ذكرت ذكرنا، وإذ أنها لما لم تسجد لها (كذا) خلقت كينونتها بما هى فيها وعليها، والأكل لما يذوقن (كذا) من حبه نور في نور من نور إلى نور يهدي الله لنوره من يشاء ويرفعن الله (كذا) لنوره من يريد أنه هو المبدئ المعيد"[1]

یہ عبارت جو فحش غلطیوں سے بھری ہوئی ہے، ایسی غلطیاں جو ظاہر اور صراحت کے ساتھ نظر آ رہی ہیں، معنی اور مقصود مبہم ہے، مطلب کوئی نہیں نکلتا، تعبیر ندارد۔ حالانکہ کسی بھی کتاب کا مقدمہ اس کتاب کی جان ہوتا ہے، اس میں مصنف اپنے قارئین کو بتایا ہے کہ وہ کتاب میں کیا لکھنے جا رہا ہے؟

مگر البیان کا مقدمہ ہی یہ بتا دیتا ہے کہ اس کتاب کو اس سے آگے پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں، اس لیے کہ لکھنے والا ایک جاہل اور بے عقل آدمی ہے، جسے لغت کے قواعد اور اسلوب کا پتا ہی نہیں، جو ادب اور معنی سے ناآشنا ہے، جس کے ہاں منطق، فکر اور عقل کوئی معنی نہیں رکھتی، جو حجت اور دلیل کی طاقت کو نہیں سمجھتا، اس طرح کی بات کرنے والا ہفوات زدہ آدمی ہو سکتا ہے جو ذہنی اعتبار سے مخبوط ہو اور نشہ اور دیگر محرمات کے استعمال کی وجہ سے اس کا دماغ کام نہ کرتا ہو۔

ایک جانب وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی، رسول بلکہ خدا ہے، دوسری جانب اس کی باتیں پڑھی جائیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ نبوت، رسالت اور خدائی کی کون سی قسم ہے؟ کیا کوئی نبی، رسول بھی اس طرح کی فحش غلطیاں کرتا ہے؟

[1] البیان الفارسی، مصنف: علی محمد شیرازی۔

جب مرزا شیرازی کو پتا چلا کہ لوگ اس کی عربی دانی پر اعتراض کرتے ہیں تو اس نے جو جواب دیا، سمجھ نہیں آتا کہ اسے دیکھ کر ہنسا جائے یا رویا جائے، کیونکہ اس کا کوئی مطلب یا مفہوم ہی نہیں ہے، اس نے جواب دیا:

"إن الحروف والكلمات كانت قد عصمت، واقترفت خطيئة في الزمن الأول فعوقبت على خطيئتها بأن قيدت بسلاسل الأعراب، وحيث أن بعثنا جاءت رحمة للعالمين فقد حصل العفو من جميع المذنبين و المخطئين حتى الحروف والكلمات، فأطلقت من قيدها تذهب إلى حيث تشاء من وجوه اللحن والغلط"[1]

"حروف اور کلمات نے پہلے زمانے میں نافرمانی اور غلطی کی، جس کی سزا انھیں یہ ملی کہ انھیں قواعدِ گرائمر کی بیڑیاں پہنا دی گئیں، چوں کہ ہماری بعث تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے، اس لیے تمام نافرمانوں اور گناہ گاروں کو معافی مل گئی اور حروف وکلمات بھی ان میں شامل ہیں اور اب یہ گرائمر کی بیڑیوں سے آزاد ہیں۔ زبان و بیان میں جیسی غلطی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔"

نیز کہتا ہے:

"إن الله أجل من الخضوع إلى هذه القواعد التي إن هي إلا صفات بشرية ونقص من نواقص الإنسانية"[2]

"خدا تعالیٰ گرائمر کی ان پابندیوں سے آزاد ہے، یہ تو بشری صفات اور

[1] دائرۃ المعارف، مصنف: البستانی (۵/ ۲۶) مطبوعہ تہران۔

[2] الکواکب (ص: ۲۲۵) مطبوعہ: فارسی۔

انسانی عیوب میں شمار ہیں۔"

بہائیوں کا مشہور مورخ عبدالحسین آوارہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"بابی شیرازی نے ایک دفعہ ولی عہد ناصرالدین شاہ القاجار کے سامنے تبریز کے مقام پر ایک خطبہ پڑھا، خطبے کے شروع میں اس نے یہ الفاظ پڑھے: "الحمد لله خلق السموات والأرضين" سماوات پر اس نے نصب پڑھا، ولی عہد ناصرالدین کی مادری زبان فارسی تھی، مگر اتنی بات وہ بھی سمجھتا تھا کہ بابی شیرازی نے لفظ پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ ناصرالدین شاہ نے فوراً اعتراض کیا کہ السماوات کی تاء تو ہمیشہ مجرور ہوتی ہے چاہے وہ محلِ جر میں واقع ہو یا محل نصب میں۔ ساتھ ہی ناصرالدین شاہ نے ابن المالک کا مشہور شعر پڑھا:

وہ اسم جس کی جمع الف اور تا کے ساتھ بنے
وہ جر اور نصب کی حالت میں مکسور ہوتا ہے[1]

اب اس طرح کے جاہل آدمی کی بات کو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، کلام خداوندی تو انتہائی فصیح و بلیغ اور واضح ہوتا ہے کہ اس کے سامنے فصاحت و بلاغت کے امام بھی حیران و پریشان کھڑے ہوتے ہیں اور وہ بھی اس کلام کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اُٹھتے ہیں۔ کلام خداوندی کے بارے میں تو دوسری رائے نہیں ہے کہ تمام اہلِ عرب اور ماہرینِ لغت اس کی نظیر لانے سے قاصر ہیں۔

جب قرآن پاک نازل ہوا تو وہ زمانہ عربی کے عروج کا تھا، بڑے بڑے فصیح و بلیغ شعرا اور ادیب موجود تھے، جو فصاحت اور بلاغت کے میدان میں کسی کو اپنا مقابل نہیں سمجھتے تھے، ان کی گفتگو لغوی اور روانگی کے اعتبار سے ایسے ہوتی کہ سننے والا

---

[1] الکواکب (ص: ۲۲۵)

انگلیاں دانتوں میں داب لیتا۔ اسی طرح ان کے کلام میں فکر کی گہرائی، تعبیر کی خوبصورتی، منطقی اسلوب، معنوی حسن، پررونق عبارت، علوم و معارف سے بھرپور کلام ہوتا تھا۔ جب قرآن پاک نازل ہوا تو قرآن پاک نے ایسے ایسے لوگوں کو چیلنج کیا:

''کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اس کلام کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اس جیسی کوئی صورت لے کر آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے تم بلانا چاہتے ہو اپنے ساتھ بلا لو اگر تم سچے ہو۔''[1]

اسی طرح قرآن پاک نے دوسرے الفاظ میں یوں چیلنج کیا:

''کہہ دیجیے کہ اگر انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے پشتیبان بن جائیں۔''[2]

تمام تر دشمنی، مخالفتوں اور ان چیلنجوں کے، کفار قرآن، سورت، تو دُور کی بات، ایک آیت بھی قرآن پاک کے مقابلے میں نہیں لا سکے۔

دوسری جانب یہ جاہل عجمی شخص ہے جو انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ اس بیہودہ، لفظی اور معنوی غلطیوں سے بھرپور، مقصد و معنی سے خالی، بچگانہ قسم کا مہمل، مسخرہ پن اور طنزیہ کلمات پر مشتمل کلام کو کلامِ خداوندی اور وحی کہتا ہے، بلکہ اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا یہ کلام قرآنِ پاک سے بھی افضل اور اعلیٰ ہے!

ہم ایک نظر اس کے بیان اور اسلوب پر ڈالتے ہیں، چنانچہ اپنی کتاب ''البیان'' میں الواحد عشر کے ضمن میں وہ لکھتا ہے:

---

[1] سورة يونس [آيت: ٣٨]

[2] سورة الإسراء [آيت: ٨٨]

"إنما السابع فلتبلغن إلى من يظهره الله كل نفس منكم بلور عطر ممتنع (كذا) رفيع (كذا) من عند نقطة البيان، ثم بين يدي الله تسجدون بأيديكم (كذا) لا بأيدي دونكم (كذا) وأنتم لا تستطيعون (كذا) فلا تسجدون إلا على البلور (كذا) فيها من ذرات طين الأولى (كذا) والآخر (كذا) ذكرا من الله (يا الله) في الكتاب لعلكم شيئ (كذا) غير محبوب لا تشهدون، فليملكن من كل نفس (كذا) من أسباب بلور، كذا، ممتنع رفيع عدد الواحد، كذا، على قدر ما يتمكن"[1]

کیا یہ بے ہودہ اور بے مطلب کلام اس قابل ہے کہ اس پر غور وفکر کیا جائے، یا اس کے بارے میں کوئی رائے دی جائے۔ یہ غلطیوں اور خطاؤں سے بھرا ہوا کلام ہے، اور عربی زبان سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں، اس کے قواعد واصول سمجھ سے بالاتر ہیں، لہٰذا کوئی بھی شخص اس پر کسی بھی قسم کا تبصرہ نہیں کر سکتا۔

اسی طرح کی ایک اور عبارت جس میں وہ اپنی ساری جہالت کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ولتأمرون كل أرض (كذا) أن ينتظمون (كذا) بيوتها وأسواقها وأماكنها (كذا) و أتميز كل صنف (كذا) في مقعده (كذا) عن الآخر حيث لا يختلط اثنين (كذا) منهم إلا في مكانهما، وكل صنف كانوا (كذا) في مكان واحد على أحسن نظم محبوب، ولتأمرن أن يكون كل صنف في

[1] البيان العربي (باب نمبر: ۸۔ ۹، حصہ نمبر ۱۰)

خان فإن ذلك أقرب للنفع والتقوىٰ (یا للتقوی...) ولا تأمرون ولا ترضیون (کذا)“[1]

اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس طرح کی بیہودگیوں اور عیب دار کلام سے پاک ہے۔ جس طرح کا کلام یہ دجال، جھوٹا اور مکار شخص پیش کر رہا ہے۔ ایسا کلام تو بچوں یا دیوانوں کا ہی ہوسکتا ہے۔ پھر اس کے پیروکاروں پر تف اور افسوس ہے جو اس کی حماقتوں، جہالتوں اور جنون کے باوجود اسے رسول، نبی بلکہ خدا سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کی یہ ہذیان گوئی شاید رب کا کلام ہے، خدا ایسی چیزوں سے پاک ہے۔

یہ عجیب شخص جسے نہ عربی کی سمجھ ہے اور نہ اس کے اصول وضوابط کی۔ اسے ”أن ینتظمون“ اور ”أن ینظموا“ میں فرق بھی نہیں پتا۔ اسی طرح عبارت میں ”کل أرض“ کا جو لفظ آیا ہے، اس کے لیے ضمیر بھی غلط لائی گئی ہے۔ ”بیوتها و أسواقها و أماکنها“ میں ضمیر بھی غلط لائی گئی ہے۔ لفظ ”مقعد“ استعمال کیا گیا ہے، جس کا کوئی معنی ہی نہیں۔ آگے ”لا یختلط اثنین“ کا لفظ استعمال کیا گیا، جس میں فاعل اور مفعول میں کوئی فرق نہیں کیا، اس کے لیے وہ ”منهم“ کی ضمیر لے کر آیا ہے۔ ”إلا في مکانهما“ میں اسے حروفِ استثناء کا علم بھی نہیں۔ ”کل صنف کانوا في مکان“ میں اس نے اسم اور فعل میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ”النفع والتقویٰ“ کا معنی اسے پتا نہیں تھا، اس نے ان دونوں لفظوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا۔ اسی طرح ”لا تأمرون ولا تفعلون“ میں اس نے معنی کو خلط ملط کر دیا۔ ”لا ترضیون“ میں صیغہ غلط استعمال کیا۔

اس طرح کا جاہل اور دجال شخص اپنے کلام کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے

[1] مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر: ۱۷۔ ۱۸، حصہ نمبر ۱۰)

ساتھ کیسے کر سکتا ہے؟ یہ تو الفاظ اور قواعد کی غلطیوں کا معاملہ ہے۔

اگر معنی کی غلطیوں کو دیکھا جائے تو تب بھی یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ آپ ذرا کلام خداوندی کا مطالعہ فرمائیں اور پھر اس کی باتوں کو پڑھیں، بخدا ہمارا ارادہ مقابلہ کرنے کا نہیں، کیونکہ دِن اور رات میں مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ اللہ پاک کے کلام میں اتنا حسن اور خوبصورتی ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن خوشبودار، اس کا دِل پاک اور روح صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے انسان ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک ہو جاتا ہے، جبکہ مرزا شیرازی کی یاوہ گوئیاں پڑھی جائیں تو سر میں درد شروع ہو جاتا ہے اور طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

''باطل اس قرآن کے سامنے نہیں آ سکتا نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''اس کتاب کو ہم نے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے اور اس سے پہلی جو کتابیں آئیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ہم ام القریٰ اور اس کے ارگرد رہنے والے لوگوں کو تنبیہ کر سکیں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ اس پر تو وحی نازل نہیں ہوتی۔ اور وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ میں بھی ایسا کلام لاؤں گا جیسا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، کاش تم اس وقت دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کے اردگرد ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوں گے اور ان سے

کہہ رہے ہوں گے جان نکالو، آج کے دِن تمھیں انتہائی توہین آمیز عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کرتے تھے اور اللہ کی کتاب سے اعراض کرتے تھے۔"[1]

ہم یہاں یہ بات اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ نبی اور رسول جب بھی کوئی کلام کرتے ہیں تو اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ سننے والے اس بات کو سمجھ جائیں، کیونکہ وہ بات کو نہ سمجھیں تو پھر کلام کا فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ ان کو احکام کو کھول کھول کر وضاحت سے بیان کرے۔"[2]

نیز ارشاد فرمایا:

"کیا ان کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ ہم نے ان پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک یہ رحمت اور نصیحت ہے ایمان والی قوم کے لیے۔"[3]

خدا کا کلام انسانیت کی فلاح و بہبود اور ہدایت کے لیے نازل ہوتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ ہدایت اس وقت آتی ہے جب اس کلام کا مطلب اور مفہوم سمجھ میں آ رہا ہو۔ مرزا شیرازی کے ہاں ساری باتیں ہی غلط ہیں۔ وہ کتابیں جنھیں وہ معجزہ شمار کرتے ہوئے اور ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے قرآن پاک کے مقابلے میں لاتا ہے، یعنی تفسیر سورۃ الکوثر اور البیان، یہ دونوں عربی زبان میں ہیں، جسے وہاں کے مقامی لوگ سمجھتے ہی نہیں تھے۔

---

[1] سورۃ الأنعام [آیت ۹۲۔ ۹۳]

[2] سورۃ إبراهيم [آیت: 4]

[3] سورۃ العنكبوت [آیت ۵۱]

دراصل اس نے عربی زبان اس لیے اختیار کی تا کہ جاہل ایرانیوں کو مرعوب کیا جا سکے، اپنے علم اور فضل کا ان پر دباؤ ڈالا جا سکے۔ کیونکہ انھیں پتا ہی نہیں لگتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ عربی زبان کو مقدس زبان سمجھ کر اس پر سر دھنتے رہتے تھے۔

اگر یہ سب باتیں وہ فارسی زبان میں کہتا، جسے وہ سمجھتے بھی، تو سب کو پتا چل جاتا کہ یہ تو انتہائی جاہل آدمی ہے اور اس کا کلام بھی انتہائی بے ہودہ اور لغویات پر مشتمل ہے۔ یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جہاں بھی مرزا شیرازی نے عام مجمع میں فارسی زبان میں گفتگو کی تو لوگوں نے اس کو گالیاں ہی دیں اور اس کی فارسی زبان پر اعتراضات شروع کر دیے۔

چنانچہ اسے ایسے موقعوں پر خاموش ہونا پڑتا۔ عربی زبان چونکہ کسی کو نہیں آتی تھی، اس لیے وہ جہاں چاہتا تھا گھوڑے دوڑاتا رہتا تھا۔ منہ سے جو آتا نکالتا رہتا تھا اور عام لوگ مقدس کلام سمجھ کر اس کا احترام کرتے۔ جب وہ عربی زبان بولتا تو کوشش کرتا کہ بھاری بھاری الفاظ بولے اور ایسے الفاظ بولتے ہوئے وہ منہ اور زبان کو موڑ کر پوری طاقت کے ساتھ بیان کرتا۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ کہتا ہے:

”لا إله إلا هو البهي البهي، لا إله إلا هو المبتهي، ولله بهي بهيان بهاء السموات والأرض“[1]

جب سادہ لوگ اس کے ان مہمل کلمات کو سمجھتے جو عربی زبان میں ادا کیے جاتے ہیں تو وہ بڑا احترام کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ شاید جس طرح یہ کلمات عظیم ہیں اس طرح کہنے والا بھی بڑا عظیم ہے، حالانکہ انھیں پتا نہیں تھا کہ یہ سب بے مطلب اور بے معنی کلمات ہیں، اس دھوکے باز، جھوٹے اور مکار آدمی نے انھیں خود بنایا ہے جو باطل کے پردوں میں اپنے جھوٹ کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔[2]

---

[1] البيان الفارسي، منقول از مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٧٥)

[2] دراصل یہ احساس کمتری کی وجہ سے تھا۔ برصغیر کے اندر بھی یہ رواج عام ہے بالخصوص ←

یہی وجہ ہے کہ بہائی جو باب کے بعد آئے وہ شرمندگی کے مارے بابی شیرازی کی کتابوں کو پیش نہیں کر سکتے تھے، جہاں ملتی تھی اس کی کتاب جلا ڈالتے تھے، اس بات کی گواہی مشہور مستشرق مورخ پروفیسر براؤن بھی دیتا ہے جو بہائیوں کا سب سے بڑا مداح تھا۔ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب "مقدمة نقطة حرف الكاف" اور دیگر کتب میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان سب باتوں کو بیان کیا ہے جن کو ہم پیچھے بھی بیان کر چکے ہیں۔ آج تک بہائیوں اور بابیوں نے مرزا شیرازی کی کسی ایک کتاب کو بھی طبع نہیں کیا۔ مرزا شیرازی کی جتنی کتابیں اس وقت موجود ہیں یا تو انھیں مسلمانوں نے چھاپا ہے یا مستشرقین یا کسی اور مذہب کے لوگوں نے ان کی باتوں پر رَد کرتے ہوئے چھاپا۔ مشہور مقولہ ہے کہ کسی بھی آدمی کی سچائی اور جھوٹ کو پرکھنے کا آسان طریقہ اس کی گفتگو ہوتی ہے۔

شیرازی کی غلطیوں کے بارے میں بابیوں کی وضاحت:

خود بابی اور بہائی بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ شیرازی کے کلام میں بہت ساری غلطیاں ہیں۔[1]

لیکن عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق وہ ایسے جواب دیتے ہیں کہ وہ بھی الٹے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں "اصل کتاب البیان فارسی زبان میں ہے۔"

← وہ علاقے جہاں طویل عرصے تک انگریزوں کی حکومت رہی۔ ابھی بھی لوگ ایسے ہیں کہ انھیں انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا مگر وہ منہ ٹیڑھا کر کر کے انگریزی بولتے ہیں، تاکہ دوسروں پر انگریزی دان ہونے کا رعب ڈالا جا سکے۔ ایسے لوگوں کو انگریزی زبان کے چند لفظ ہی آتے ہیں، وہ ان لفظوں کو بار بار دہراتے رہتے ہیں، تاکہ سننے والا یہ سمجھے کہ وہ انگریزی جانتا ہے۔ لیکن اگر حقیقتاً کوئی انگریزی جاننے والا سامنے آجائے اور اس سے انگریزی میں گفتگو کرنی شروع کر دے تو ان کی زبان گنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔

[1] مقالة سائح، مصنف: عباس آفندی (ص: ۱۱) نیز الکواکب (ص: ۲۲۵) نیز دیکھیں: نقطة الکاف (ص: ۱۳۵۔ ۱۳۶) مطالع الأنوار وغیرہ۔

میرا سوال یہ ہے:

- تو پھر اُس نے اس نقل کو کیوں تالیف کیا اور یہ فضول کام کیوں کیا؟
- اس کی فارسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کی زبان عربی میں لکھی ہوئی کتاب سے بھی بدتر ہے۔ لغت، ترکیب اور مفہوم کے اعتبار سے وہ کتاب عربی زبان میں لکھی ہوئی البیان سے بھی گھٹیا ہے۔
- "تفسیر سورۃ الکوثر" اور "تفسیر سورۃ یوسف" تو عربی زبان میں ہیں، ان کی بعض عبارتیں ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔ یہ فارسی میں نہیں ہیں اور نہ فارسی زبان سے منقول ہی ہیں، مگر اس میں جو زبان استعمال کی گئی ہے، اسے کسی طرح بھی قابلِ تعریف نہیں کہا جا سکتا۔
- اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا شیرازی نے عربی زبان میں جو کتاب ''البیان'' لکھی وہ غلطیوں سے بھرپور ہے، اس لیے آپ کہتے ہیں کہ اصل کتاب البیان وہ ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ تو جو شخص نبوت اور خدائی کے دعوے کے باوجود عربی زبان میں غلطیاں کر سکتا ہے اور اس زبان میں اپنا مفہوم بیان نہیں کر سکتا، اس پر کسی اور زبان کے بارے میں اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟
- مان لیا کہ اس کی اصل زبان فارسی تھی اور اس کی صحیح تصنیفات وہ ہیں جو فارسی زبان میں ہیں، آپ فارسی زبان میں لکھی ہوئی اس کی کتب کو کیوں نہیں چھاپتے؟ حالانکہ اس کی یہ کتابیں اب آہستہ آہستہ منظر عام سے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ خود حسین علی المازندرانی البہاء نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ مرزا شیرازی کی کتابوں کو معدوم ہونے کا خطرہ ہے۔ پھر تمھارا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اس نے سینکڑوں کتابیں لکھیں، وہ کہاں ہیں؟

بابی اور بہائی یہ کہتے ہیں کہ قرآن پر بھی تو اعتراض ہوا، مثلاً ایک عیسائی ہاشم الشامی

نے قرآن پاک پر اعتراض کیا کہ اس میں عربی قواعد کی مخالفت کی گئی ہے اور اس نے دلیل کے طور پر قرآن کے سات حروف کو پیش کیا۔[1]

میرا جواب یہ ہے:

❀ قرآن پاک عرب میں نازل ہوا، اہلِ عرب اس وقت اسلام کے سخت دشمن تھے، تمام تر کوششوں کے باوجود ان میں سے کوئی ایک شخص بھی قرآن پاک کے ایک حرف پر بھی اعتراض نہ کر سکا۔ جس نے بھی قرآن پاک کو سنا، وہ اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ صدیاں گزر چکی ہیں، سرزمین عرب میں مسقط، عمان، جزیرہ، شام، مصر، سوڈان، لیبیا، موریطانیہ اور بہت سے ممالک بھی شامل ہیں، ان ممالک میں یہودی، عیسائی اور دہریے بھی رہتے ہیں، یہ لوگ اسلام کے سخت مخالف اور دشمن ہیں، مگر ان میں آج تک کوئی ایک فرد بھی قرآن پاک کی کسی ایک آیت پر بھی اعتراض نہیں کر سکا۔ یہ ہاشم شامی کون ہے؟ 13 ویں صدی ہجری کے اختتام میں آ کر یہ اعتراض کرتا ہے تو اس کے اعتراض کی وقعت کیا ہوتی ہے؟ بلکہ اس نے جو اعتراضات کیے خود اس سے ہاشم شامی کی جہالت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسے عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا علم ہی نہیں۔

❀ ہاشم شامی تمام تر کوششوں اور اسلام دشمنیوں کے باوجود اپنے خیال کے مطابق صرف چھ یا سات ایسے مقام متعین کر سکا جس پر اس نے اعتراضات کیے، جبکہ مرزا شیرازی کی کتاب البیان کی ہر لائن میں اس سے زیادہ غلطیاں نکالی جا سکتی ہیں۔ البیان کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ اس کتاب کا لکھنے والا اپنی بات اور مفہوم کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ وہ انتہائی جاہل اور احمق آدمی ہے۔

---

[1] الفرائد، مصنف: أبو الفضل جلبائيجانی (ص: ۲۹۷) مطبوعه پاکستان.

❁ کسی اور کی غلطیوں کو جواز بنا کر اپنی غلطیوں کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مرزا شیرازی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ تمام انبیا، رسولوں بالخصوص خاتم النبیین محمد ﷺ سے بھی افضل ہے، پھر اس کے کلام میں غلطیوں کی یہ بہتات کیوں؟ کیا وہ یہ کہہ کر بری الذمہ ہوسکتا ہے کہ اوروں نے غلطیاں کیں، اس لیے میں نے بھی غلطیاں کر دیں؟

اس کا اُن لوگوں کے ساتھ کیا مقابلہ؟ اگر کسی اور کے کلام پر اعتراضات ہوئے تو اس کا جواب بھی آیا۔[1] مرزا شیرازی کی باتوں کا جواب کیوں نہیں آتا؟ اس کی عربی دانی پر جن لوگوں نے اعتراضات کیے، ان کے جواب کیوں نہیں آئے؟

بابی اور بہائیوں کا یہ بھی کہنا ہے:

''مرزا شیرازی امام غائب ہے، اس کے کلام کا مواخذہ اخفش اور سیبویہ کے اصولوں کے ذریعے کیسے کیا جا سکتا ہے؟''[2]

میں یہ کہتا ہوں کہ ان کا یہ جواب بھی ان کی جہالت اور ان کی حماقت پر دلالت کر رہا ہے۔ جس طرح ان کا امام اور پیر جاہل اور علم سے نابلد ہے، اسی طرح اس کے ماننے والے بھی سارے جاہل ہی ہیں۔ بابی اور بہائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شیرازی نے لغت کی تمام حدود پار کر دیں اور اس نے عربی زبان کے مستند قواعد کی خلاف ورزی کی ہے۔

بات یہ ہے کہ عربی ایک باقاعدہ زبان ہے، اس کے اصول و ضوابط ہیں، جو بھی اس زبان میں گفتگو کرنا چاہے گا، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قواعد و احکام کی

---

[1] خود ایران کے اندر بہت سارے لوگوں نے اس کا جواب لکھا ہے۔ حالانکہ جواب لکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مثلاً وہاں کے ایک مشہور عالم زین العابدین ہیں، انھوں نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''تزييل في رد هاشم الشامي'' ہے۔

[2] نقطة الكاف (ص: ٢٣٥)

پابندی کرے، تاکہ وہ جو بات کہے سننے والے اسے سمجھ بھی سکیں اور اس کی کہی ہوئی باتوں کا دوسروں کو فائدہ بھی ہو۔ یہ قانون صرف عربی زبان کا نہیں ہے، بلکہ دیگر زبانوں میں بھی ایسے ہی قوانین ہیں، کیونکہ جو زبان بھی اصول وضوابط اور قوانین کے بغیر بولی جائے گی، اس کا کوئی مطلب اور مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جب اس کا مطلب اور مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آئے گا تو اس کے بولنے کا فائدہ کیا؟ تو ایسے لوگوں کے سامنے جنھیں بات کی سمجھ ہی نہیں آرہی، عربی بولی جائے یا فارسی، انھیں اس سے کیا غرض، ان کے لیے تو دونوں ہی برابر ہیں۔[1]

یہ ایک عام سی بات ہے، جسے ہر شخص سمجھتا ہے، مگر ان لوگوں کا ذہن کام ہی نہیں کر رہا۔

پاکستان میں مجھے بہائیوں کے ایک بڑے مبلغ نے ایک اور جواب دیا، اس کا کہنا تھا کہ جو خدا شریعت کو تبدیل کر سکتا ہے اور پہلی شریعت کو نسخ کر سکتا ہے، وہ لغت کو کیوں تبدیل نہیں کر سکتا؟ وہ جیسے چاہے نئی لغت بنا دے، اس کی قدرت محدود تو نہیں، جو چاہے کرے۔

اس کی یہ سن کر بڑی مشکل سے میں نے اپنی ہنسی روکی اور اس سے کہا کہ ہم تو خدا کو جانتے ہیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی صفات بڑی ہی خوبصورت ہیں اور اس کی صفات تمام اشیا پر محیط ہیں، خدا بدصورتی، عیب دار کلام بے مطلب و بے مفہوم، گھٹیا سوچ اور گفتگو سے پاک ہے، تم اللہ کی طرف یہ سب چیزیں کیوں منسوب کرتے ہو؟

دوسری بات، یہ بتاؤ خدا نے صرف تمھارے نبی کے لیے ہی زبان تبدیل کی، اور وہ بھی ایک مخصوص وقت کے لیے؟ جب مرزا شیرازی کی شریعت نے تمھارے بقول پہلی شریعتوں کو منسوخ کر دیا تو اب پہلی زبانیں بھی ختم ہو جانی چاہییں تھی اور

---

[1] بھائیکری (ص: ۲٦۲)

نئی عربی ہی چلتی جسے خدا نے تمھارے لیے ایجاد کیا ہے۔ تھوڑے سے وقت کے لیے یہ زبان کیوں رہی؟ مرزا شیرازی کے بعد جب مرزا حسین علی البہاء کا دور آیا، اس کے بعد عبدالبہاء عباس آفندی کا دور آیا، ان کی زبان اپنے باپ اور شیرازی سے نسبتاً اچھی تھی۔ ان کے دور میں عربی زبان تبدیل کیوں نہیں ہوئی؟

تیسری بات، مان لیا کہ خدا نے تمھارے لیے زبان بدل دی تھی، اب اس بدلی ہوئی زبان میں شیرازی کی لکھی ہوئی کتابوں کو چھاپنے میں تمھیں شرمندگی کیوں ہو رہی ہے؟ اس کی کتابیں چھاپو، تاکہ لوگوں کو بھی پتا چلے کہ خدا نے یہ زبان کیسے بدلی تھی اور خدا نے اس کے نئے قواعد کیا بنائے؟

چوتھی بات، اگر مرزا شیرازی کی یہ بات مان لی جائے کہ خدا نے زبان بدل دی تھی، تو ہر آنے والا شخص جو چاہے بکتا رہے اور کہے کہ خدا نے میرے لیے زبان تبدیل کر دی تھی، جو کوئی اس پر اعتراض کرے تو وہ کہے گا کہ تم اللہ کے کلام پر اعتراض کر رہے ہو؟ خدا جب چاہے زبان بدل دے اور جب چاہے شریعت بدل دے۔

دوسری طرف یہ بھی دیکھیں کہ شیرازی کا دعویٰ اور چیلنج تو یہ ہے کہ اس کا کلام قرآن پاک سے زیادہ فصیح و بلیغ اور افضل ہے، یہ کس اعتبار سے افضل اور بہتر ہے؟ کس چیز میں افضل اور بہتر ہے؟ زبان میں؟ وہ تو نہیں۔ پیغام میں؟ ایسا بھی نہیں۔ تو پھر کس چیز میں؟

فرقہ بہائیہ کے سب سے بڑے مبلغ الجلبایجانی نے مرزا یحییٰ صبح الازل پر اعتراضات کیے، صبح الازل نے ایک کتاب "المستیقظ" کے نام سے لکھی، جلبایجانی نے صبح الازل پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ صبح الازل کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی علامت اس کی کتاب ہے، جو انتہائی گھٹیا عربی میں لکھی گئی ہے اور لکھنے والا اپنی بات کو بیان کرنے پر قادر بھی نہیں۔

جلبائیجانی صبح الازل کے بارے میں کہتا ہے:

''اس کی کتاب عربی زبان کی گھٹیا عبارات پر مشتمل ہے جن کو قرآنی الفاظ اور سورتوں کے اسلوب میں جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی طرح وہ معنی اور مفہوم سے بھی خالی ہے، لفظی اور معنوی غلطیوں سے بھری ہوئی ہے، عربی قواعد کے مخالف ہے، عربی سمجھنے والا عام سا آدمی بھی اس کی غلطیاں نکال لیتا ہے۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کی لکھی ہوئی چیز ہے، آسمانی کتاب نہیں۔ کیونکہ کتاب سے لکھنے والے کی علمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لیے ہم نے ارادہ کیا کہ ہم اس کتاب کو چھاپ دیں، تاکہ صبح الازل کی جہالتوں کا اندازہ ہو سکے۔''[1]

اگر صبح الازل کے کلام پر یہ سارے اعتراض ہو سکتے ہیں تو مرزا شیرازی کی کتاب پر کیوں نہیں؟

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ یہ بات کیسے ثابت ہوتی ہے کہ یہ کتاب اللہ نے نازل کی ہے اور علی محمد شیرازی تمھارا الہ یا رب ہے؟ اس طرح کا جاہل اور نامعقول شخص جاہلوں کا خدا ہی ہو سکتا ہے۔ میری یہ بات سن کر وہ مبلغ خاموش ہو گیا، اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اگر اس کے پاس کوئی جواب ہوتا تو یقیناً وہ مجھے چپ کرانے کے لیے ضرور بتاتا، مگر خدا نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا۔

تاریخ سے لاعلمی:

آخر میں ہم مرزا شیرازی کی کتاب البیان اور دلائل السبعہ نامی کتاب سے کچھ عبارتیں نقل کرنا چاہیں گے، جس سے اس کی جہالت اور حماقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

---

① مجموعہ رسائل، مصنف: جلبائیجانی (ص: ۱۴۵۔۱۴۶) مطبوعہ قاہرہ۔

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی، مکہ مکرمہ میں نبوت کے بعد آپ کا قیام تیرہ برس رہا، مدینہ منورہ میں آپ دس سال مقیم رہے اور پھر آپ کا انتقال ہوگیا۔ مسلمان مورخ تاریخ کا آغاز حضور ﷺ کی ہجرت سے کرتے ہیں۔ بابی اور بہائی اسلامی تاریخ کا شمار حضور ﷺ کی بعثت والے دِن سے کرتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان تیرہ برس کا فرق ہے، یہ آسان سا فرق ہے جو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، اس کے لیے کسی افلاطونی دماغ کی ضرورت نہیں۔ مگر شیرازی اتنا جاہل اور کم عقل شخص ہے کہ اسے یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ مثلاً وہ اپنی کتاب "المعجز للعقلاء والبلغاء" میں لکھتا ہے:

"اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں عوام کے لیے ایک حجت اور کتاب بھیجتا ہے، حضور ﷺ کی بعثت سے 1270 برس بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب البیان نازل کی اور سات حروف والی حجت کو مبعوث کیا۔"[1]

جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ شیرازی نے سب سے پہلے جو دعویٰ کیا، وہ 1260ھ بمطابق 1844ء کو کیا تھا۔ 1259ھ کو کاظم الرشتی کا انتقال ہوا تھا، اس کے چند برس بعد شیرازی نے دعویٰ کر دیا، بابی فرقے کی تمام اہم کتب میں یہی تاریخ منقول ہے۔ اس حساب سے جس برس اس نے کتاب نازل ہونے کا دعویٰ کیا، وہ 1270 نہیں، بلکہ 1273ھ بنتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مورخین برسوں کا حساب رکھتے ہیں مہینوں یا دِنوں کو چھوڑ دیتے ہیں، مگر مرزا شیرازی تو کئی برس ہی کھا گیا۔

دوسری بات: تاریخ کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ داود علیہ السلام جن پر خدا نے زبور نازل کی، ان کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھا۔ داود علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوے کی تجدید کرنے آئے تھے، کیوں کہ یہودیوں نے

[1] البيان العربي (حصه نمبر ١)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بہت زیادہ تحریف کر دی تھی۔ مرزا شیرازی ان بنیادی باتوں سے بھی جاہل ہے، وہ لکھتا ہے:

”داود علیہ السلام کی اُمت کو دیکھو، پانچ سو برس تک وہ زبور کی حفاظت کرتے رہے، جب انھوں نے کمال حاصل کیا تو اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کا وقت سامنے آ گیا، بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور ہی کی تائید کر رہی تھی اور بعض لوگوں نے انکار کیا۔“[1]

عباس آفندی بن حسین علی سے جب مرزا شیرازی کی اس جہالت بارے پوچھا گیا تو اس نے بہانہ بناتے ہوئے کہا:

”دراصل داود علیہ السلام دو تھے، ایک وہ جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے اور دوسرے اُن کے بعد۔“[2]

ہر شخص جانتا ہے کہ داود علیہ السلام جن پر زبور نازل کی گئی، وہ ایک ہی ہیں اور وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائے تھے، ان کے علاوہ کسی اور داود علیہ السلام کے بارے میں تاریخ میں کوئی ذکر نہیں۔

اس طرح کی بہت ساری باتیں جو جہالت اور حماقت پر مبنی ہیں، ہمیں بابیوں کی کتابوں اور ان کی عبارات میں ملتی ہیں۔

شیرازی کی ناکامی کی وجوہات:

آخر میں اس بحث کو سمیٹتے ہوئے میں بعض ایرانی مورخین کی یہ عبارات نقل کرنا چاہوں گا، جن میں انھوں نے مرزا شیرازی کے دور کے واقعات لکھے اور مرزا

---

[1] دلائل السبع، مصنف: الشیرازي، منقول از بی بهائی باب و بهاء (ص: ۱۵۳)

[2] الأیقاظ (ص: ۸۵)

شیرازی کی حماقتوں اور جہالت کو بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''مرزا علی محمد شیرازی پر اگر جہالت اور حماقت کا غلبہ نہ ہوتا، اگر وہ اتنا بزدل اور ڈرپوک نہ ہوتا تو اس زمانے میں اس کا کاروبار بڑا پھیل سکتا تھا۔ ایران کے حالات اس وقت ایسے تھے کہ لوگ خود بخود اس کی بات ماننے کے لیے اس پر ٹوٹ پڑتے۔ ایرانی تو ایک ایسے شخص کا انتظار کر رہے تھے جو آ کر انھیں برے حالات اور بالخصوص قاجاری حکمرانوں کے ظلم و استبداد سے انھیں نجات دلا سکے۔

''حکومت کا ظلم انتہائی بڑھ چکا تھا، ایرانیوں کو سرعام بلاوجہ ذلیل کیا جاتا تھا، بیرونی مداخلت اور سیاسی انتشار بہت زیادہ تھا، ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر تھی، عوام کو علاج معالجہ کی سہولیات میسر نہ تھیں، اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ لوگ حالات درست ہونے بارے بھی مایوس ہو چکے تھے۔ جاہل صوفی اور علما لوگوں کی گردنوں پر سوار تھے، وہ ہر وقت ان کے ذہن اور سماعتوں میں ایک ہی بات انڈیلتے رہتے کہ ان مصیبتوں سے صرف امام مہدی آ کر انھیں نجات دلائیں گے۔ جو ظلم و تکلیف سے بھری اس دنیا کو عدل و انصاف سے بدل دیں گے۔

''مرزا شیرازی سے قبل شیخ احمد الاحسائی اور سید کاظم رشتی نے لوگوں کو امام غائب کے استقبال کے لیے تیار کیا ہوا تھا۔ انھیں کہا گیا تھا کہ ایک ہزار برس کے غیاب کے بعد اب امام منتظر آنے ہی کو ہیں۔ لوگ امام منتظر کی راہ شدت سے دیکھ رہے تھے۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ اب وہ آنے ہی والے ہیں۔ دِن رات انتظار کیا جا رہا تھا۔

''دِن کو ان کا خیال ہوتا کہ رات کو امام ظاہر ہوگا اور رات کو خیال ہوتا کہ

دِن کو امام ظاہر ہوگا۔ اسی دوران میں ایک جماعت معرض وجود میں آئی جو شیعہ شیخیہ کے نام سے مشہور تھی، دراصل یہ جماعت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو انتظار کر رہے تھے کہ کوئی شخص امام مہدی ہونے کا انتظار کرے تو وہ اس کے پاس جا کر سب سے پہلے جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس سے کوئی دلیل یا برہان طلب کیے بغیر اس کا اتباع کریں۔"[1]

اس طرح کے حالات میں شیرازی نے اعلان کیا کہ وہ مہدی اور امام منتظر ہے۔ وہ رشتی اور شیخیہ فرقے میں سے تھا اور لوگوں کو یہی بتاتا تھا کہ وہ اہلِ بیت میں سے ہے۔ جونہی لوگوں کو اس بات کا پتا لگا، انھوں نے اس کی طرف دوڑ لگائی اور ہر کوئی جلد از جلد اس کی بات سننے کے لیے بیتاب رہنے لگا۔

بابی اور بہائی مورخین اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگوں نے جب سنا کہ ایک شخص مہدی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے تو اس کی پہچان کیے بغیر ہی اس کی طرف اُمڈ پڑے۔ یہاں تک کہ جو لوگ بعد میں بابیت کے مبلغ بنے، انھیں بھی مرزا شیرازی کے بارے میں نہیں پتا تھا کہ وہ کون ہے، کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"[2]

ایک دوسرا مورخ کہتا ہے:

"انتہائی کم لوگوں کو ہی مرزا شیرازی کے ساتھ ذاتی جان پہچان تھی۔"[3]

اگر مرزا شیرازی کے پاس تھوڑی سی عقل بھی ہوتی، وہ مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرتا، دِل مضبوط رکھتا، ہمت دکھاتا، اپنے گرد بڑی بڑی پگڑیوں والوں کی، جو

---

① یہ بات پہلے بھی ذکر ہو چکی ہے۔

② الکواکب (ص: ٤١) مطبوعہ فارسی.

③ تاریخ أمر البهائی (ص: ٢٨) مطبوعہ فارسی۔ نیز دیکھیں: "تعلیمات بهاء الله (ص: ١٢۔ ١٣)

دماغ سے خالی تھے، تھوڑی سی تربیت کرتا، اگر اس کے پاس تھوڑی سی ہمت اور اعتماد ہوتا، اسے اپنے اوپر یقین ہوتا تو اسے حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوسکتی تھی۔

اس وقت کے حالات اس کے لیے انتہائی سازگار تھے، مگر اپنی کم ہمتی، بزدلی، حماقت اور جہالت کی وجہ سے اس نے یہ زبردست موقع گنوا دیا۔ وہ مذہبی معاملات میں پڑنے کے بجائے اگر امراو حکام کی زیادتیوں کے خلاف آوازِ احتجاج بلند کرتا تو لوگ اس کو زیادہ توجہ سے سنتے۔ جب لوگوں نے اس سے کہا کہ سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ یوسف کی تفسیر سنائے، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ امام مہدی کی نشانیوں میں سے تھی، تو اسے فوراً یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ میں تمھاری خواہشات کے مطابق تمھارے خیالوں کو پورا کرنے کے لیے نہیں آیا، میں غریبوں، فقیروں اور بے کس لوگوں کی مدد کے لیے آیا ہوں، جنھیں تم نے ظلم اور جبر کی چکی میں پیس رکھا ہے۔ میں ان لوگوں کو آزادی دلانے کے لیے آیا ہوں جو آزاد پیدا ہوئے تھے، مگر تم نے انھیں اپنا غلام بنا لیا ہے۔

میں ان غریبوں کو نجات دلانے کے لیے آیا ہوں جن پر تم لوگ دِین کے ٹھیکیدار بن کر حکومت کر رہے ہو، تم نے انھیں یقین دلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صدقات کو تمھارے واسطے کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔ پورے ملک میں فقر غالب ہے، قحط آیا ہوا ہے، وبائیں پھیلی ہیں، روحانی اور جسمانی امراض غالب ہیں، اس ملک پر اجنبیوں اور استعمار کے حملے جاری ہیں، مقدس مقامات کو بے حرمتی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، میں ان سب گندگیوں، ناپاکیوں اور خرابیوں کو دُور کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں ملک میں جتنی بھی فحاشی اور منکرات ہو رہے ہیں، ان سب کو ختم کرنے آیا ہوں۔ میں لوگوں کو برے راستے سے ہٹا کر حق اور سچ راستے کی طرف لگانا چاہتا ہوں، میرا مقصد تو یہ ہے اور تم مجھ سے ان سورتوں کی تفسیر پوچھ رہے ہو، تم مجھے مجبور

کر رہے ہو کہ میں تمھاری خواہشات کے مطابق چلوں۔

اگر وہ یہ بات کرتا تو پورا ایران اس کے ساتھ ہوتا، پھر اس سے وہ غلطیاں بھی سرزد نہ ہوتیں، جس کا اظہار اس نے جابجا اپنی کتابوں میں کیا، پھر وہ مسخرہ پن اور لوگوں کے درمیان ہنسی کھیل کی چیز نہ بنتا، اس کی دعوت سب لوگ قبول کرتے، حکومت اسے ہاتھ نہ لگا سکتی، پھر اصفہان اور تبریز میں اسے مار نہ پڑتی، اسے بار بار اپنے دعوؤں سے توبہ نہ کرنا پڑتی۔ مگر اس نے ایک ایسے کام میں دخل اندازی کی جو اس کے بس کی بات نہیں تھی، اس نے مذہبی معاملات میں ٹانگ اڑائی، اور یوں وہ ایک دلدل میں پھنستا گیا، شاید خدا کو اس کی حقیقت بیان کرنا مقصود تھا اور خدا لوگوں کو اس فتنے سے آگاہ کرنا چاہ رہا تھا، اس لیے وہ گمراہی میں بھٹکتا رہا اور لوگ اس کی بے بسی اور حماقت کا تماشا دیکھ کر ہنستے رہے۔

آخری حادثہ اور بابیوں کا مکمل خاتمہ:

شیرازی کے حالاتِ زندگی اس واقعہ کو بیان کیے بغیر مکمل نہیں ہوتے جو شیرازی کے قتل کے بعد رونما ہوا۔ جب ایرانی حکومت نے ناصرالدین شاہ القاجاری کی سرپرستی میں مرزا شیرازی کو قتل کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی کہا گیا کہ اس کی لاش تبریز نامی شہر سے باہر کھائی میں پھینک دی جائے، تاکہ اسے کتے اور درندے کھائیں۔ حکومت کی اس حرکت پر بابیوں کو بڑا غصہ آیا، انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ناصرالدین شاہ سے بدلہ لے کر رہیں گے۔

مرزا کاشانی اپنی کتاب ''نقطۃ الکاف'' (ص: ۲۵۱) میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ''سلمان خان بن یحییٰ خان التبریزی جو بادشاہ کے قریبی لوگوں میں سے تھا، اس کی قیادت میں بابیوں کا ایک لشکر تیار ہوا، انھوں نے فیصلہ کیا

کہ شاہ کو قتل کرنا واجب ہے اور مرزا شیرازی کا بدلہ لینا بھی ضروری ہے۔ باہمی مشاورت سے انھوں نے وقت اور مقام کا تعین بھی کر لیا، جہاں شاہ کو قتل کیا جانا تھا۔"[1]

"اس قرار داد کا محرک ملا علی الملقب بالعظیم تھا۔"[2]

"اس قرارداد پر عملدرآمد کی ذمے داری ملا محمد صادق التبریزی اور اس کے ساتھیوں فتح اللہ القمی، محمد التبریزی، محمد باقر نجف آبادی اور دیگر کی تھی۔"[3]

"چنانچہ انھوں نے بادشاہ کی آمدورفت کے معمولات کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور موقع ڈھونڈنے لگے، تاکہ راستے ہی میں بادشاہ پر حملہ کیا جا سکے۔"[4]

28 شوال 1268ھ بمطابق اگست 1852ء شیرازی کی ہلاکت کے دو برس اور دو ماہ بعد "ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے ایران میں بابیوں کے تابوت پر آخری کیل ٹھونک دی۔ ایک نوجوان بابی، جس کا دعویٰ تھا کہ جب سے اس کے محبوب مرشد و راہنما سید مرزا علی شیرازی کو اس کے سامنے قتل کیا گیا، اس وقت سے اس کی ذہنی حالت خراب ہوگئی، اس نے شاہ پر اپنی بندوق سے گولی چلا دی۔ شاہ اپنے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ اچانک یہ نوجوان سامنے سے آ گیا، اس نے پہلے شاہ کو گھوڑے سے نیچے کھینچا اور پھر گولی چلا دی۔ پہلا وار کامیاب نہ ہوا، اس سے قبل کہ وہ دوسری کوشش کرتا،

---

(1) مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٧٠)

(2) ناسخ التواريخ.

(3) دائرة المعارف الأردية (٣/ ٨٣٦)

(4) الكواكب (ص: ٣١١)

شاہ کے محافظوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا اور موقع پر ہی اس کو ختم کر دیا۔"[1]

مشہور تھا کہ شاہ عید کے لیے اپنے محل سے نکلتا ہے، یہ لوگ راستے میں کھڑے ہوگئے اور اونچی آواز میں شاہ کو دہائی دینے لگے: "ظلم ہوگیا، ظلم ہوگیا۔ مدد، مدد۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں درخواست بھی پکڑی ہوئی تھی، جب شاہ درخواست لینے کے لیے تھوڑا سا نیچے جھکا تو اس نے بادشاہ پر گولی چلا دی۔"[2]

مرزا آوارہ کے مطابق: "حملہ آور چھے تھے۔"[3]

کانٹ جوبینیو کے مطابق: "وہ تین تھے۔"[4]

مسلمان مورخین کے مطابق ان کی تعداد بارہ تھی۔[5]

"ان کے ساتھ ہی تبریزی بھی تھا، اسے موقع پر ہی قتل کر دیا گیا۔ دوسرا حملہ آور بھی زخمی ہوگیا اور کچھ دیر میں وہ بھی مر گیا، باقی لوگ گرفتار ہوگئے، شاہ کو اگرچہ گہرے زخم نہیں آئے، تاہم ان زخموں کی وجہ سے اکیس دِن تک وہ بستر پر پڑا رہا۔"[6]

مرزا آوارہ کے قول کے مطابق دورانِ علالت ہی اسے ان تمام لوگوں کی فہرست فراہم کر دی گئی، جو اس سازش میں ملوث تھے، یہ کل بتیس افراد تھے۔[7]

---

(1) بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٣٢) نیز دیکھیں: تاريخ الشعوب الإسلامية (٣/ ٢٦٧) دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ١٥٣) مطبوعہ تہران، عربی۔

(2) الكواكب (ص: ٣١٤)

(3) مذکورہ بالا حوالہ۔

(4) الديانات والفلاسفه في آسيا الوسطىٰ.

(5) ناسخ التواريخ.

(6) الكواكب (ص: ٢١٦) مطبوعه فارسی.

(7) مذكوره بالا حواله (ص: ٣١٧)

بعض کے مطابق یہ چالیس افراد تھے۔[1]

جن میں مرزا حسین علی بہائی بھی تھا، جو اس واقعہ کے بعد تہران میں موجود روسی سفارتخانے میں جا کر چھپ گیا۔[2]

اتنے بڑے واقعہ کے بعد پورے ایران میں ہلچل مچ گئی۔ ایرانیوں کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ پورے ایران سے بابیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ صرف ان لوگوں کی گرفتاری پر ایرانی مطمئن نہیں ہو رہے تھے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ بابیوں کی جرأت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ بادشاہ بھی ان سے محفوظ نہیں، تو انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا اور حکومت کو مجبور کیا کہ اس فتنے کے ساتھ سختی سے نبٹا جائے، کیونکہ مرزا شیرازی کے پہلے اعلان سے آٹھ برس تک کے درمیانی عرصے میں بہت سارے معصوم اور نہتے مسلمان بلاوجہ قتل کر دیے گئے تھے۔

ان کا قصور صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ شیرازی کی لغویات اور بیہودگیوں کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔ طبرسی، نیریز اور زنجان کا واقعہ بھی عوام کے ذہن میں تازہ تھا، وہاں بابیوں نے جس وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا، اور جس طرح وہاں عوام کا مال لوٹا گیا اور ان کے گھر جلائے گئے، عوام ابھی تک اسے بھلا نہیں پائے تھے۔[3]

نیز کہتا ہے:

"عام مسلمانوں کو قتل کیا گیا، زنجان میں ان کے جسموں کو استری سے داغا گیا، ان کی جلد قینچی سے کاٹی گئی اور بھڑکتی آگ میں زندہ لوگوں کو پھینکا گیا۔"[4]

---

[1] دائرۃ المعارف الأردیہ (۳/ ۸۳۱)

[2] الکواکب (ص: ۳۱۷)

[3] الدراسات في الدیانۃ البابیۃ، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: ۲۴۱) مطبوعہ انگریزی۔ نیز دیکھیں: نقطۃ الکاف (ص: ۱۶۱)

[4] ناسخ التواریخ.

یہ سب باتیں عوام کے ذہن میں زندہ تھیں۔ بابیوں کا ظلم و ستم ان کے سامنے تھا، پھر ان کے سامنے یہ بات بھی تھی کہ جب بھی بابیوں پر کوئی مشکل آتی ہے تو وہ غیر ملکی قوتوں کو اپنے تحفظ کے لیے پکارتے ہیں اور ملکی افواج کو آپس میں لڑانے کے لیے سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کی مدد کے لیے ہمیشہ روس اور انگریز حکومتیں تیار رہتی ہیں۔ چنانچہ لوگوں کا غصہ بہت زیادہ تھا۔ انھوں نے ایک میٹنگ کی، جس میں ملک کے ہر کونے سے لوگ شریک ہوئے، اس میٹنگ میں یہ قرارداد طے پائی کہ بابیوں کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے، ان کے نام بھی جمع کر کے حکومت کو ارسال کر دیے گئے۔

حکومت نے اس عوامی قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے حکم صادر کیا کہ تمام بابیوں کو گرفتار کیا جائے اور انھیں قید خانوں میں ڈال دیا جائے، اس لیے:

> ''حکومت کے مطابق بد امنی کے تمام واقعات کے پیچھے بابیوں کا ہاتھ تھا۔ چنانچہ دارالحکومت تہران میں آٹھ کے قریب بابیوں کو سخت سزائیں دے کر مارا گیا اور مرزا بہاء اللہ سمیت بہت ساروں کو قید خانوں میں ڈال دیا گیا۔''[1]

> ''جب حکومتی لسٹ میں موجود تمام افراد گرفتار کر لیے گئے تو حکومت نے گرفتار شدہ افراد کو کئی گروپوں میں تقسیم کیا، یہ گروپ امراء، وزراء، علماء، تاجر اور فوجوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ سب نے اپنے اپنے گروپ کو شہر بھر میں گھمایا پھرایا اور لوگوں میں ان کی تشہیر کی، تاکہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے بارے میں علم ہو سکے۔ پھر انھیں سخت سزائیں دی گئیں۔ ایران کے تمام شہروں میں یہ کام کیا گیا۔''[2]

---

(1) بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٣٣)

(2) مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٧١)

''باب کے زیادہ تر پیروکار تہران میں قتل کر دیے گئے، جن میں قرۃ العین طاہرہ بھی تھی۔''[1]

ان کے علاوہ سلیمان خان، مرزاجانی کاشانی جو ''نقطۃ الکاف'' نامی کتاب کا مصنف تھا اور اس کے علاوہ چارسو سرکردہ افراد کو قتل کر دیا گیا۔[2]

صرف وہی بچ سکا جو وہاں سے بھاگ گیا۔ مثلاً مرزا حسین علی البہاء روسی اور انگلستانی حکومت کی وساطت سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس طرح شیرازی فتنے کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا، ان کی طاقت منتشر ہو گئی، ان کی جمعیت ختم ہو گئی، اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے کا انجام سب لوگوں کے سامنے آ گیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

---

1. دائرۃ المعارف، مصنف: البستانی (٤/ ٢٧)
2. مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٧٣)

باب 2

شیرازی کے دعوے

فرقہ بابیہ بالخصوص اس کے بانی علی محمد شیرازی کی شخصیت کے بعد اب ہم ان دعوؤں کو بیان کرنا چاہیں گے، تاکہ قارئین اس موضوع پر جامع معلومات حاصل کر سکیں۔ فرقہ بابیہ نئے عقیدوں اور خیالات کا جامع یا منبع نہیں تھا، بلکہ ایران و عراق میں پائے جانے والے پرانے خیالات کا مجموعہ تھا۔ ایران اور عراق میں بہت سارے خیالات و افکار عرصہ دراز سے چلے آ رہے تھے، کچھ محرومیاں تھیں جو اہلِ عراق و ایران کے دِلوں میں پنپ رہی تھیں، ان سب کا فائدہ اٹھا کر علی محمد شیرازی نے ایک نئے دِین کی بنیاد رکھی۔

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ عبداللہ بن سبا جو اصلاً یہودی تھا، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے اسلام کا بھیس اوڑھ کر مسلمانوں میں داخل ہوا، اس کا نصب العین اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ پیدا کرنا تھا، تاکہ مسلمانوں کی طاقت اور وحدت ختم ہو جائے۔ اسے ایران اور روم کی حکومتوں کا تعاون حاصل تھا، بلکہ اس زمانے میں مصر کے حکمران بھی کسی نہ کسی طرح اسے تعاون فراہم کر رہے تھے۔ اس نے مسلمانوں کی طاقت توڑنے کے لیے نئے نئے خیالات رائج کیے، ان میں سے ایک خیال امامت اور خلافت کا تھا۔

ابن سبا نے یہ شوشا چھوڑا کہ امامت و خلافت مسلمانوں کے انتخاب کرنے سے معرضِ وجود میں نہیں آتی۔ مسلمان مشاورت اور اجماعِ امت کے ساتھ امام یا خلیفہ کو منتخب نہیں کرتے، نہ اس میں کسی شخص کی ذاتی قابلیت اور علمی اہلیت ہی کو دیکھا

جاتا ہے، بلکہ امام کے لیے ضروری ہے کہ نبی اس کے حق میں وصیت کرے اور پھر جو امام منتخب ہو، وہ آنے والے امام کے بارے میں وصیت کرے۔

اسی طرح امام کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آلِ رسول میں سے ہو، جیسا کہ شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں شیعوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا خیال ہے:

"حضرت علی کی خلافت حضور ﷺ کی نص اور وصیت کے مطابق ہے، چاہے یہ وصیت خفیہ طور پر کی گئی یا سرعام۔"

ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ امامت حضور ﷺ کی اولاد سے نکل نہیں سکتی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"امامت ایسا معاملہ نہیں جو عام لوگوں کے اختیار اور فیصلے سے منعقد ہو۔ امام لوگوں کے مقرر کرنے سے مقرر نہیں ہوتا، بلکہ یہ اصولی اور دِین کا بنیادی معاملہ ہے۔ نبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس طرح کے بنیادی معاملے سے غفلت برتے اور نبی اس طرح کے اہم معاملے کو عام لوگوں پر ترک نہیں کرسکتا۔"[1]

معروف بات یہ ہے کہ امامت اور خلافت کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ امام اور خلیفہ نے لوگوں کے امور کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے، مثلاً وہ حدود قائم کرتے ہیں، فیصلے کرتے ہیں، لشکر تیار کرتے ہیں اور جہاد وغیرہ کے لیے لشکر بھیجتے ہیں۔ یہ سب امور خلیفہ اور امام کی حدود میں شامل ہیں۔ مگر شیعوں کے ہاں اس طرح کا معاملہ نہیں تھا، ان کے نزدیک امام اور خلیفہ کے لیے وہ شرائط ہیں جو اوپر ذِکر کی گئی

[1] الملل والنحل، مصنف: عبد الکریم الشهرستانی (۱/ ۱۹۵) نیز دیکھیں: منهاج الکرامة في إثبات الإمامة، مصنف: ابن المطهر الحلی الشیعي (ص:٤۔ ٥) تحقیق ڈاکٹر محمد رشاد۔ مقدمه ابن خلدون (ص: ۱۹٦) مطبوعه قاهره۔

ہیں، چنانچہ ان شرائط کی بنیاد پر انھوں نے بہت سارے خلفا کی خلافت کا انکار کر دیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیعوں میں بھی اختلاف بڑھتا گیا اور ایک فرقہ ایسا پیدا ہوا جس نے کہا کہ سیدنا علی نبی تھے۔ ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کا یہ کہنا ہے کہ سیدنا علی کے علاوہ ان کی اولاد میں گیارہ اور افراد بھی نبوت کے مقام پر فائز ہیں، جن میں سے ایک سیدنا حسن عسکری کے صاحبزادے ہیں، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور شیعہ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

فرقہ قرمطیہ کے مطابق صرف محمد بن اسماعیل بن جعفر نبی تھے۔ فرقہ کیسانیہ کے مطابق سیدنا علی اور ان کے تین صاحبزادے یعنی حسن، حسین اور محمد بن حنفیہ نبی تھے۔

ایک گروہ کا خیال تھا کہ مغیرہ بن سعید نبی تھا۔ بعض لوگ بیان بن سمعان التمیمی کو نبی سمجھتے تھے۔

خالد بن عبداللہ القسری نے اس طرح کے بہت سارے لوگوں کے خلاف کارروائی کی تھی، چنانچہ اس نے بیان بن سمعان التمیمی اور مغیرہ بن سعید کو گرفتار کیا، دونوں کو ایک ہی دِن میں سولی پر لٹکایا اور دونوں کی لاشیں جلا دیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب خالد بن عبداللہ القسری نے سزا دینے کے لیے دونوں کو طلب کیا، دہکتی ہوئی لکڑیوں کا ایک گٹھا دونوں کے سامنے پڑا تھا، بیان بن سمعان التمیمی نے کسی ڈر اور خوف کے بغیر وہ گٹھا اٹھا لیا اور موت کو گلے لگا لیا۔ مغیرہ بن سعید ڈر گیا، چنانچہ اسے زبردستی سولی پر لٹکا کر اس کی لاش جلا دی گئی۔

اسی طرح ایک فرقہ ایسا تھا جو منصور العجلی کو نبی مانتا تھا۔ منصور العجلی کا لقب کسف تھا۔ قرآن پاک کی آیت: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا﴾ کے بارے میں منصور العجلی کے پیروکاروں کا کہنا تھا کہ اس سے مراد الکسف یعنی منصور العجلی ہے۔ یوسف بن عمر نے اسے گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

اسی طرح بعض لوگ زبیغ الحائک کو نبی مانتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ معمر جو کوفہ میں گندم کا بہت بڑا بیوپاری تھا، وہ نبی ہے۔ بعض لوگ کوفہ کے عمیر التبان کو نبی مانتے تھے۔

شیعوں کے ان فرقوں میں سے ایک فرقہ عمار کو، جو خداش کے لقب سے مشہور تھا اور اس کا تعلق بنو عباس سے تھا، نبی مانتے تھے۔[1]

بعض لوگوں کا خیال تھا:

''محمد (ﷺ) کی بعثت کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو سیدنا علی کی نبوت کے بارے میں بتاتے۔ مگر محمد (ﷺ) نے اس کے بجائے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔''

بعض کا خیال تھا:

''سیدنا علی نے حضرت محمد (ﷺ) کو اس دنیا میں بھیجا تھا، لہٰذا سیدنا علی حضور (ﷺ) سے افضل ہیں۔''[2]

بعض لوگوں کا خیال تھا:

''اللہ کی روح تمام انبیا میں حلول کر جاتی ہے۔ ہر نبی کے انتقال کے بعد وہ روح دوسرے نبی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ محمد ﷺ کی روح خاص طور پر سیدنا علی میں منتقل ہوئی اور پھر یہ روح ابھی تک ان کی اولاد میں باقی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ علی خدائی روح کی مجسم شکل ہیں اور وہ نبوت کے وارث ہیں۔''[3]

---

① الفصل في الملل والنحل، مصنف: ابن حزم الظاهري (ص: ١٨٤ـ ١٨٦) مطبوعه: مكتبة المثنىٰ بغداد.

② الملل والنحل، مصنف: عبدالكريم الشهرستانى (٢/ ١٢) نیز دیکھیں: الفصل (٤/ ١٨٦)

③ تاريخ الدولة العربية، مصنف: فلهوزن (ص: ٦٤) مطبوعه: عربى۔

ان تمام خیالات کا بانی عبداللہ بن سبا الیہودی تھا، جو سرِعام سیدنا علی کے بارے میں کہتا تھا کہ وہ خدا ہیں۔ سیدنا علی کی شہادت کے بعد اس نے کہنا شروع کر دیا: سیدنا علی زندہ ہیں، وہ قتل نہیں ہوئے، اس لیے کہ وہ جزوِ الٰہی ہیں، کوئی بھی ان پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک میں سیدنا علی ہی کی آواز ہوتی ہے۔ جب یہ زمین ظلم سے بھر جائے گی تو سیدنا علی نازل ہوں گے اور اس زمین کو امن و انصاف سے بھر دیں گے۔[1]

جب ایک شخص نے آ کر عبداللہ بن سبا کو سیدنا علی کی شہادت کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگا: تم جھوٹ بول رہے ہو، اگر تم ستر کپڑوں میں لپیٹ کر ان کا دماغ بھی ہمارے سامنے لے آؤ، بلکہ ان کے قتل پر ستر عادل گواہ بھی قائم کر دو، پھر بھی ہم تمھاری بات نہیں مانیں گے، وہ نہ تو فوت ہوئے اور نہ انھیں قتل ہی کیا گیا ہے، بلکہ جب تک پوری دنیا پر ان کی حکومت قائم نہیں ہوگی، اس وقت تک وہ مر سکتے بھی نہیں۔[2]

اسی مناسبت سے ہم یہ بات بھی ذکر کرنا چاہیں گے کہ عبداللہ بن سبا یہودی وہ پہلا شخص تھا جس نے سیدنا علی کی امامت کا اعلان کیا۔ عام مسلمان اور صحابہ اس کے خلاف تھے، مگر عبداللہ بن سبا نے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا انکار کرتے ہوئے سیدنا علی کی امامت کا دعویٰ کیا۔ اس امر کا اعتراف متقدمین شیعہ اور دیگر مورخ بھی کرتے ہیں۔

شیعوں کا مشہور مورخ اور علم الرجال کا ماہر ''الکشی'' کہتا ہے:

''بعض اہلِ علم نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، بعد میں اس

---

[1] الملل والنحل، مصنف: عبدالکریم الشهرستانی (۲/ ۱۱)

[2] فرق الشیعة، مصنف: نوبختی الشیعي (ص: ٤٤) مطبوعہ: مطبع الحیدریہ، نجف۔ 1379۔ نیز دیکھیں: الفصل في الملل والنحل (٤/ ١٨١)

نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت علی علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھنے لگا۔ جب وہ یہودی تھا تو اس زمانے میں یوشع بن نون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی کہتا تھا، جب اسلام لے آیا تو حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی کو حضور ﷺ کا وصی کہنے لگا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے امامت کی فرضیت اور حضرت علی کے امام ہونے کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے براءت کا اظہار کیا، بلکہ ان کے دشمنوں کے بارے میں یہی کہا کہ وہ سب کافر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کے مخالف لوگ کہتے ہیں کہ شیعیت کی اصل یہودیت ہے۔"[1]

مامقانی جو شیعوں کے ہاں جرح وتعدیل کا امام ہے، اپنی کتاب "تنقیح المقال" میں "کشی" کی طرح لکھتے ہوئے یہی بات کہتا ہے۔[2]

نوبختی کہتا ہے:

"عبداللہ بن سبا وہ پہلا شخص ہے جس نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر سرعام لعن طعن اور تبرا بازی کی، وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ سیدنا علی نے اسے تبرا بازی کا حکم دیا ہے۔ سیدنا علی نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ میں نے تمھیں یہ بات کب کہی ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ سیدنا علی نے حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔ جب لوگوں کو پتا چلا تو انھوں نے شور مچا دیا اور کہنے لگے: اے امیر المومنین آپ ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں جو آپ سے اور اہل بیت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور آپ کے دشمنوں

[1] رجال الکشی (ص: ۱۰۱) مطبوعہ، مؤسسہ الاعلمی کربلا عراق.

[2] تنقیح المقال، مصنف: مامقانی (۲/ ۱۸٤) مطبوعہ تہران.

سے براءت کا اظہار کرتا ہے۔ سیدنا علی نے اسے جلاوطن کر کے مدائن میں، جو اس زمانے میں ایران کا ایک شہر تھا، بھیج دیا۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے بعض کا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، اسلام لایا اور سیدنا علی کے ساتھ رہنے لگا۔[1]

ایک شیعہ مورخ نے اپنی کتاب "روضة الصفا" میں لکھا:

"عبداللہ بن سبا کو جب پتا چلا کہ مصر میں سیدنا عثمان کے بہت سارے مخالف موجود ہیں تو وہ مصر چلا گیا، وہاں جا کر اپنے آپ کو دیندار اور صاحبِ علم و تقویٰ شخص ظاہر کیا۔ نیکی کے کاموں میں اس طرح حصہ لیا کہ لوگ اس کے جھانسے میں آگئے۔ جب لوگوں نے اس کا اثر قبول کرنا شروع کر دیا تو وہ بھی اپنا پروپیگنڈا کرنے لگا کہ ہر نبی کا ایک وصی اور خلیفہ ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ سیدنا علی ہیں۔ اس نے یہ بات بھی پھیلائی کہ اس امت نے سیدنا علی پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا، لہٰذا سیدنا علی کی مدد کرنا لازم ہے۔ سب لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سیدنا عثمان کی اطاعت چھوڑ دیں اور سیدنا علی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔"[2]

"دیلمی" کہتا ہے:

"تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے سب سے پہلے اس منحوس مذہب کی بنیاد رکھی، وہ مجوسی شخص تھا جو فرقہ خرمیہ، قدیم فلسفیوں اور یہودیوں کے افکار سے متاثر تھا۔ ان لوگوں نے اسے بلایا اور اس سے مشاورت کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر غالب آتے جا رہے ہیں اور ہمارے

---

[1] فرق الشيعة، مصنف: نوبختي (٤٣۔٤٤)

[2] تاريخ شيعي روضة الصفا، فارسی (٢/ ٢٩٢) مطبوعه إيران.

دِین کو انھوں نے ختم کر دیا، دِین اسلام مضبوط اور طاقتور ہوتا جا رہا ہے اور جوں جوں مسلمان مضبوط ہوتے جا رہے ہیں، اسی طرح ہماری حکومتیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں، کیونکہ ان کے پاس بڑے لاؤ لشکر ہیں، جن کا مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، سمندر اور خشکی ہر جگہ پر وہ چھا چکے ہیں، ہم ان کا علمی طور پر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے پاس ایسے علما و فضلا، متکلمین اور محققین ہیں، جو مناظرے کے ماہر ہیں۔ چنانچہ ایسا کوئی طریقہ سوچا جائے جس سے ان کے درمیان تفرقہ بازی اور فساد پیدا کیا جائے کہ انھیں پتا بھی نہ چلے اور وہ ہمارے جال میں پھنس جائیں۔ انھوں نے ابلیس لعین کی پیروی کرتے ہوئے کچھ اصول وضع کیے، جن میں کچھ کا ذکر ہو چکا ہے اور کچھ کا آگے چل کر ذکر ہوگا، انھوں نے چہار دانگِ عالم میں اپنے مبلغ بھیجے اور انھیں تلقین کی کہ رافضیوں کو اپنا ہدف بنائیں، کیوں کہ گو وہ دیگر گمراہ فرقوں کی طرح ہی تھے، لیکن وہ جھوٹی روایات اور کہانیوں پر جلد یقین کر لیتے تھے، چناں چہ ان مبلغوں نے ظاہری طور پر رافضیت کا چوغہ پہن لیا اور مختلف لوگوں کو اپنا ہدف بنایا۔"[1]

سب سے پہلے انھوں نے یمن سے اسلامی ریاستوں کی طرف عبداللہ بن سبا کو بھیجا جو تمام سازشوں کا سربراہ تھا۔ عبداللہ بن سبا نے یہودی عقائد سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلانا شروع کر دیے، تا آنکہ بہت سارے لوگ اس کے پیروکار ہوگئے اور راہِ حق سے ہٹ گئے۔ عبداللہ بن سبا نے مسلمانوں کے درمیان بہت سے سیاسی اور فقہی اختلافات پیدا کر دیے، چنانچہ اس وقت سے بہت سارے نئے مسلک اور نئے مذہب معرضِ وجود میں آئے، جنھیں آج تک مسلمان ختم نہ کر سکے۔

[1] قواعد عقائد آلِ محمد، مصنف: محمد بن الحسن الدیلمی (ص: ۱۹) مطبوعہ استنبول، 1938ء.

ابن حزم، شہرستانی اور بغدادی وغیرہ نے اپنی کتب میں ان عقائد کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو اسلام کے منافی ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ان کتب کو دیکھا جا سکتا ہے۔[1]

بہر حال جہاں تک ہماری بحث کا تعلق ہے کہ ان یہودی مبلغین میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور بعض اس سے آگے بڑھ کر خدائی اور الوہیت کا دعویٰ کرنے لگے۔

ابن حزم نے بعض ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے، جنھوں نے نبوت اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے، مثلاً: ابن سبا الحمیری کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ وہی ہیں؟ سیدنا علی نے جواب دیا: کون وہی؟ وہ کہنے لگے: آپ اللہ ہیں؟ سیدنا علی کو بڑا غصہ آیا، سیدنا علی نے حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کیا جائے، آگ جلائی جائے اور ان سب کو اس میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ ان سب کو جلا دیا گیا۔

شیعوں کا ایک اور فرقہ ہے، جسے محمدیہ کہا جاتا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خدا ہیں۔

ایک اور فرقہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام خدا ہیں۔ آدم علیہ السلام کے بعد سارے انبیا باری باری خدا بنتے رہے، یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک چلتا رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین، محمد بن علی خدا بنے۔

ایک اور فرقہ اس سے بھی آگے بڑھا اور انھوں نے کہا کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بھی خدا تھے۔ یہ فرقہ قرمطیہ ہے۔

---

[1] مزید مطالعہ کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: "الشیعة والسنة" مطبوعہ: ادارہ ترجمان السنہ، لاہور پاکستان۔

ایک فرقہ وہ ہے جو ابوسعید الحسین بن بہرام الجبائی اور اس کی اولاد کی خدائی کا دعویدار ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابوالقاسم النجار خدا ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ عبیداللہ اور اس کے بعد جتنے بھی حکمران آئے وہ سب خدا ہیں۔

ایک گروہ کا دعویٰ تھا کہ ابوالخطاب محمد بن ابی زینب مولیٰ بنی اسد خدا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابوالخطاب کے ساتھ ساتھ جعفر بن محمد بھی خدا ہے۔ مگر ابوالخطاب ان سے بڑے خدا تھے۔

ایک گروہ نے معمر نامی شخص کو، جو کوفہ میں گندم کا بیوپاری تھا، خدا قرار دیا۔

بعض لوگ حسن بن منصور حلاج کے بارے میں، جسے بغداد میں سولی پر لٹکایا گیا، خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بعض لوگ محمد بن علی ابن الشلمغانی کے بارے میں، جسے بغداد میں قتل کیا گیا تھا، خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ عورتوں میں شراکت کے قائل ہیں۔

بعض لوگ شباص المغیر کو خدا سمجھتے ہیں۔ بعض ابومسلم السرج اور بعض المقنع الاعور القصار کو خدا سمجھتے ہیں۔

فرقہ راوندیہ کے لوگ ابوجعفر المنصور کو خدا کہتے ہیں۔

بعض لوگ عبداللہ بن الخرب الکندی کو خدا مانتے ہیں، جو تناسخِ ارواح کا قائل تھا اور جس کے مطابق دِن رات میں انیس نمازیں فرض ہیں۔ اس شخص نے آخر میں توبہ کر لی تھی اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے گروہ کو آج تک فرقہ خربیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان تمام لوگوں میں سے جس نے بھی کفرِ فاحش کا ارتکاب کیا، اس نے شیعیت اور تصوف کی آڑ لی۔ صوفیوں میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو یہ کہتے تھے:

''جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی، اس پر شریعت کے سارے احکام ساقط ہو گئے۔''[1]

بغدادی نے بیان بن سمعان کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ وہ کہتا تھا:

''اللہ تعالیٰ کی روح انبیا میں حلول کر گئی اور اس کے بعد اماموں میں۔ پھر اماموں سے اس میں یعنی بیان بن سمعان میں منتقل ہو گئی۔''[2]

رازی نے مقنع کے حوالے سے نقل کیا:

''اس نے ابو مسلم خراسانی کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا، لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور اس کی بات ماننے لگے، جب اس نے اپنے اردگرد اتنے سارے لوگوں کو دیکھا تو وہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔''[3]

اتا بکی نے جو ''النجوم الظاھرہ'' نامی کتاب کا مصنف ہے، اپنی کتاب میں خدائی کے دعویدار ایک شخص کا واقعہ لکھا جس میں کہتا ہے:

''پھر اسے یعنی حاکم کو ابھارا گیا کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے۔''[4]

ایک شخص جو اخرم کے نام سے مشہور تھا، وہ بار بار حاکم کو ابھارتا رہا، اخرم کے ساتھی بھی وقتاً فوقتاً حاکم کے پاس آتے اور اُسے بتاتے رہتے کہ وہ سارے لوگ اسے خدا سمجھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ بات پھیلتی گئی اور دیگر لوگ بھی اس حاکم کو خدا ماننے لگے۔ جاہلوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اس حاکم کے پاس آتے اور اس سے

---

1. الفصل في الملل والنحل، مصنف: ابن حزم (٤/ ١٨٦ـ ١٨٨)
2. الفرق بين الفرق، مصنف: البغدادي (ص: ٢٥٥) نیز دیکھیں:(ص: ٢٣٨) مطبوعه مصر.
3. اعتقادات فرق المشركين (ص: ٧٦) مطبوعه: مصر.
4. اس کا نام ابو علی منصور الحاکم بامر اللہ نزار ابن معز الفاطمی المغربی ہے۔ تاریخ پیدائش 375ھ ہے، پیدائش قاہرہ مصر میں ہوئی۔ ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں اقتدار سنبھالا۔ 411ھ میں قتل ہوا اور اس وقت اس کی عمر 25 برس تھی۔

کہتے: "السلام عليك يا واحد يا أحد يا محيي يا مميت" اس حاکم نے پورے علاقے میں اپنے بندے بھیجے، تاکہ اور لوگوں کو بھی گھیر کر اس کے پاس لایا جائے اور وہ اسے خدا مانیں۔ چنانچہ دنیا کی لالچ میں بہت سارے لوگ اس کے پاس آتے گئے۔

شیخ شمس الدین نے اپنی تاریخ "مرآة الزمان" میں لکھا ہے:

''مصر کی تاریخ میں، میں نے پڑھا کہ ایک شخص جو درزی کے لقب سے مشہور تھا، مصر آیا اور حاکم سے ملاقات کی، اس نے حاکم کے لیے ایک کتاب تصنیف کی اور اس سے کہا کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے۔ اس کتاب میں اس نے یہ بات بھی لکھی کہ آدم علیہ السلام کی روح سیدنا علی بن ابی طالب میں منتقل ہوگئی اور سیدنا علی کی روح اس حاکم کے والد اور پھر اس حاکم میں منتقل ہوگئی۔ اس لیے اب اس حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ شراب پیے، زنا کرے اور جو اس کی بات نہ مانے اس کا مال چھین لے، بلکہ انھیں قتل کر دے۔''[1]

شہرستانی نے اس کے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں کے احوال نقل کیے ہیں، جنھوں نے اس طرح کے دعوے کیے، مثلاً وہ لکھتا ہے:

''فرقہ غالیہ، یہ وہ فرقہ ہے، جنھوں نے اپنے اماموں کے حق میں غلو کیا، یہاں تک کہ انھیں مخلوق سے نکال کر خدا بنا دیا۔ کبھی وہ کہتے کہ امام خدا ہے اور کبھی وہ امام کو مخلوق بنا دیتے۔ کیونکہ اس سے قبل فرقہ حلولیہ، فرقہ ناسخیہ اور یہود و نصاریٰ کے بہت سارے خیالات بھی جاری تھے، اس سے متاثر ہو کر انھوں نے بھی اپنے اماموں کو ان مقامات پر فائز کرنا شروع

[1] النجوم الزاهرة، مصنف: جمال الدين يوسف بن تغرى الاتابكي (٤/ ١٨٣۔ ١٨٤) مطبوعه: دار الكتب قاهرة.

کر دیا۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق بنا دیا اور عیسائیوں نے مخلوق کو خدا بنایا تھا۔ یہ سارے خیالات غالی شیعوں کے ذہنوں میں موجود تھے، کبھی وہ یہودیوں کی طرح خدا کو مخلوق اور کبھی عیسائیوں کی طرح مخلوق کو خدا بنا دیتے تھے۔"[1]

بغدادی نے اپنی کتاب "أصول الدین" میں ایک فصل رقم کی ہے، جس میں ان تمام لوگوں کے احوال نقل کیے گئے ہیں، مثلاً: وہ کہتے ہیں:

"یہ بہت سارے فرقے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ بیانیہ ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی صورت میں ہے اور اللہ کے چہرے کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ بیان بن سمعان کے اندر خدائی روح حلول کر گئی، اس لیے وہ خدا بن گیا۔ دوسرا فرقہ مغیریہ تھا جن میں سے کچھ لوگوں کا دعویٰ تھا کہ خدائی روح مغیرہ بن سعید العجلی میں حلول کر گئی ہے۔ تیسرا فرقہ جو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے پیروکار تھے، ان کا خیال تھا کہ عبداللہ بن معاویہ میں خدائی روح حلول کر گئی ہے۔ عبداللہ بن معاویہ نے اپنے پیروکاروں کے لیے تمام حرام چیزیں حلال کر دیں اور ساری عبادتیں بھی ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ چوتھا فرقہ منصوریہ تھا۔ پانچواں خطابیہ، جو ابوالخطاب الاسدی کے پیروکار تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جعفر الصادق خدا تھے، اس کے بعد ابوالخطاب خدا بن گیا۔ چھٹا فرقہ وہ تھا جو المقنع کو خدا مانتے تھے کہ خدا کی روح اس میں حلول کر گئی۔ ساتواں فرقہ سبائیہ تھا جو ابن سبا کے پیروکار تھے۔ ابن سبا سیدنا علی کو خدا مانتا تھا۔"[2]

---

[1] الملل والنحل، مصنف: شهرستاني (۲/ ۱۰)

[2] أصول الدين، مصنف: البغدادي (۳۳۱۔ ۳۳۲) مطبوعه: استنبول.

شیعوں کا عقیدہ تھا کہ ''اللہ تعالیٰ ستر مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اہم مقامات یعنی اہم گھر جہاں خدا ظاہر ہوتا ہے، وہ رسل اور ائمہ ہیں۔ امام سب سے عظیم اور بہترین مقام ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسولوں اور اماموں کی شکل میں ظاہر ہو کر خود حجاب میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدہ فاطمہ، حضرت محمد ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوئے، پھر حضرت محمد ﷺ کے دائیں جانب سیدنا حسن اور پھر بائیں جانب سیدنا حسین کی شکل میں ظاہر ہوئے۔''[1]

میں نے جان بوجھ کر انتہائی تفصیل کے ساتھ ان سارے فرقوں کے احوال بیان کیے ہیں، کیونکہ فرقہ بابیہ اور فرقہ بہائیہ بھی اس طرح کے گمراہ فرقوں میں سے ہیں۔ جس طرح اوپر بیان کردہ گمراہ فرقوں نے عجیب عجیب دعوے کیے، اس کے لیے عجیب وغریب دلائل قائم کیے، فرقہ بابیہ اور بہائیہ نے بھی یہی عقائد اپنائے اور انھی دلیلوں کو اپنا سہارا بنایا۔

تاہم کچھ لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یا اپنے ائمہ کو مہدی سمجھتے ہیں اور مرنے کے بعد دنیا میں ان کی واپسی کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان لوگوں کا شر اور شریعت کی مخالفت پہلے لوگوں کی نسبت قدرے کم ہے۔ موت کے بعد لوٹ کر آنے کا عقیدہ سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے وضع کیا، بہرحال یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ خود خدا نہیں بنا، بلکہ وہ سیدنا علی کو خدا سمجھتا تھا۔

کچھ لوگ محمد بن حنفیہ کے مہدی ہونے اور ان کی رجعت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کا قائد سید الحمیری تھا، جس کا دعویٰ تھا:

''وہ یعنی محمد بن حنفیہ فوت نہیں ہوئے، بلکہ وہ ایک پہاڑ میں چھپ گئے، ایک شیر اور ایک چیتا ان کی حفاظت کر رہے ہیں، ان کے پاس اُبلتے

[1] زهر المعاني (ص: ٤٥) قلمی نسخه.

چشمے ہیں جہاں سے پانی اور شہد نکلتا ہے، کچھ عرصہ غائب رہنے کے بعد وہ دنیا پر ظاہر ہوں گے اور یہاں سے ظلم و ستم کو ختم کر کے اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ سید حمیری پہلا شخص تھا جس نے فوت ہونے کے بعد کسی شخص کے دوبارہ لوٹ آنے کا اعلان کیا۔ آہستہ آہستہ یہ خیال پختہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ یہ خیال شیعوں کا مرکزی عقیدہ بن گیا۔ وہ کہتا ہے:

- یاد رکھو امام قریش ہی میں سے ہوں گے۔
- یہ چار امام ہیں جو برحق ہیں۔
- سیدنا علی اور ان کے تین بیٹے۔
- جو حضور کے نواسے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں۔
- یہ ایمان اور نیکی میں حضور کے پیروکار ہیں۔
- ان میں سے ایک نواسے کربلا میں غائب ہو گئے۔
- ایک نواسے ایسے ہیں جن پر کبھی موت نہیں آئے گی۔
- وہ گھوڑوں پر آئیں گے، جن پر جھنڈے لہرا رہے ہوں گے۔
- کچھ دیر وہ غائب رہیں گے اور زمانہ انھیں نہیں دیکھے گا۔
- وہ رضویٰ نامی پہاڑی میں غائب ہیں، جہاں ان کے پاس پانی اور شہد ہے۔[1]
- یہ اشعار اور بھی بہت سارے اماموں کے بارے میں کہے جاتے ہیں۔[2]

---

(1) ان اشعار کے مقابلے میں امام ابو منصور عبدالقاہر البغدادی نے بھی اشعار لکھے، جنھیں "الفرق بین الفرق، مصنف: بغدادی (ص: ۴۲) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(2) مقالة الإسلاميين، مصنف: الأشعري (۱/ ۹۰۔ ۹۱) نیز دیکھیں: الملل والنحل، مصنف: الشهرستاني (۱/ ۲۰۰) الفرق بين الفرق، مصنف: البغدادي (ص: ۴۱) طبقات الشعرا، مصنف: ابن المعتز (ص: ۴۸۰)

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محمد بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بھی مہدی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ قتل نہیں ہوئے، بلکہ غائب ہو گئے۔ نجد کے علاقے میں ایک پہاڑ پر مقیم ہیں، جب انھیں ظاہر ہونے کا حکم ہوگا تو وہ آ کر دنیا پر قبضہ کریں گے، لوگ مکہ مکرمہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔''[1]

بعض لوگوں کا خیال ہے:

''محمد بن علی المعروف بالباقر ہی مہدی منتظر ہیں۔''[2]

بعض لوگ ان کے بیٹے جعفر، جو الصادق کے نام سے مشہور ہیں، کے بارے میں کہتے ہیں:

''وہ زندہ ہیں، ان پر موت نہیں آئی، دوبارہ ظاہر ہوں گے اور وہی قائم مہدی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے کہا: اگر تم اپنی آنکھوں سے میرے سر کو پہاڑ پر سے لڑھکتا نیچے آتا دیکھو تو پھر بھی یہ مت خیال کرنا کہ میں مر چکا ہوں۔ یاد رکھو میں تمھارے ساتھ ہوں اور میں ہی تلوار والا ہوں۔''[3]

ابن جعفر موسیٰ الملقب بالکاظم کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے:

''وہ زندہ ہیں اور ان پر موت نہیں آئی۔ وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ ظلم سے بھری اس دنیا کو انصاف سے نہ بھر دیں۔''[4]

---

① الفرق بين الفرق (ص: ٥٨) مطبوعہ قاہرہ۔

② مذکورہ بالا حوالہ (ص: ٦٠)

③ الملل والنحل، مصنف: شہرستانی (٣/ ٣)

④ الفصل في الملل والنحل، مصنف: ابن حزم (٤/ ١٧٩۔ ١٨٠) نیز دیکھیں: مقالات الإسلاميين (١/ ١٠٠)

''وہ زندہ ہیں اور غائب ہیں، وہی قائم المہدی ہیں، جب وہ غائب ہوئے تو انھوں نے محمد بن بشیر کو اپنا وصی اور نمایندہ بنایا، انھیں اپنی انگوٹھی دی اور انھیں وہ تمام علوم دے دیے، جن کے لوگ محتاج تھے، اپنے تمام معاملات ان کے سپرد کر دیے، ان لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ تناسخ کا عقیدہ درست ہے اور ائمہ کی روحیں ایک دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔''[1]

بعض لوگوں کا خیال ہے:

''ان کا تیسرا پوتا حسن العسکری بن علی محمد بن علی بن موسیٰ امام غائب ہیں۔ ابھی تک زندہ ہیں، وہ مر بھی نہیں سکتے، اس لیے کہ زمین پر کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا، جب وہ امام سے خالی ہو۔''[2]

نیز کہتے ہیں:

''ہمارے ہاں یہ بات ثابت ہے کہ امام منتظر دو دفعہ غائب ہوگا، یہ اس کا پہلی دفعہ غائب ہونا ہے، وہ امام ظاہر ہوگا، لوگ اس کو پہچانیں گے اور وہ پھر غائب ہو جائے گا۔''[3]

اثنا عشریوں کا خیال ہے:

''بارھویں امام یعنی محمد بن العسکری (تحقیق کے مطابق وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے) جنھیں وہ مہدی کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ایک غار میں چھپ گئے، آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف

---

[1] فرق الشيعة، مصنف: نوبختي الشيعي (ص: ١٠٤۔ ١٠٥)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ١١٩)

[3] الملل والنحل، مصنف: الشهرستاني (٢/ ٧)

سے بھر دیں گے۔ اثنا عشری اس امام کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کا نام انھوں نے منتظر رکھا ہے۔ روزانہ نمازِ مغرب کے بعد وہ اس غار کے دہانے پر کھڑے ہوتے ہیں، اپنے ساتھ سواری بھی لاتے ہیں، امام کا نام لے کر اسے باہر آنے کی دعوت دیتے ہیں، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک گہری رات نہیں چھا جاتی، پھر وہاں سے نکل کر واپس اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور اگلے دِن پھر یہی کام کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جب تک امام غائب ظاہر نہیں ہوں گے، اس وقت تک وہ اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔''[1]

ابن حزم نے ان لوگوں کا ذِکر کرتے ہوئے کہا ہے:

''شیعہ رافضیوں میں سے اکثریت کو اس بات کا یقین ہے کہ محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ابھی تک زندہ ہیں، فوت نہیں ہوئے، وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک وہ ظلم وستم سے بھری اس دنیا کو عدل و انصاف سے نہ بھر دیں۔ ان کے نزدیک یہی امام مہدی اور منتظر ہیں۔ بعض شیعوں کا کہنا ہے کہ وہ 260ھ کو پیدا ہوئے، اپنے والد کی وفات کے ایک برس بعد۔ بعض کا خیال ہے کہ اپنے والد کی وفات کے بہت مدت بعد پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اپنے والد کی زندگی میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ یہ ساری روایتیں حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسیٰ سے منقول ہیں۔

''اس خاتون نے ان کی ولادت کی گواہی دی، اس کا کہنا ہے کہ جب وہ

---

[1] مقدمة ابن خلدون (ص: ۱۸۹) مطبوعه قاهره. نیز دیکھیں: الفرق بين الفرق (ص: ٦٤) مقالات الإسلاميين، مصنف: الأشعري (۱/ ۸۸ و ۱۰۹) التبصير، مصنف: الإسفرائيني (ص: ۲۲) الحور العين (ص: ١٦٢) الملل (۲/ ۸) فرق الشيعة (ص: ۳۱)

ماں کے پیٹ سے نکلے تو اسی وقت کچھ کلام کر رہے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نرگس ہے۔ جمہور شیعہ کا خیال ہے کہ ان کی والدہ کا نام صیقل تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کی والدہ کا نام سوسن ہے۔ تاہم یہ سب ان کے خیالات ہیں، کیونکہ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو ان کی کوئی بھی اولاد نہیں تھی۔"[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اب تک اوپر جن فرقوں اور گروہوں کا ذکر ہوا، جو اسلام سے ہٹ کر گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے، جنھوں نے اس امت کو تباہ و برباد کرنے کی سوجھی، ان کے درمیان تفرقہ بازی پیدا کی اور مسلمانوں میں کفر و شرک اور الحاد کے بیج بوئے۔ ان کے بنیادی عقائد یہ تھے:

- حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ حالانکہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"حضور ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

- یہ تمام فرقے تناسخ اور حلول کے قائل تھے۔
- یہ فرقے مہدویت اور قائمیت کے قائل تھے۔
- یہ امام کے غائب ہونے اور اس کے واپس لوٹ کر آنے کے قائل تھے۔

شہرستانی کہتے ہیں:

"تمام فرقوں کا خلاصہ چار چیزوں میں بیان کیا جا سکتا ہے: تشبیہ، بداء (انکشاف علم) رجعت اور تناسخ۔ ان چار چیزوں کو ہی یہ لوگ مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔"[2]

---

[1] الفصل في الملل والنحل، مصنف: ابن حزم (٤/ ١٨١)

[2] الملل والنحل، مصنف: شهرستاني (٢/ ١١)

ایک اور محقق ان فرقوں کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''بنیادی چیزیں یہ ہیں: غیبت، رجعت، بداء، تناسخ، حلول اور تشبیہ۔''[1]

دراصل یہ اسلام مخالف قوتوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور بت پرستوں کے آلہ کار تھے۔ انھوں نے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے انھیں مسلمانوں کی صفوں میں داخل کیا۔ چنانچہ اس کے بارے میں گولڈ زیہر کہتا ہے:

''شیعوں کے ہاں امامت کا تصور دراصل ان کے مذموم عزائم پر پردہ ڈالنے کے لیے تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اسلام کی عمارت کو کسی طریقے سے کمزور کرکے گرایا جا سکے۔ اس کے لیے انھوں نے امامت والا تصور اپنایا۔''[2]

اس عبارت سے قبل گولڈ زیہر مہدی کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے:

''مہدی کا تصور اسلام کے ایک بنیادی تصور کو ختم کر دیتا ہے۔ اسلامی اعتبار سے حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، حضور ﷺ اس دنیا میں وہ آخری شخص تھے جو حاملِ رسالت تھے اور اب قیامت تک کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ اسماعیلی شیعوں نے مہدی کے جھنڈے کے تحت اسلام کی بنیادوں کو اور اس کے اہم ارکان کو ختم کرنے کی کوششیں کیں۔''[3]

رازی شیعوں کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''یاد رکھو کہ ان گمراہ فرقوں نے جتنا نقصان اسلام کو پہنچایا، اتنا نقصان تمام کافر ممالک بھی نہیں پہنچا سکے۔ یہ بہت سارے فرقے ہیں مگر ان سب کا مطلب ایک ہی ہے کہ کسی طریقے سے شریعت کو باطل کرکے ختم کر دیا جائے۔ یہ کسی اسلامی حکم پر یقین نہیں رکھتے اور نہ قیامت ہی کے

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (۲/۲)

[2] العقيدة والشريعة، مصنف: گولڈزیہر (ص: ۲۱۳) مطبوعہ عربی.

[3] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۱۴)

قائل ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے وہ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔"[1]

بغدادی کا کہنا ہے:

"تمام تاریخ دانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فرقہ باطنیہ کے جتنے بھی بانی ہیں، وہ سب مجوسیوں کی اولاد میں سے ہیں۔ دراصل وہ اپنے آبا و اجداد کے دِین پر چلنا چاہتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح مجوسیت کو زندہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے خوف سے وہ اس کا اظہار تو نہیں کر سکتے تھے، تاہم مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے انھوں نے قرآن پاک کی آیات اور احادیث میں تاویل کرتے ہوئے مطلب کی احادیث گھڑ لیں۔"[2]

یہی دیلمی کا خیال بھی ہے۔ مشہور جرمن مستشرق فلہوزن بھی اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"آلِ رسول کے خدا ہونے کا عقیدہ دراصل اس زمانے کے فلسفیوں سے متاثر ہو کر اپنایا گیا۔ اس زمانے میں فلسفہ کا بہت زور تھا اور تناسخِ ارواح اور رجعت کی بحثیں بہت سارے فلاسفروں کے درمیان وجہِ نزاع بنی ہوئی تھیں۔ ان فلاسفروں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے۔ شیعوں نے بھی اسی چیز کو اپناتے ہوئے یہ قول بنا لیا کہ محمد ﷺ سیدنا علی کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ پھر سیدنا علی کے بعد ان کی اولاد کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ یہ خیال بالکل یہودیوں کا ہے، لیکن متاخرین نے رجعت کے اس خیال کو ایک اور شکل دی،

---

[1] اعتقادات فرق المشركين (ص: ٧٦)

[2] الفرق بين الفرق (ص: ٢٨٤ـ ٢٨٥)

انھوں نے امام صادق کے غائب ہونے کا اعلان کر دیا، پھر کچھ عرصہ بعد یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ واپس لوٹیں گے۔ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کے دوبارہ آنے کا عقیدہ دراصل تناسخِ ارواح کا عقیدہ ہے۔"[1]

گولڈ زیہر رجعت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

"رجعت کا خیال بنیادی طور پر شیعوں کا پیدا کردہ نہیں ہے اور نہ یہ ان کے بنیادی اصول ہی میں سے ہے۔ یہ خیال انھوں نے یہودیوں اور عیسائیوں سے اپنایا ہے۔ پھر انھوں نے اس میں امام مہدی والے خیال کو داخل کر دیا جو بہت حد تک عیسائیوں کے بعض عقائد سے ملتا جلتا ہے۔ بہت سارے شیعہ فرقوں کا خیال ہے کہ امام پر کبھی موت نہیں آتی، ایک امام ایسا بھی آئے گا جو خاتم الائمہ ہوگا۔ وہ ضرور بہ ضرور ظاہر ہوگا، اپنے اس موقف کے لیے وہ کئی موضوع احادیث کا سہارا لیتے ہیں۔"[2]

احمد امین کا کہنا ہے:

"حق بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنی کسی دشمنی کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سازشیں کرتا ہے، اسے شیعیت ہی میں جا کر پناہ ملتی ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، زرتشتیوں اور ہندوؤں نے اسلام میں اپنی تمام تعلیمات شیعیت کے ذریعے ہی داخل کی ہیں۔ مثلاً یہودیوں نے رجعت والا عقیدہ شیعوں کے ذریعے داخل کیا۔ عیسائیوں نے شیعوں کے ذریعے یہ عقیدہ داخل کیا کہ امام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے ہی ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت مسیح کی تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ لاہوت اور

---

[1] الخوارج والشيعة (ص: ٢٨٤) مصنف: فلهوزن، مطبوعه عربی۔

[2] العقيدة والشريعة (ص: ١٩١)

ناسوت امام میں آ کر متحد ہو گئے اور نبوت اور رسالت کبھی ختم نہیں ہوئی۔ جس کی ذات میں لاہوت اور ناسوت متحد ہو جائیں، وہ نبی ہے۔

اسی طرح شیعوں کے ذریعے ہی تناسخِ ارواح، اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور حلول کا عقیدہ مسلمانوں میں داخل کیا گیا۔ یہ سارے خیالات و اقوال اس زمانے کے ہندو برہمنوں، فلاسفروں اور مجوسیوں میں رائج تھے۔"[1]

المقریزی نے بھی اپنی کتاب "خطط المقريزي" میں یہی قول نقل کیا ہے۔[2]

شہرستانی، اشعری، بغدادی اور ابن حزم نے بھی یہی قول اپنایا ہے۔ اب ہم دوبارہ اصل بحث کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ امام غائب ہو گیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ امام مہدی کی شکل میں ظاہر ہو جائے گا، ان کا یہ بھی خیال ہے کہ جو چیز انسان کی آنکھوں اور نگاہوں سے غائب ہو جائے، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ مطلقاً غائب ہوگئی ہے، اگرچہ وہ آنکھوں سے تو غائب ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ حاضر ہوتی ہے۔ بعض لوگ اسے دیکھتے ہیں اور بعض دیکھ نہیں پاتے۔

بہرحال یہ ایک طویل بحث ہے جس میں عجیب و غریب قسم کی باتیں نقل کی گئیں۔ بات طویل ہونے کے خوف سے میں اس بحث کو یہیں چھوڑتا ہوں اور کسی مناسب مقام پر اس کا تذکرہ ہوگا۔ تاہم یہاں میں شیعوں کی صرف ایک روایت بیان کرنا چاہوں گا، جو "الكافي في الأصول" نامی کتاب میں نقل کی گئی ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے ہاں صحاحِ اربعہ میں سے ہے اور اس کے مصنف کو شیعوں میں انتہائی اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کا مصنف مشہور شیعہ محدث ابوجعفر محمد بن یعقوب الكليني

---

[1] فجر الإسلام (ص: ٢٧٧)

[2] خطط المقريزي (١/ ٣٦٢)

ہے، جو اپنی اس کتاب کے بارے میں کہتا ہے:

''میں نے اس کتاب کو امام غائب پر پیش کیا، امام غائب نے اس کتاب کی تعریف کی اور کہا کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔''[1]

اس کتاب میں کلینی اصبغ بن بناتہ سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انھوں نے کہا:

''میں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آیا، میں نے دیکھا کہ وہ گہرے غور وفکر میں ہیں اور نگاہیں زمین پر گاڑھی ہوئی ہیں، میں نے کہا: امیر المومنین! آج آپ بہت فکرمند اور پریشان لگ رہے ہیں، نگاہیں بھی زمین پر گاڑھی ہوئی ہیں، کیا آپ کو دنیا کا خیال آ رہا ہے؟ امیر المومنین نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! نہیں، مجھے ایک دِن بھی دنیا کا خیال نہیں آیا، مجھے تو اس بچے کا خیال ہے جو گیارھویں امام کی پشت سے پیدا ہوگا، وہ امام مہدی ہوگا، جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ کچھ عرصے کے لیے وہ غائب ہو جائے گا، اس کے غائب ہونے کی وجہ سے بہت سارے لوگ گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے اور بہت سارے لوگ اس کے غائب ہو جانے کی وجہ سے ہدایت حاصل کر لیں گے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! ان کا غائب ہونا کتنے عرصہ کے لیے ہوگا؟ تو انھوں نے کہا: چھے دِن یا چھے مہینے یا چھے برس۔

میں نے کہا: یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ وہ کہنے لگے: ہاں۔ اے اصبغ! جب ایسا ہو تو تم بھی ان کی اتباع کرنا، جو لوگ ان کی اتباع کریں گے، وہ اس اُمت کے بہترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ اسی طرح عبید بن زرارہ نے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ جعفر سے سنا، وہ کہہ

[1] منتهى المقال (ص: ٢٩٨) نیز دیکھیں: روضة الجنات (ص: ٥٥٣)

رہے تھے، لوگ امام کو کھو دیں گے اور اس کی نشانیوں کے ذریعے اسے ڈھونڈتے پھریں گے، امام تو ان لوگوں کو دیکھ رہے ہوں گے، مگر وہ امام کو نہیں دیکھیں گے۔"[1]

مقصد یہ کہ شیعہ امام مہدی کے موجود ہونے کے قائل ہیں، ان کا خیال ہے:

"وہ آنکھوں سے تو اُوجھل ہیں، مگر ان کا عقیدہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کا امام غائب کے ساتھ رابطہ ہے۔ یہی لوگ امام اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس لیے کہ لوگوں کو ہمیشہ ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایک شخص ایسا ہو جو امام اور ان کے درمیان رابطے کا سلسلہ پیدا کر سکے، جو لوگوں کو امام کے ارشادات اور احکام سے آگاہ کر سکے۔ جو شخص امام غائب اور لوگوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے، اسے شیعۂ کامل کہا جاتا ہے۔"[2]

اسے "مومنِ کامل" اور "باب" بھی کہا جاتا ہے۔[3]

امام اور شیعوں کے درمیان اس تعلق اور واسطے کو بابیت کہا جاتا ہے، یعنی واسطہ، رابطہ یا دروازہ۔ باب وہ واسطہ ہوتا ہے جو قوم کو امام مہدی کے ساتھ ملاتا ہے۔ مثلاً ملا باقر مجلسی جو مشہور شیعہ راہنما اور مصنف ہے، امام مہدی کے غائب ہونے کے بارے میں کہتا ہے:

"وہ حسن عسکری کے ہاں 255ھ کو پیدا ہوئے، 260ھ میں حسن عسکری کا انتقال ہوگیا تو ان کے صاحبزادے مہدی بھی غائب ہوگئے، ان کا غائب ہونا دو قسم پر ہے: ایک غیبتِ صغریٰ ہے اور ایک غیبتِ کبریٰ

---

1. الكافي في الأصول (١/ ٣٣٧۔ ٣٣٨) مطبوعه ایران.
2. مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: یح) مطبوعه فارسی لیڈن.
3. رجال الكشي (ص: ٣٣٧) مطبوعه كربلا.

ہے۔ جب ان کی غیبتِ صغریٰ تھی، اس وقت لوگ سفیروں اور نائبوں کے ذریعے ان سے رابطہ کرتے تھے، انھیں خمس، نذر وغیرہ پیش کرتے تھے۔ امام اپنے خط کے ذریعے انھیں جواب بھی دیتے تھے، اس غیبت کا عرصہ 74 برس رہا۔ اس زمانے میں چار حضرات ایسے تھے، جنھوں نے امام مہدی اور لوگوں کے درمیان سفارت کاری کے فرائض سرانجام دیے:

- عثمان بن سعید الاسدی: انھیں حضرت صاحب الزمان نے مقرر کیا۔
- ان کے بیٹے ابوجعفر محمد بن عثمان: والد کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق یہ نائب بنے اور حضرت صاحب الزمان نے انھیں بھی مقرر کیا۔
- ابوجعفر محمد بن عثمان کے انتقال کے بعد ان کی وصیت اور صاحب زمان کے حکم کے مطابق ابوالقاسم حسین بن روح مقرر ہوئے۔
- ابوالقاسم حسین بن روح کے انتقال کے بعد علی بن محمد السامرائی نے یہ فرائض انجام دیے۔ 329ھ کو ان کا انتقال ہوا، انھوں نے کسی بھی شخص کے بارے میں وصیت نہیں کی تھی، لہٰذا امام کی غیبتِ صغریٰ کا زمانہ ختم ہوگیا اور غیبتِ کبریٰ شروع ہوگئی اور امام کا عام لوگوں کے ساتھ رابطہ بھی ختم ہوگیا۔"[1]

مشہور بابی مورخ مرزا جانی الکاشانی کہتا ہے:

"حضرت قائم کی پیدائش کے بعد جب وہ سات برس کی عمر کو پہنچے تو غیبتِ صغریٰ شروع ہوگئی، اس زمانے میں ان کے نائبین لوگوں کو حضرت صاحبِ زمان کے پیغام پہنچاتے تھے۔ اس زمانے میں کُل چار باب تھے جن میں سے ایک حسین ابن الروح ہیں۔ 70 برس تک یہ سلسلہ جاری رہا، یہ سلسلہ حضرت امام منتظر کے حکم کے مطابق شروع ہوا اور ان کے حکم

---

[1] حق الیقین، مصنف: مجلسی (ص: ۲۹۲) فارسی، مطبوعۃ تہران.

ہی سے جاری رہا۔ یہ تمام حضرات جنھوں نے یہ خدمات انجام دیں، وہ حجت تھے۔ جو شخص ان پر ایمان لائے، گویا وہ اماموں، نبیوں، خدا پر ایمان لانے والا ہے اور جو ان کا انکار کردے وہ سب کا انکار کرنے والا ہے۔ چوتھا رکن اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جتنے بھی احکامات جاری ہوئے، وہ سب امام علیہ السلام کی جانب سے تھے اور یہ چاروں حضرات امام علیہ السلام کے مقرب اور اس کے دین کی حفاظت کرنے والے تھے۔ یہ چاروں دراصل قرآن پاک کی اس آیت: ''وہی اوّل وہی آخر، وہی ظاہر اور وہی باطن ہے'' کے مصداق تھے۔ پہلا رکن سبحان اللہ کی طرح ہے۔ دوسرا رُکن الحمدللہ کی طرح ہے۔ تیسرا رکن لا الہ الا اللہ کی طرح اور چوتھا رکن اللہ اکبر کی طرح ہے۔''[1]

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ امامِ غائب کے احکامات کو جو شخص عوام تک منتقل کرے، اس کے اس عمل کو بابیت یا نیابت کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کو شیعۂ کامل کہا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ امام غائب کے فیضِ دائم کو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اسی کے ذریعے لوگ امام غائب کے احکام اور اُس کے اوامر سے آگاہ ہوتے ہیں۔ امام اس شخص کے ذریعے لوگوں سے خمس اور نذر وصول کرتا ہے۔

پھر شیعوں میں اس بات کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ امام جو غائب ہوئے اور پھر لوٹیں گے، یہ وہی امام ہیں جو حسن عسکری کے بیٹے ہیں اور نرگس کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ ''جابلسا'' نامی شہر میں مقیم ہوئے، وہ ابھی تک زندہ ہیں اور رزق بھی حاصل کرتے رہتے ہیں، لیکن غیبتِ کبریٰ کے بعد کسی کا ان سے رابطہ نہ ہوسکا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غیبتِ کبریٰ کے بعد بھی ان سے رابطہ رہا۔ جو

[1] نقطة الكاف (٨٦۔ ٨٧) مطبوعه براؤن فارسی۔

غیبتِ کبریٰ کے بعد ان سے رابطہ رکھتا ہے، اس کا نام باب ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ باب کا لفظ شیعوں کے درمیان مشہور تھا، یہ عام اور متعارف لفظ تھا، چنانچہ "دائرہ معارف اسلامیہ" میں باب کے عنوان کے تحت درج ہے:

"صوفیوں کے ہاں یہ لفظ طویل عرصہ تک اس مقام کے لیے استعمال ہوتا رہا جہاں سے انسان داخل ہو یعنی دروازہ، یا وہ وسیلہ جس کے ذریعے انسان اندر موجود کسی شخص سے رابطہ کر سکے۔ اسماعیلی شیعہ اس لفظ کو مجازی طور پر اپنے شیخ اور اساس کے لیے استعمال کرتے ہیں جو لوگوں کو دِین کے بنیادی اصول اور اسرار و رموز سکھاتا تھا۔"[1]

"سیدنا سلمان فارسی کے بارے میں فرقہ نصیریہ کے لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ باب ہیں، اس لیے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے نائب تھے۔"[2]

"فرقہ دروز کے لوگ باب کا لفظ وزیرِ روحانی کے لیے بولتے تھے جو عقلِ کُل کا مالک تھا۔"[3]

بستانی کے مطابق:

"فرقہ سبعیہ کے مطابق باب کا لفظ امام علی کے لیے بولا جاتا ہے۔ وہ اس فرقے کے مبلغین کو بھی باب کہتے تھے۔"[4]

برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

---

[1] "Fragements Goyard" (ص: ١٠٦) منقول از دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٧)

[2] النصيرية، منقول از دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٧)

[3] منقول از الدرزية، مصنف: مشهور مستشرق سائيكى (٢/ ٥٩) منقول از دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٧) مطبوعه عربى.

[4] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ١) مطبوعه تهران.

> ''باب کا لفظ شیعوں کے ہاں آخری امام کے دربان کے لیے استعمال ہوتا تھا۔''[1]

نیز وہ کہتا ہے:

> ''شیرازی کے لیے بھی باب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو امام غائب کے اقوال کا مبلغ تھا۔''[2]

نیز کہتا ہے:

> ''حمید الدین الکرمانی اپنے زمانے کے حکمران حاکم بامراللہ کا ''باب'' تھا، اس نے مشہور کتاب ''راحة العقل'' لکھی جو فرقہ باطنیہ کی بنیادی کتابوں میں سے ہے۔ جعفر بن منصور اپنے زمانے میں معزالفاطمی کا ''باب'' تھا۔ اس طرح کے جو لوگ مقرر کیے جاتے، انھیں ''باب'' کے ساتھ ساتھ فصل الخطاب بھی کہا جاتا تھا۔ یہ امام کے نائب ہوتے تھے اور ان کی نیابت وحی کے ذریعے مقرر ہوتی تھی۔''

چنانچہ کرمانی کہتا ہے:

> ''جہاں تک فصل الخطاب کا تعلق ہے تو یہ ''باب'' کو کہتے ہیں جو خدائی زبانوں میں نذیر کو کہا جاتا ہے۔''[3]

نیز اُن کا خیال ہے کہ ''باب'' خطا سے معصوم ہوتا ہے، اس کی بات کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو خود امام کی بات کی ہوتی ہے۔[4]

تمام لوگوں کی روحیں اس کی ذات میں جمع ہوتی ہیں اور پھر یہ روحیں مختلف

---

① دائرۃ المعارف البریطانی (۲/ ۹٤٤) مطبوعہ انگریزی۔

② السجلات المستنصریة (ص: ۲۰۰) مطبوعہ: القاہرہ 1954ء۔

③ راحة العقل، مصنف: حمیدالدین الکرمانی.

④ المجالس المستنصرية (مجلس نمبر: ۱۲)

جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

''نفوسِ کاملہ جب جسموں سے جدا ہو جائیں تو وہ مجسم نفوس کی تائید کے ساتھ مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں، تاکہ یہ پہلے نفوس پورے ہو جائیں اور وہ دوسرے کامل ہو جائیں، یہ پہلے نفوس نقص سے پاک ہو کر حالتِ کمال کو پہنچ جائیں، یہ تائید یافتہ نفوس ترقی کرتے کرتے اس سے بلند اور اشرف مقام تک پہنچ جاتے ہیں، بے شک تیرے رب تک منتہائے مقام ہے۔''[1]

کرمانی اپنی کتاب ''راحة العقل'' میں لکھتا ہے:

''باب کا مقام امام کے فوراً بعد ہوتا ہے۔ ''باب'' کے بعد ''حجہ'' پھر ''داعی'' پھر ''ماذون'' اور پھر ''مکاسر'' کا مقام آتا ہے۔''[2]

معز الفاطمی لفظ ''باب'' کو وصی کے لیے استعمال کرتا ہے جو امام کا نائب ہو، چاہے وہ نبی ہو یا امام ہو۔ چنانچہ معز الفاطمی اپنی دعاؤں میں، جو اس نے سات دِنوں کی مناسبت سے مرتب کیں، لکھتا ہے:

''اللهم صل على أبينا آدم الذي شرفته و كرمته...... و صل على بابه ووصيه شيث بن آدم...... اللهم صل على رسولك نوح...... وصل على بابه ووصيه سام بن نوح و على أئمة دوره...... اللهم صل على خليلك إبراهيم بن تارخ الذي شرفته و كرمته و عطلت به ظاهر شريعة نوح...... و على بابه ووصيه إسماعيل، اللهم صل على نجيك موسىٰ بن عمران...... وصل على وصيه و بابه يوشع

---

[1] إخوان الصفا (٣/ ٣٤٧) مطبوعه: مصر.

[2] راحة العقل، مصنف: الكرماني.

بن نون...... اللهم صل على روحك المسيح عيسىٰ بن مريم...... و صل على بابه ووصيه شمعون...... واخصص اللهم محمد بن عبد الله من ولد إسماعيل...... و صل على بابه ووصيه علي بن أبي طالب"[1]

اب ہم دوبارہ اپنے اصل مقصود کی طرف لوٹتے ہیں۔ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ جب امام غائب ہوئے تو ان کے باب یعنی نمائندے مسلسل آتے رہے، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق:

"بعض لوگوں کے لیے وہ امام غائب تھے، مگر بعض لوگ انھیں دیکھتے اور ان سے ملاقات بھی کرتے تھے۔ جس مدت میں وہ غائب تھے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ معدوم تھے، وہ موجود تو تھے، مگر ہر کسی کو نظر نہیں آتے تھے، صرف امام کے قریبی دوستوں کو ان کی جگہ کا علم تھا۔ جو اُن سے کوئی بات کہنا چاہتا تو وہ ان کے دوستوں اور نائبین کو بتا دیتا اور وہ امام تک اس کی بات پہنچا دیتے۔ اس لیے کہ کسی بھی وقت یہ دنیا امامِ غائب سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت امام موجود ہوتا ہے، وہ دنیا کو ہدایت دیتا رہتا ہے اور اس کی یہ ہدایتیں بھی کبھی منقطع نہیں ہوتیں۔ وہ زمین پر میخ (کیل) کی مانند ہیں کہ ان کی وجہ سے اس دنیا کو قرار حاصل ہے اور درحقیقت وہی حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں۔"[2]

ابن بابویہ القمی جو مشہور شیعہ محدث اور مصنف ہے، لکھتا ہے:

"اس کے یعنی امام غائب کے اس زمانے سے لے کر آج تک بہت

---

[1] أدعية الأيام السبعة، مصنف: معز لدين الله الفاطمي الباطني.

[2] رسائل إخوان الصفا (٤/ ٤٠٦)

سارے ایسے نائب ہیں جو اس کے پیغام اور اس کے احکام ونواہی کو اس کے شیعوں تک پہنچاتے ہیں۔“[1]

فرقہ شیخیہ کے لوگ جو شیخ احمد بن زین الدین الاحسائی (المولود 1166ھ) کے پیروکار اور مرید ہیں۔[2] شیخ الاحسائی کے بارے میں اس کے مریدوں کا خیال تھا کہ وہ مومن کامل ہے اور امام اور امت کے درمیان باب کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ شیخ احسائی کی وفات کے بعد باب کا یہ منصب اس کے شاگرد رشید، اس کے علوم کے وارث، شیخیت کے قائد سید کاظم الرشتی کو منتقل ہوا۔ چنانچہ سید کاظم رشتی نے:

”اپنے شیخ کی تعلیمات بہترین انداز سے لوگوں تک پہنچائیں، شیخ کے طریقے پر چل کر اس کے مذہب و مسلک کو پھیلایا۔“[3]

عجیب بات یہ ہے کہ شیخ احسائی امام غائب اور اس کے دوبارہ لوٹ کر آنے کے عقیدے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس بات کے بہت سارے دلائل ہیں:

- شیخ احسائی کا خیال تھا کہ امام مہدی کا انتقال ہو چکا ہے جو حسن عسکری کے بیٹے اور بارھویں امام تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ امام مہدی جو غائب ہے اور جس کا شیعہ انتظار کر رہے ہیں، وہ اس دنیا میں نہیں، وہ جابلقا یا جربسا نامی کسی فرضی شہر میں نہیں رہتے بلکہ وہ تو عالم بالا میں ہیں اور انتقال کر چکے ہیں۔[4]

شیخ احسائی کے الفاظ کے مطابق:

”حضرت امام میری روح ان پر قربان، جب انھیں اپنے دشمنوں سے

---

[1] كمال الدين (ص: ٥٦) مصنف: ابن بابويه القمي.
[2] روضة الجنات (ص: ٤١٦)
[3] مجموعہ رسائل، مصنف: ابوالفضل الجلپایگانی البہائی (ص: ٧٨) مطبوعہ: مصر۔
[4] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦)

خوف لاحق ہوا تو وہ اس دنیا سے چلے گئے اور حورقلیا کی جنت میں داخل ہو گئے۔"[1]

- شیخ احسائی کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ امام جو لوٹ کر آئیں گے، وہ حسن عسکری کے بیٹے نہیں بلکہ کوئی اور ہیں، تاہم ان میں حسن عسکری کی روح حلول کر گئی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

  "یہ امام اس دنیا میں واپس لوٹیں گے اور انسانی شکل میں آئیں گے، یعنی ان کی پیدائش بھی عام لوگوں کی طرح ہوگی اور ان کی طرح وہ پلے بڑھیں گے۔"[2]

- امام موعود حسن عسکری بذاتِ خود ہوں گے، تاہم وہ دوبارہ پیدا ہوں گے اور ان کے نئے ماں باپ ہوں گے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

  "وہ امام مہدی بعینہٖ وہی ہوں گے، ان کا لطیف اور روحانی جسم اس کثیف اور مادی جسم میں ظاہر ہوگا۔"[3]

- ان کے لیے لفظ قائم کا استعمال کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ موت کے بعد دوبارہ قیام کریں گے۔

جب شیخ احسائی سے پوچھا گیا کہ وہ قبر سے اُٹھیں گے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنی قبر یعنی ماں کے پیٹ سے نکلیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جابلسا یا جابلقا، یہ اُن دو جگہوں کے نام ہیں جہاں حضرت موعود اُتریں گے، لیکن عام لوگوں کے خیالات کے برعکس یہ دونوں مقام اس دنیا کے نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں مقام آسمان میں ہیں۔[4]

---

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ٢٠) مطبوعه فارسی.

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۳۰)

[3] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦)

[4] الكواكب (ص: ٢٠۔ ٢١)

خلاصۂ گفتگو یہ کہ شیخ احسائی امام مہدی کے واپس لوٹنے اور ان کے دوبارہ مطلقاً جسمانی شکل میں آنے کے قائل نہیں تھے، ان کے مطابق انسانی جسم چار عناصر سے مل کر بنتا ہے، جب ان چار عناصر میں سے روح ختم ہو جائے تو باقی عناصر حلول ہو جاتے ہیں اوران کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا، گویا وہ فنائے ابدی کی طرف چل پڑتے ہیں۔

جو چیز باقی رہتی ہے اور جو دوبارہ واپس لوٹ کر آئے گی، وہ جسم لطیف روحانی ہے، جسے جوہر الجواہر کہا جاتا ہے اور جو قدیم کیمیائی اصطلاح کے مطابق ہورقلیائی جسم کہلاتا ہے۔

''جوہرالجواہر، جسم ھورقلیائی ہے، جسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور یہی واپس لوٹے گا۔ اس کے علاوہ جو عناصر ہیں وہ عارضی ہیں، جو اس کے بغیر منتشر ہو جاتے ہیں اور ان کا وجود باقی نہیں رہتا۔ یعنی پانی پانی میں مل جاتا ہے، مٹی مٹی میں مل جاتی ہے اور انسان کی روح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ جسم اصلی باقی رہ جاتا ہے جو کسی نئی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔''[1]

اس بنیاد پر وہ کہتا تھا کہ امام غائب واپس لوٹیں گے اور پہلی شکل کی طرح جسم میں ظاہر ہوں گے، مگر ان کا جسم پہلے والا نہیں ہوگا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہی عقیدہ حلول اور تناسخ کا ہے۔

مشہور انگریز مستشرق ایڈورڈ براؤن لکھتا ہے:

''احسائی حلولی شیعہ میں سے تھا جس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا علی اور ان پھر ان کی گیارہ اولاد کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سیدنا علی سمیت یہ بارہ شخصیات اللہ تعالیٰ کے مظاہر میں سے تھیں اور ان میں خدائی صفات پائی جاتی تھیں۔

[1] دائرۃ المعارف الأردیۃ، منقول از "یغما" میگزین، فارسی۔ (۱/ ۸۲، شمارہ نمبر۱۶۲)

اگر چہ یہ لوگ مختلف صورتوں میں آئے اور انھوں نے آ کر لوگوں کی ہدایت کا کام سرانجام دیا، تاہم حقیقت میں یہ سب ایک تھے۔“[1]

امام مہدی ہر زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں، تاہم ان کا ظہور مومنِ کامل، باب یا ولی کی شکل میں ہوتا ہے، للہٰذا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان پر ایمان لائے۔

”ارکانِ اربعہ جو دِین کے اصل اور اصول ہیں، وہ یہ ہیں: توحید، نبوت، امامت اور رجل کامل یا مومن کامل پر ایمان لانا۔“[2]

یہ شخصیت اپنے زمانے میں شیخ احسائی کے جسم میں حلول کرگئی، اس لیے شیخ احسائی کو رکنِ رابع یا باب کہا جاتا ہے، باب ان کے مطابق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس میں باب کی روح یا امام مہدی کی روح حلول کر جائے یا اس میں کسی نبی و امام کی روح حلول کرے۔ اگر چہ ان لوگوں کی صورتیں تو مختلف ہوتی ہیں، مگر حقیقت میں وہ سب ایک ہی ہوتے ہیں۔

جب شیخ احسائی کا انتقال ہوگیا تو اس کے بعد فرقہ شیخیہ کے نئے قائد اور راہنما ان کے شاگردِ رشید کاظم الرشتی بنے۔ 1242ھ کو انھوں نے قیادت کا منصب سنبھالا اور شیخ احسائی کے نقشِ قدم پر ہی اپنی جماعت کو چلانے لگے۔ انھیں بھی شیخیت کا رکن رابع کہا جاتا ہے، تاہم کاظم رشتی نے دو قدم مزید آگے بڑھتے ہوئے اعلان کیا کہ جس طرح احسائی میں باب کی روح حلول کرگئی تھی، اب باب کی روح حلول کرنے کا سلسلہ منقطع ہوا، میرے اندر خود امام مہدی آ چکے ہیں۔

”وہ اپنے ماننے والوں، مریدین اور شاگردوں کو امام مہدی کے ظاہر

---

[1] مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفيسر براؤن (ص: يح) مطبوعه فارسی.

[2] دائرة المعارف الإسلامية، نيز ديكھيں: العقيدة والشريعة، مصنف: گولڈزيهر (ص: ١٠٣)

ہونے کی خوش خبری سناتا رہتا تھا اور مختلف علامتوں، نشانیوں اور آثار و شواہد کا سہارا لے کر انھیں بتاتا کہ امام اب ظاہر ہونے ہی والے ہیں۔"[1]

وہ اپنے مریدین کو ہر وقت امام مہدی کا ذکر سناتا رہتا تھا، وہ اکثر ان سے کہتا:

"امام موعود لوگوں کے درمیان ہی گھوم پھر رہا ہوگا، اب اس کا ظہور ہونے ہی والا ہے، سب تیار رہو، اپنے آپ کو پاک کرو، اپنے نفسوں کو صاف ستھرا رکھو، تاکہ تمھیں حضرت موعود کے جمال کا دیدار ہو سکے۔ میری بات یاد رکھو کہ تم اس وقت تک حضرت موعود کا جمال نہیں دیکھ سکو گے جب تک میں اس دنیا سے چلا نہیں جاتا۔ اس لیے جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں تو تم خوب تندہی کے ساتھ امام کو تلاش کرنا، ایک لمحہ بھی آرام نہ کرنا، جب تک وہ نہ ملیں، تلاش جاری رکھنا۔"[2]

اس موضوع پر رشتی نے ایک کتاب بھی لکھی، جس کا نام "الحجة البالغة" ہے۔ عام طور پر وہ یہ شعر بھی پڑھتا رہتا تھا:

اے کم عمر لچکیلے بدن والے بچے
اے دودھ پینے کے زمانے کے قریب بچے[3]

اس طرح وہ یہ بھی کہتا تھا:

"شریعت اور آداب کے اصول روح کی غذا ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ شریعتیں بہت ساری ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ پرانی شریعتیں منسوخ کر دی جائیں۔"[4]

---

[1] الكواكب (ص: ٢٤) مطبوعه فارسی.

[2] مطالع الأنوار، مصنف: الزرندى البهائي (ص: ٣١) نیز نقطة الكاف، مصنف: القاشاني البابي (ص: ١٠٣)

[3] نقطة الكاف (ص: ١٠٣)

[4] مطالع الأنوار (ص: ٣٠) مطبوعه عربی.

مزید آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہاں یہ بات بیان کرنا چاہیں گے کہ یہ سارے معاملات چلائے ہی صرف اس لیے گئے، تاکہ شریعتِ محمدیہ کو ختم کیا جا سکے۔ شیعوں کے جتنے بھی فرقے ہیں، نئے ہوں یا پرانے، ان کا عقیدہ حلول، تناسخ، غیبت، رجعت اور بداء کا ہے، اور تمام فرقے شریعتِ محمدیہ کو ختم کرنے پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ جب یہ شریعتِ محمدیہ ختم ہوگی تو پھر ان کا امام مہدی جو غائب ہے، وہ ظاہر ہوگا۔

مثلاً جعفر بن منصور الیمن کہتا ہے:

"امامِ زماں کے دور میں صرف تاویل کا طریقہ چلے گا۔ ان سے پہلے جو امام ہوگا، وہ شریعت کے ظاہری اور باطنی احکام پر عمل کرائے گا، وہ احکام جن پر اُس سے پہلے کسی انسان نے عمل نہیں کیا ہوگا اور نہ اس کے بعد ہی کبھی ان احکام پر عمل ہوگا۔"[1]

معز الفاطمی کا باپ جعفر اپنی اس کتاب کے آخر میں کہتا ہے:

"امام قائم کی کوئی شریعت نہیں ہوگی، بلکہ وہ ماضی کی تمام شریعتوں کو ختم کر دے گا، انھیں نسخ کرے گا اور پھر تاویلِ محض کا دور چل پڑے گا۔"[2]

معز الفاطمی کہتا ہے:

"جس طرح اذان میں بعض الفاظ بار بار دہرائے جاتے ہیں اور خود اذان دِن میں بار بار ہوتی ہے، دراصل یہ امام ظاہر کی آمد پر دلیل ہے کہ وہ اذان ہی کی طرح بار بار آتے رہتے ہیں۔ جس طرح اذان کا آخری لفظ لا الہ الا اللہ ہے، یہ لفظ امام قائم پر دلالت کرتا ہے، جو آکر تمام شریعتوں کو منسوخ کر دے گا اور اس کی شریعت جو لا الہ الا اللہ کی طرح ہوگی، وہ

---

1. تاویل سورۃ النساء (ص: ۹۶)
2. تاویل الزکاۃ، مصنف: جعفر بن منصور الیمن (ص: ۳۱)

آخری اور حتمی شریعت ہوگی۔"[1]

وہ مزید لکھتا ہے:

"امام معز سے پوچھا گیا کہ امام قائم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تمام شریعتوں کو ختم کر دیں گے، کیا ایسا ہی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، تاویل مطلق کا زمانہ شروع ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ جو شخص تاویل مطلق کا قائل ہو، وہ ظاہر عمل کو ختم کر دیتا ہے۔"[2]

اسماعیلی قاضی القضاۃ اور معز کے داعی کا قول ہے:

"قائم الزمان جو صاحبِ قیامت ہوگا، اس کے زمانے میں شرعی احکام اٹھا دیے جائیں گے۔"[3]

باطنی فرقے کے لوگ جو محمد بن اسماعیل کو مہدی اور امام قائم سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے:

"محمد بن اسماعیل کے قیام کے ساتھ شریعت معطل ہو جائے گی، پھر زمین ظلم و جور سے بھرنے کے بعد عدل و انصاف سے بھر دی جائے گی۔"[4]

نعمان بن محمد کہتا ہے:

"اسی طرح جو خاتم الائمہ ہوگا، اس کے زمانے میں کوئی عمل نہیں ہوگا۔ اسی بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: "جس دِن تیرے رب کی بعض آیتیں ظاہر ہوں گی۔"[5]

---

① تاویل الشریعة، مصنف: معز الفاطمی (ص: ۵)

② مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۴۸)

③ أساس التاویل، مصنف: نعمان بن محمد، آدم علیہ السلام کا قصہ۔

④ أدعیة الإیام السبعة، مصنف: معز الفاطمي. نیز دیکھیں: کنز الولد (باب نمبر: ۱۱، ص: ۵۰) مصنف: إبراهیم.

⑤ تاویل الدعائم (۱/ ۵۲) مطبوعه مصر.

اس طرح کی بہت ساری روایات تمام امامیوں کے عقائد میں شامل ہیں، جن کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔

آمدم برسر مطلب! رشتی روزانہ اپنے مریدوں کو امام مہدی کے ظہور کے لیے تیار کرتا رہتا تھا، بلکہ بعض دفعہ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ وہ اس وقت یہاں موجود ہیں اور میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔[1]

1258ھ میں رشتی کا انتقال ہوگیا، اس کا مذہب ایران، خراسان اور بہت سارے ممالک میں پھیل گیا تھا۔ مرزا حسین علی البہائی رشتی اور شیخ احسائی کو "النورین النیرین" کے لقب سے پکارتا تھا۔[2]

اس کے انتقال کے بعد مرزا علی محمد شیرازی کا وقت آگیا جو اس طرح کے مشکوک اور فتنوں سے بھرے دور میں پلا بڑھا، وہ رشتی کے شاگردوں میں سے تھا اور اس کے کہنے پر عام طور پر سفر میں رہتا، تاکہ امام منتظر کو دیکھا جا سکے۔[3]

شیرازی سید کاظم رشتی کے خاص شاگردوں میں سے تھا اور فرقہ شیخیہ کے راہنماؤں میں سے۔ اس کا شمار طبقہ ثالثہ کے لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

> "وہ دِن رات رشتی کے ساتھ رہتے تھے، صبح شام اسی کے ساتھ ہوتے، وہ شیخ رشتی کے تمام خفیہ باتوں سے آگاہ تھے اور اسی کے افکار کو آگے چلا رہے تھے۔"[4]

---

1. اس کی تفصیلات: "الکواکب" "نقطة الكاف" اور "مطالع الأنوار" میں مذکور ہیں۔
2. مجموعہ رسائل (ص: ۷۸) مصنف: الجلبایجانی۔
3. الكواكب (ص: ۷۰)
4. الكواكب (ص: ٢٤) مطبوعه فارسی.

ان لوگوں نے مرزا شیرازی کو اپنا سربراہ تسلیم کرلیا اور اسے اپنے عقیدے کے مطابق رکن رابع بنا لیا۔ محمد کریم خان الکرمانی نے فرقہ شیخیہ کی قیادت پر اختلاف کیا، جس کا دور 1225ھ سے 1258ھ تک بنتا ہے، مگر اسے اپنے فرقے میں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔

ابتدا میں مرزا شیرازی نے صرف اس جماعت کے سربراہ اور قائد ہونے کا اعلان کیا:

''وہ عام شیعہ عقائد پر اعتراض نہیں کرتا تھا اور نہ ان پر بحث ہی کرتا تھا، بلکہ شیعہ عقائد کی تعریف کرتا، ان کے صحیح ہونے کا اقرار کرتا کہ امام غائب کے آنے تک یہی صحیح رہیں گے۔''[1]

تھوڑے ہی عرصے کے بعد جب شیرازی 25 برس کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے ایک شیعہ عالم کے سامنے یہ اعلان کیا کہ وہ امام غائب کے لیے باب ہے، یعنی اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

مشہور بہائی مبلغ اسلمنت کہتا ہے:

''جب باب 25 سال کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے خدائی حکم پر عمل کرتے ہوئے اعلان کیا کہ خدا نے اسے بابیت کے مقام کے لیے منتخب کر دیا ہے۔ اس زمانے میں یہ بات عام تھی کہ امام موعود عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ مرزا شیرازی نے یہ اعلان عظیم عالم اور شخصیت ملا حسین البشروئی کے سامنے کیا۔ باب کی ایک کتاب میں اس اعلان کی تاریخ مذکور ہے۔

''اس میں لکھا ہوا ہے کہ 5 جمادی الاولی 1260ھ بمطابق 23 مئی 1844ء غروب آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد یہ دعویٰ کیا گیا۔

---

[1] الکواکب (ص: ۳۵)

کافی بحث اور غور وفکر کے بعد ملا حسین نے اپنا یقین ظاہر کر دیا کہ وہ ملا علی شیرازی کو امام منتظر مانتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں فرقہ شیخیہ کے اور بھی بہت سارے لوگ اس کے ساتھ شامل ہوگئے اور بہت سارے لوگ اس پر ایمان لائے اور مان لیا کہ وہ امام مہدی ہے۔ بابی شیرازی کی شہرت جنگل میں آگ کی طرح انتہائی تیزی سے شہروں میں پھیلتی گئی۔"[1]

مرزا شیرازی نے حسین البشروئی کو "سب سے پہلے ایمان لانے والا" کا لقب دیا۔[2]

اسی طرح مرزا شیرازی نے اسے "باب الباب" بھی کہا۔[3]

بروکلمین کہتا ہے:

"فرقہ شیخیت کے سربراہ سید کاظم رشتی کے انتقال کے بعد مرزا شیرازی کو لوگوں نے اس کے خلیفہ کے طور پر منتخب کیا۔ سید علی محمد الشیر ازی جب سفرِ حج پر گئے تو وہاں سے انھوں نے کئی خطوط لکھے، ان خطوط کو مرزا علی شیرازی کے مریدین وحی الٰہی سمجھتے ہیں۔

"23 نوار 1844ء کو جب وہ واپس شیراز آئے تو اس وقت بارھویں امام کو غائب ہوئے ایک ہزار برس ہو چکے تھے۔ اثنا عشریوں کا خیال تھا کہ ایک ہزار برس کے بعد امام غائب ظاہر ہوں گے۔ اسی برس مرزا علی شیرازی کو یہ محسوس ہوا کہ وہی امام غائب ہے۔ اس کے اپنے قول کے مطابق وہ انسانیت کو امام سے متعارف کروا کر وحدت کے راستے پر لا سکتا

---

① بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٢) مطبوعه عربی.

② نقطة الكاف (ص: ١٠٦)

③ الكواكب (٣/ ٦٦٥) عربی.

تھا۔ شیعہ اس وقت اس طرح کے کسی بھی دعوے کے لیے تیار تھے، بالخصوص فرقہ شیخیہ کے لوگ ذہنی طور پر انتظار کر رہے تھے۔ جونہی مرزا شیرازی نے دعویٰ کیا، سارے لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔"[1]

اس وقت تک بابیوں کا یہی خیال تھا کہ مرزا شیرازی باب ہے، یعنی وہ امام تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ مشہور بہائی مصنف بروکلمین اور دیگر بابی اور بہائی مورخین اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

بہائی مورخ آوارہ لکھتا ہے:

"اس وقت لفظِ باب سے مراد یہ ہوتا تھا کہ ایک ایسا شخص جو امام منتظر اور مخلوق کے درمیان راستہ ہو۔"[2]

عباس آفندی بن حسین علی البہاء کہتا ہے:

"ان کے کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ حضرت صاحب زمان یعنی مہدی علیہ السلام کے فیض کو عوام تک پہنچاتے تھے اور امام اور عوام کے درمیان واسطہ تھے۔"[3]

بستانی کہتا ہے:

"علی محمد شیرازی جب حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گیا[4] تو وہاں اس نے اعلان کیا کہ وہ مہدی کا باب ہے۔ کچھ عرصہ وہ اپنے اس دعوے پر قائم رہا، اسی دعوے کی بنیاد پر اس نے ایک نئے دین کی تخلیق کی جو اسلامی،

---

1. تاريخ الشعوب الإسلامية (٣/ ٦٦٥) عربي.
2. الكواكب (ص: ٩٠) مطبوعه عربي.
3. مقالة سائح (ص: ٦)
4. صحیح بات یہ ہے کہ سفرِ حج سے قبل ہی اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ یہ جمادی الاولیٰ 1260ھ کی بات ہے۔

عیسائی، یہودی اور بت پرستی کے عقائد پر مشتمل تھا اور اس نے اپنے آپ کو باب الدین کا لقب دیا۔"[1]

دائرہ معارف میں ایک مقالہ نگار مختلف ادیان پر بحث کرتے ہوئے شیرازی اور اس کے مذہب کے بارے میں لکھتا ہے:

"شیرازی نے اپنے آپ کو باب کا لقب دیا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ وہ امام غائب منتظر اور عوام کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہے۔ وہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے یہ دعویٰ کیا، بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سارے لوگ اس طرح کے دعوے کر چکے تھے، انھوں نے بھی اس طرح کے لقب اختیار کیے، مثلاً شاہ عالم غنی جسے دسویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے، اس کے بعد شیخ احمد احسائی، سعید کاظم رشتی اور اس کے بعد علی محمد شیرازی؛ ان سب نے مہدی ہونے کے دعوے کیے۔"[2]

تاریخ کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرزا شیرازی نے پہلے باب اور پھر خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ دیگر کذاب اور دجال مدعینِ نبوت و مہدویت کی طرح اس نے بھی بار بار اپنے دعوے بدلے، کبھی کہتا کہ وہ باب ہے، کبھی مہدی، کبھی نبی اور رسول اور کبھی خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اگر کسی ایک دعوے پر یہ قائم رہتا تو لوگ اس کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتے، کیونکہ اس زمانے کے حالات سیاسی کشمکش، اقتصادی زبوں حالی اور مذہبی حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ لوگ فوراً اس کی آواز پر لبیک کہتے۔ لوگ تو ایک ایسے شخص کے انتظار میں تھے کہ جو ایران میں پائے جانے والے مسائل سے نجات دلائے۔

---

[1] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦)

[2] دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠٠) مطبوعه انگریزی.

سرزمین ایران اس طرح کے کسی بھی شخص کے لیے انتہائی زرخیز تھی، جو اس طرح کی خرافات لوگوں کے سامنے پیش کرے، یہی سرزمین ایران ہے جہاں بت پرستی، زرتشتیت، مجوسیت اور مزدکیت پھیلی۔ اس کے باوجود مرزا شیرازی ایک دعوے پر قائم نہیں رہ سکا، ہر بار اس نے نئے دعوے کیے اور اپنے دعووں میں مار ہی کھائی۔

مثلاً ایک دفعہ اس نے کہا:

"باب سے مراد باب العلم ہے، جیسا کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مدینۃ العلم اور علی اس کے باب ہیں۔"[1]

بعض دفعہ وہ کہتا ہے: "باب سے مراد علم الٰہی کا باب ہے۔"[2]

بعض دفعہ وہ کہتا ہے:

"باب سے مراد صدق اور سچائی کا باب ہے۔ اس سے مراد امام کا باب ہونا نہیں، بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا باب ہونا ہے کہ جس میں ہر انسان داخل ہو کر حضرت خالق کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور اس تک پہنچ سکتا ہے۔"[3]

اپنے ایک عربی بیان میں وہ کہتا ہے:

"یہ سات حروف والا شخص یعنی مرزا شیرازی، یہ اللہ کا باب ہے، آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان سب کے لیے یہ بمنزلہ باب ہے اور تمام لوگ اس باب کے ذریعے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔"[4]

---

[1] روضات الصفا، نیز دیکھیں: ناسخ التواریخ.

[2] الکواکب (ص: ٤٩) مطبوعه فارسی۔

[3] الديانات والفلاسفة في آسيا الوسطى، مصنف: کانٹ جوبینو۔ منقول از دائرة المعارف، مصنف: الوجدي (٦/٢)

[4] البيان العربي. مصنف: الشيرازي.

کبھی کہتا ہے:

''کلمہ باب سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی اور شخص کا باب یعنی دروازہ ہے۔''[1]

کبھی کہتا ہے:

''باب سے مراد مظہرِ الٰہی ہے کہ ساری کائنات اسی راستے سے داخل ہوگی۔''[2]

ان تمام یاوہ گوئیوں اور بیہودگیوں کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہر طرح کے مخاطب اور سننے والے کو قابو کیا جائے۔ جو شخص امام کے باب کا انتظار کر رہا تھا، اس کے سامنے مرزا شیرازی اعلان کرتا تھا کہ وہ امام کا باب ہے۔ جو علم کے باب کا انتظار کرتا، اس کے سامنے مرزا شیرازی کہہ دیتا کہ وہ علم کا باب ہے۔ اگر کوئی صوفی ہوتا تو اس سے وہ کہہ دیتا کہ وہ اللہ کا باب ہے۔ کوئی جاہل ہوتو اسے کسی اور چیز کا بتا دیتا۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے، جو قطعاً مرزا شیرازی کو نہیں مانتا اور اسے گمراہ تصور کرتا ہے تو اس کے سامنے ان سب دعووں سے انکار کر دیتا اور کہتا کہ میں نے تو کبھی یہ کہا ہی نہیں۔

مرزا شیرازی اپنے پیروکاروں کو بھی یہی کہتا ہے:

''اے علم حاصل کرنے والو سنو، معاملہ ابھی تک اپنی انتہا کو نہیں پہنچا اور ابھی اس کے مکمل ہونے کا زمانہ بھی نہیں آیا۔ میں اور میرے آباو اجداد ہم اس دنیا اور آخرت سے راضی نہیں ہیں، جو باتیں ہماری طرف منسوب کی جاتی ہیں، میں انھیں نہیں مانتا۔''[3]

اسی طرح کے گمراہ لوگوں اور جھوٹوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر یہ قرآن اللہ پاک کے علاوہ کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت

---

[1] مقالة سائح (ص: ٦) نیز دیکھیں: البیان الفارسي.

[2] مقدمة مطالع الأنوار، مطبوعہ انگریزی.

[3] الکواکب (ص: ٤٦) مطبوعہ عربی.

زیادہ غلطیاں پائی جاتیں۔''[1]

چونکہ مختلف اوقات میں اس نے مختلف دعوے کیے، لہٰذا اس کے اردگرد مختلف سوچ کے لوگ اکٹھے ہوگئے، ان میں سے بنیادی طور پر اٹھارہ لوگ تھے، جنھیں اس نے حروف الحي کا نام دیا، اس لیے کہ حروفِ ابجد کے مطابق لفظِ حي کے عدد اٹھارہ بنتے ہیں۔

اسی طرح اس کے گرد وہ لوگ بھی اکٹھے ہوگئے جو امام مہدی کی آمد کے منتظر تھے، جنھیں جابلسا اور جابلقا نامی شہروں کے فرضی نام بتائے گئے تھے اور ان شہروں کی تلاش میں وہ بھٹکتے رہے تھے، اب وہ سارے لوگ مرزا علی شیرازی کو مہدی سمجھ کر اس کے گرد اکٹھے ہوگئے اور اس کو اپنا امام ماننے لگے۔ جب اس نے حالات کو اپنے حق میں سازگار دیکھا کہ لوگ بلاتحقیق اس کی طرف اُمڈتے آ رہے ہیں اور اس کی دعوت کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں تو باب بننے کے صرف پانچ ماہ بعد ہی اس نے امام ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

پھر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ امام مہدی اور قائم ہے اور ماننے والوں کو اس نے اپنا صحابی بنا لیا۔ مرزا البشروئی کو باب الباب اور اوّل المومنین بنا دیا۔ مرزا البشروئی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

''مجھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے یقین کرو کہ میں ہی اللہ کا باب ہوں اور تم باب الباب ہو۔ ضروری ہے کہ میرے اوپر اٹھارہ لوگ خود ایمان لائیں اور میری رسالت کا اعتراف کریں۔ یہ اٹھارہ لوگ ازخود میری نبوت اور رسالت کا اعتراف کریں گے، میں انھیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔ جب اٹھارہ کی یہ تعداد پوری ہو جائے گی تو میں ان میں سے ایک کا انتخاب کرکے اسے سفرِ حج کے لیے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ اور

[1] سورة النساء [آیت: ٨٢]

مدینہ لے جاؤں گا، وہاں پہنچ کر میں خدا کا پیغام شریفِ مکہ کو پہنچاؤں گا پھر کوفہ واپس لوٹ آؤں گا، اسی شہر کی مسجد میں، میں تمھیں ساری باتیں ظاہر کروں گا۔

''اب تم اپنے آپ کو ظاہر نہ کرو، لوگوں سے اپنے آپ کو چھپا کر رکھو۔ مسجد ایلخانی میں جاؤ اور وہاں اپنا سبق پڑھو، جو باتیں میں نے تمھیں بتائیں، لوگوں سے اسے چھپاؤ۔ عنقریب میں تمھیں تمام رازوں سے آگاہ کر دوں گا۔ جب تک میں سفرِ حجاز پر روانہ نہ ہوں، اس وقت تک تم کوئی بھی بات لوگوں کو نہ بتانا۔ حجاز میں پہنچ کر میں اٹھارہ پیروکاروں کو اہم ترین پیغامات دوں گا اور آیندہ کا لائحہ عمل دیتے ہوئے انھیں بتاؤں گا کہ وہ کس طرح کلمۃ اللہ کی سربلندی اور تبلیغ کر سکتے ہیں۔''[1]

دراصل اس ساری گفتگو کا مطلب یہ تھا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ امام مہدی اپنے مہدی ہونے کا اعلان رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کریں گے۔ اس مقصد کے لیے کوفہ میں باقاعدہ میٹنگیں کی گئیں، کیوں کہ شیعہ عقائد کے مطابق کوفہ سے امام مہدی جائیں گے اور مکہ مکرمہ میں جا کر اپنے مہدی ہونے کا اعلان کریں گے۔[2]

جب اس نے تیاریاں مکمل کر لیں تو بہائیوں اور بابیوں کے قول کے مطابق وہ بوشہر چلا گیا، جو ایران کا ساحلی علاقہ ہے۔ اس کے ساتھ ملا محمد علی بارفروشی بھی تھا جو حروفِ حي میں سے ایک اور اس کے قریب ترین ساتھیوں میں سے تھا۔ مرزا علی شیرازی نے سفرِ حج کے لیے اس کو منتخب کیا۔ ملا محمد علی بارفروشی رشتی کے شاگردوں میں

---

[1] مطالع الأنوار (ص: ۵۰)

[2] بحار الأنوار، مصنف: المجلسي. نیز دیکھیں: حق الیقین (ص: ۳۰۰)

سے تھا اور فرقہ شیخیت میں بھی اسے اعلیٰ مقام حاصل تھا۔شوال 1260ھ کو مرزا شیرازی نے سفرِ حج کا ارادہ کیا، یہ وہی برس ہے جس میں اس نے باب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔[1]

مشہور مورخ نبیل، مرزا شیرازی کے بارے میں کہتا ہے کہ مرزا شیرازی نے اسے بتایا:

''عن قریب میں سفرِ حج کے لیے جاؤں گا، میرے ساتھ بار فروشی اور قدوس اور حبشی خادم ہوگا۔ ایران سے جانے والے قافلے کے ساتھ ہم بھی چلیں گے، وہاں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کروں گا اور وہیں ان احکامات کا اعلان کروں گا جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔''[2]

یہ الفاظ اور علامات بتاتی ہیں کہ مرزا شیرازی اپنے ذہن میں آنے والے واقعات کی تیاری کر رہا تھا اور مناسب حالات کے لیے تانے بانے بُن رہا تھا۔ وہ مسلمانوں اور ان کی عادات کو اچھے طریقے سے سمجھنا چاہتا تھا، تاکہ بعد میں مناسب ماحول پیدا کیا جا سکے اور اپنی بیہودگیوں کو اچھے طریقے سے لوگوں کے سامنے لایا جا سکے۔

روسی جاسوس دالگورکی نے بھی مرزا شیرازی کی ان تمام حرکات و سکنات کو نقل کیا ہے، جو سازشیں وہ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا، وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اس وقت تک دالگورکی رُوسی سفارتخانے میں ترجمان کے طور پر کام کر رہا تھا۔ یہ 1834ء کی بات ہے۔ اس جاسوس نے ایران میں روسی مداخلت کے لیے راہ ہموار کی، اس کی ان شاندار خدمات پر اسے پہلے وزیر اور پھر سفیر مقرر کیا گیا۔

ان تمام واقعات کی تفصیل دالگورکی نے ''الشرق'' نامی اخبار میں شائع کی، جو روسی وزارتِ خارجہ کے ماتحت نکلتا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

---

[1] الكواكب (ص: ٤٣) مطبوعه: فارسى.

[2] مطالع الأنوار (ص: ٧٦)

”میں اسلامی عقائد سے گمراہ لوگوں کی تلاش میں تھا، تاکہ ان کی مدد سے اسلام کا خاتمہ کرسکوں۔ سب سے آسان طریقہ جس پر تمام گمراہ لوگوں کا اتفاق تھا کہ مسلمانوں کے درمیان فقہی اور دینی اختلافات پیدا کیے جائیں۔ اسی دوران میں مجھے فرقہ شیخیہ کے بارے میں بہت زیادہ معلومات ملیں کہ یہ فرقہ اسلامی عقائد کے خلاف کام کر رہا ہے اور اس نے امام مہدی کے واپس لوٹنے اور اس کے غائب ہونے کے دعوے کیے، چنانچہ میں سید کاظم رشتی کے حلقے میں بیٹھنا شروع ہوگیا، اس کے حلقے میں امام مہدی کا ذکر بہت زیادہ ہوتا تھا۔ میں نے ایک دِن رشتی سے مہدی کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: مجھے کیا پتا، شاید وہ اسی مجلس میں ہو۔ اسی وقت بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں خیال آیا اور میں نے اس کو عملی جان پہنانے کی ٹھان لی، میں نے مجلس پر ایک نظر ڈالی تو میری نظر مرزا علی محمد شیرازی پر پڑی، میں مسکرایا اور میں نے سوچ لیا کہ اس کو مہدی مزعوم بنا کر چھوڑوں گا۔

دالگورکی کہتا ہے:

”اس کے بعد جب بھی میری مرزا شیرازی کے ساتھ ملاقات ہوئی، میں نے اس کو یہ ذہن نشین کرانا شروع کر دیا کہ وہی امام مہدی ہے اور وہی امام منتظر ہے۔ جب بھی میں اس سے ملاقات کرتا تو میں یوں کہتا: ”یا صاحب الأمر، یا صاحب الزمان“ شروع شروع میں وہ میرے اس طرح مخاطب کرنے پر گھبرا جاتا تھا، پریشان ہو جاتا تھا اور پریشانی کے عالم میں آس پاس دیکھنے لگتا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ ان الفاظ سے مانوس ہوگیا، اور پھر جب میں اسے ان الفاظ سے پکارتا تو وہ بڑا خوش ہوتا۔

"اس کے ساتھ ساتھ وہ حشیش بھی استعمال کرتا تھا، یہ حشیش کا بھی اثر تھا کہ وہ ہر وقت خیالی باتوں اور مختلف قسم کے وہموں میں مبتلا رہتا تھا۔ جب وہ مختلف قسم کی ریاضتیں اور مشقتیں کرتا تو حشیش استعمال کر کے بے سدھ ہو جاتا تھا۔ فرقہ شیخیہ کی تعلیمات کے مطابق بارھواں امام ایک اور شخص کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس شخص میں امام کی روح حلول کر جائے گی۔ یہ سوچ کر مرزا شیرازی خود امام مہدی بننے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب وہ کربلا سے بوشہر چلا گیا تو اچانک مئی 1844 کو مجھے اطلاع ملی کہ مرزا شیرازی نے باب ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ صاحب الاثر اور باب العلم کا نائب ہے۔ مجھے اس حوالے سے مرزا شیرازی کا خط بھی موصول ہوا، میں نے اسے جواب میں لکھا کہ تم باب یا نائب نہیں، بلکہ صاحبِ زمانہ اور امام حاضر ہو اور مجھے اپنے اوپر ایمان لانے سے محروم نہ کرو۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے مرزا بابی شیرازی پر جتنی محنت کی اور جتنا وقت صرف کیا تھا، توقع سے بڑھ کر مجھے نتائج ملے۔"[1]

دالگورکی کے اس سارے بیان سے بہت ساری باتیں واضح ہو کر سامنے آجاتی ہیں۔ خود بابی اور بہائی مورخین نے اس طرح کے واقعات نقل کیے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پس پردہ کچھ اور معاملات ہیں اور اس پوری تحریک کو چلانے والے لوگ بھی کچھ اور تھے۔ اصل عزائم پر پردہ ڈالنے کے لیے کئی جھوٹ گھڑے گئے اور کہانیاں سامنے لائی گئیں، کیوں کہ جو خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں، انھیں ایسی کسی لمبی چوڑی منصوبہ بندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

[1] مذکرات کنیاز دالگورکی، منقول از فارسی کتاب: باب و بہاء را بشناسید۔

مرزا شیرازی کا سفرِ حج (جو وہ نہ کر سکا):

اب مرزا شیرازی مکہ مکرمہ سفر کرنے کے لیے تیار تھا، اس کا خیال تھا کہ وہاں پہنچ کر وہ مہدی ہونے کا اعلان کرے گا۔ اس مقصد کے لیے اس نے کئی علاقوں میں اپنے سفیر بھیجے، تاکہ لوگوں کو اس کے سفر کے بارے میں بتایا جا سکے اور لوگوں کو اس اعلان کے لیے تیار کیا جائے جو مکہ مکرمہ سے جاری ہونا ہے۔ تاہم تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام تر کوششوں اور کاوشوں کے باوجود مرزا شیرازی حج کے لیے نہ جا سکا۔ وہ بلادِ مقدسہ نہ پہنچ سکا، رکنِ یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے مہدی ہونے کا اعلان نہ کر سکا۔

وجہ یہی تھی کہ جب وہ ساحلی شہر ''بوشہر'' میں پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ سمندر میں سیلابی کیفیت ہے، چنانچہ ڈر کے مارے بحری جہاز پر سوار ہی نہ ہو سکا، بلکہ بوشہر میں ہی چھپ گیا، جب موسمِ حج ختم ہو گیا اور لوگ واپس آنے لگے تو وہ بھی واپس آ گیا اور اس نے آ کر اعلان کیا کہ وہ مکہ مکرمہ گیا تھا اور وہاں جا کر اس نے اعلان کر دیا ہے:

''اے لوگو میں ہی وہ امام منتظر ہوں جس کی راہ تم دیکھ رہے تھے۔''[1]

مرزا شیرازی وہم کی حد تک سمندر سے ڈرتا تھا۔ اس کی بھرپور کوشش ہوتی کہ وہ کشتی کی سواری نہ کرے۔ اس کے وہم اور دِلی خوف کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو بھی سمندری سفر سے منع کیا۔ اپنے ایک عربی بیان میں وہ اپنے مریدوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ہر ممکن کوشش کرنا کہ کشتی پر سوار نہ ہونا پڑے۔ کشتی میں اگر سوار ہو بھی جاؤ تو اس میں جھگڑا نہ کرو، لڑائی نہ کرو، خاموشی کے ساتھ بیٹھ جاؤ، ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر بیٹھے رہو۔ بحری جہازوں اور کشتیوں کے مالکوں

[1] الکواکب (ص: ٤٣) مطبوعہ: فارسی.

کے لیے یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ جب کشتی کسی مشکل میں پھنس جائے تو سب سے پہلے وہ اپنی جانوں کی قربانیاں دیں۔ کہیں بھی ایسی مشکل صورتحال ہو تو تم پیش قدمی نہ کرو اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو۔"[1]

سمندری سفر سے اُس کے ڈر کا عالم یہ تھا کہ وہ سفرِ حج کے لیے بھی روانہ نہ ہوا، بلکہ اس نے ڈر کے مارے ہمیشہ کے لیے اپنے پیروکاروں پر فریضۂ حج کو ساقط کر دیا کیونکہ فریضۂ حج کے لیے بحری سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ واقعہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اسے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ چنانچہ اپنے ایک حکم میں وہ کہتا ہے:

"سمندر کے اس پار رہنے والے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے سفرِ حج کو اُٹھا لیا ہے۔ اگر وہ خشکی کا سفر نہیں کر سکتے تو سمندری سفر کے ذریعے انھیں حج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"[2]

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ پہلا ڈرپوک مدعیِ نبوت ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، کم از کم اس طرح کے بزدلانہ بیان وہ جاری نہیں کرتے تھے۔ موسمِ حج میں دنیا کے ہر کنارے سے حج کرنے کے لیے لوگ آتے ہیں، کسی کو بھی اس طرح کا ڈر لاحق نہیں ہوا ہے، مگر اس ڈرپوک شخص نے ڈر کی وجہ سے سفرِ حج ہی کو ساقط کر دیا۔

دوسری طرف یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مہدی ہونے کا اعلان وہ کوفہ میں نہیں کر سکا، اس نے اعلان کیا تھا کہ وہ حج کے بعد کوفہ واپس آئے گا، وہاں سب لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کرے گا اور لوگوں کو اپنے مہدی ہونے کا ثبوت بھی

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١٥، حصه نمبر ١١)

[2] مذکور بالا حوالہ۔

فراہم کرے گا، مگر افسوس کہ اس کے یہ سب دعوے ہوا ہو گئے، تمام تر خواہشوں کے باوجود اسے دوبارہ کوفہ میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سفر کے اعتبار سے کوفہ زیادہ دُور نہیں تھا، ویسے بھی مرزا بابی شیرازی مختلف جگہوں کے سفر کرتا رہتا تھا، کبھی کربلا، کبھی بوشہر اور کبھی شیراز۔ لہٰذا کوفہ جانا بھی اس کے لیے مشکل نہیں تھا، مگر وہاں کے حالات اس کے لیے سازگار نہیں تھے۔ مرزا شیرازی کو خطرہ تھا کہ اگر وہ وہاں چلا گیا تو اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہائی اور بابی مورخین اس کے اس خوف کو چھپاتے ہوئے یہ کہتے ہیں:

''کوفہ جانے کی شرط یہ تھی کہ وہاں لوگ اکٹھے ہوتے اور اس کی بات سنتے، کیونکہ وہاں لوگوں کو اکٹھا نہیں کیا جا سکا، اس لیے وہ کوفہ نہیں گیا اور نہ اس نے وہاں اپنے مہدی ہونے کا اعلان کیا۔''[1]

مرزا شیرازی کے پیروکاروں کو یہ نہیں پتا تھا کہ جس طرح کا عذر وہ پیش کرنے جا رہے ہیں، یہ ان کے خلاف جائے گا۔ شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ غالباً یہ پہلا مدعی نبوت ہے جو مخالفین سے ڈرتا تھا، حالانکہ نبی تو مخالفین سے نہیں ڈرتا، وہ اپنا پیغام پہنچانے کے لیے جان کی بازی تک لگا دیتا ہے۔

حضور ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تو فرمایا:

''جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ اس کی تبلیغ کریں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔''[2]

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''اے نبی اکرم ﷺ! آپ کو جو پیغام دیا گیا آپ آگے لوگوں تک پہنچائیں،

---

[1] نقطة الكاف، مصنف: الجاني القاشاني (ص: ۱۱۱) مطبوعه فارسی.

[2] سورة الحجر [آيت: ۹٤]

اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ رب کے پیغام کو پہنچانے والے نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔“ [1]

اسی طرح فرمایا:

”آپ کے ذمے بات کو پہنچانا اور ہمارے ذمے حساب ہے۔“ [2]

ہم نے تو آج تک کوئی ایسا نبی نہیں دیکھا جو اس طرح ڈرتا ہو، اس کو جو چیز بھی مشکل لگے، اسے چھوڑ کر بھاگ جائے!

شیرازی کی گمراہی:

جن دِنوں مرزا شیرازی بوشہر میں چھپا ہوا تھا، وہاں اس نے ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ”رسالة بين الحرمين“ تھا۔ یہ 1261ھ کی بات ہے۔ اس رسالے کے مقدمے میں وہ لکھتا ہے:

”یہ کتاب مجھ پر بلند اور قابلِ تعریف ذات کی طرف سے ارضِ مقدسہ میں اتاری گئی۔“ [3]

اس کتاب میں اس نے اپنے پروگرام اور دعوت کو تفصیل سے بیان کیا۔ [4]

وہ دعوت یہ تھی:

”میں ہی وہ قائم ہوں جو آلِ رسول میں سے آئے گا اور آخری زمانے میں اس کا ظہور ہوگا۔“ [5]

بوستانی کہتا ہے:

---

1. سورة المائدة [آیت: ٦٧]
2. سورة الرعد [آیت: ٤٠]
3. منقول از الكواكب (ص: ٤٤) مطبوعه فارسی۔
4. دائرة المعارف الأردية (٣/ ٧٨٥)
5. تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين (٣/ ٦٦٥)

''اپنے شیخ اور راہنما شیخ احمد الاحسائی کی طرح اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے بھی وہی دلائل اپنائے کہ امام غائب کا جسم لطیف اس کے مادی جسم میں ظاہر ہو چکا ہے۔''①

''اس نے باب الباب ملاحسین البشروئی کو رکنِ رابع اور باب مقرر کیا۔''②

فرانسیسی محقق جوبینو کہتا ہے:

''اب اس نے باب کا لقب اپنے ایک ساتھی حسین بشروئی کو دے دیا، جو اہلِ خراسان میں سے تھا۔ حسین بشروئی ہی وہ شخص ہے جس نے فرقہ بابیہ کو عملی شکل دی، جس نے مرزا علی شیرازی کے خیالات کو عملی جامہ پہنایا اور اسے سیاسی جماعت بنایا۔''③

''ملا محمد علی بارفروشی کو القدوس کا لقب دیا گیا۔''④

اس کے بعد مزید ترقی کرتے ہوئے مرزا شیرازی نے ''ذِکر'' کا مقام حاصل کر لیا۔ اس کا کہنا تھا کہ قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

''اہلِ ذِکر سے پوچھ لو اگر تم نہ جانتے ہو۔''

اس سے مراد وہ خود ہے۔ شیعوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ذِکر سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ مشہور شیعہ محدث الکلینی نے اپنی کتاب ''صحیح الکافی'' اور دیگر شیعہ محدثین نے نقل کیا ہے۔ مرزا علی شیرازی نے اس مقام کو حاصل کرتے ہوئے لکھا:

''میں ہی ذِکر ہوں، میرے اندر سیدنا ابن ابی طالب کی روح حلول کر گئی

---

① دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦)

② نقطة الكاف (ص: ١٨١)

③ الديانات والفلاسفة في آسيا الوسطىٰ، مصنف: كانت جوبينو.

④ الكواكب (ص: ٤٢) مطبوعه فارسی.

ہے۔ یاد رکھو کہ سورج کی حقیقت ایک ہی رہتی ہے، اگرچہ دن گزرنے کے ساتھ اس کے نام بدلتے رہتے ہیں۔"

مرزا شیرازی یہ بھی کہتا تھا: میں ہی وہ ذات ہوں جو بدل بدل کر آتی ہے۔ میں ہی باری باری آتا ہوں۔

"امام مہدی کا واپس آنا آنکھ جھپکنے سے بھی آسان اور جلدی ہوگا، بالخصوص ان کی اولاد اور ان کی نسل، اس لیے کہ یہ ساری نسل ایک ہی مٹی کی ہے۔"[1]

جس طرح وہ خود اپنے مرتبے بلند کرتا رہا، اسی طرح اپنے شاگردوں اور مریدوں کو بھی بڑے بڑے مقام اور مرتبے عطا کرتا رہا، مثلاً:

"ملا بشروئی کو حسین اور سید الشہداء کا لقب دیا گیا، اس کے بھائی ملا محمد حسن کو الحسن کا لقب دیا گیا۔ قرۃ العین الطاہرہ زرین تاج کو فاطمۃ الزہرا کا لقب دیا گیا۔ ملا بارفروشی کو مہدی کا لقب دیا گیا۔"[2]

بستانی اس کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جب اس نے لوگوں کو بتا دیا کہ اب امام مہدی نئی شکل میں آچکا ہے تو اس نے اپنے مریدوں اور متبعین کو بڑے بڑے رُتبے اور القاب دینے شروع کر دیے۔ بعض کو کہا کہ وہ حسن، بعض کو کہا کہ وہ حسین، اور بعض کو دیگر ائمہ اور تابعین کے نام دیے گئے۔ اس کا خیال تھا کہ اب جن جن لوگوں کو جو نام دیے گئے، اس میں ان کی صفات بھی آنی چاہئیں۔ چونکہ وہ ان سب کا سربراہ ہے، لہٰذا وہ سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور کسی

---

[1] نقطة الكاف، مصنف: مرزا جاني كاشاني البابي (ص: ١٤٦ـ ١٤٧)

[2] نقطة الكاف (ص: ١٤١، ١٦٩، ٢٠٠)

بھی وقت کہیں بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔"[1]

اس طرح تو دشمنوں کا مال بھی تقسیم نہیں کیا جاتا، جس طرح مرزا شیرازی نے عہدے تقسیم کیے۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اُس کے ساتھی اس سے خوش رہیں اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہ کرے، تاکہ آخری وقت تک کسی کو مخالفت کی جراَت نہ ہو، اور جب کبھی لڑائی یا جنگ کا موقع ہو تو ان ناموں کے ساتھ انھیں پکار کر لڑائی میں جھونک دیا جائے اور وہ پیٹھ نہ دِکھائیں۔

مرزا شیرازی کی توبہ اور دعوؤں سے رجوع:

مورخین لکھتے ہیں کہ 1261ھ کو جب علی محمد شیرازی نے دعوائے مہدویت سے رجوع کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے قریبی ساتھی بارفروشی القدوس کو شیراز بھیجا، تاکہ وہاں جا کر وہ لوگوں کو اس کے دعوؤں کے بارے میں بتائے اور لوگ اس کا خوب استقبال کریں۔ اس وقت شیراز کا والی حسین خان المعروف "صاحب الاختیار" تھا۔ جب حسین خان کو بارفروشی کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے بارفروشی کو اپنے محل میں بلایا، اس وقت حاکم کے پاس شہر کے بہت سارے علما، فقہا اور امرا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

بارفروشی کے بعد مرزا شیرازی بھی آ گیا، حاکمِ شہر نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ اسے اپنے پاس بٹھایا، اس کا خوب اکرام کیا، ادب کا اظہار کیا، تاہم دِل کی بات اسے نہ بتائی اور اس سے معذرت کی کہ وہ اس کا مقام نہیں جانتا تھا، اس لیے ماضی میں اس سے بہت ساری غلطیاں ہوتی رہیں۔ شیرازی اس امیر کے جھانسے میں آ گیا، اس نے اپنے سینے کے سارے راز اُس کو بتا دیے، انھیں بتا دیا کہ وہ یہ یہ خیالات رکھتا ہے اور عن قریب علما کے ساتھ بھی مناظرہ کرے گا۔ علما نے اس کے ساتھ مناظرے کی اسی وقت تیاری کر لی۔ جب گفتگو ہوئی تو شیرازی کا خیال تھا کہ حاکم بھی

---

[1] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦)

اس کے ساتھ ہے، لہٰذا اس نے جی بھر کر خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا، اس کی باتیں سن کر علما نے یہ کہا کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا، لہٰذا اسے قتل کیا جائے۔

بعض کا خیال تھا کہ یہ مجنون ہے، اس کا ذہنی توازن درست نہیں۔ اب حاکم کو بھی ساری بات سمجھ آگئی تھی۔ شیرازی نے خود اپنی حماقت سے سارے بھید اور منصوبے کھول دیے، چنانچہ حاکم نے محافظوں کو حکم دیا کہ مرزا شیرازی کو گھسیٹ کر یہاں سے لیجایا جائے، اس کی خوب پٹائی کی جائے اور ذلت آمیز سلوک کی خاطر اسے جیل میں ڈال دیا جائے۔ مرزا شیرازی کو سمجھ آگئی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوگیا ہے۔ اب اس کے زندہ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے، چنانچہ اس نے سارے دعوے چھوڑ دیے، تمام ساتھیوں سے براءت کا اظہار کیا اور جیل حکام کے قدموں میں پڑ گیا کہ وہ اسے معاف کردیں۔[1]

"اس نے اس بات سے بھی انکار کر دیا کہ وہ امام موعود کا وکیل یا نائب ہے اور وہ امام اور مسلمانوں کے درمیان واسطہ ہے۔"[2]

مگر حاکم ابھی نہیں مان رہا تھا، اس نے کہا کہ یہ انتہائی جھوٹا اور مکار آدمی ہے، جونہی اسے موقع ملے گا، یہ دوبارہ یہی حرکتیں شروع کر دے گا، لہٰذا سب لوگوں کے سامنے جمعہ کے دِن وہ اپنے دعوؤں سے براءت کا اظہار کرے اور تمام لوگوں کے سامنے توبہ کرے۔

جمعہ کے دِن تمام لوگوں کے سامنے وہ منبر پر آیا اور اس نے کہا:

"جو شخص مجھے امام کا وکیل یا باب سمجھتا ہے، اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

جو میرے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میں شرک کرتا ہوں، اس پر اللہ کا

---

[1] مفتاح باب الأبواب، مصنف: محمد مهدي الإيراني (ص: ١٣٢۔ ٣٣)

[2] مطالع الأنوار (ص: ١١٩) مطبوعه عربی.

غضب نازل ہو۔ جس کا یہ خیال ہے کہ میں حضور ﷺ کے ختم نبوت کا انکار کرتا ہوں یا کسی اور رسول کی رسالت کا انکار کرتا ہوں یا سیدنا علی کو وصی نہیں مانتا یا ان کے بعد جو امام آئے ان میں سے کسی کو بھی نہیں مانتا، اس پر اللہ کا غضب ہو۔"[1]

آوارہ کہتا ہے:

"یہ 21 رمضان 1261ھ کی بات ہے، مسجد الوکیل میں کھڑے ہو کر اس نے سارے پرانے دعووں سے انکار کر دیا۔"[2]

عباس آفندی بن حسین علی البہاء نے بھی اپنی کتاب "مقالۃ سائح" میں مرزا شیرازی کے اس انکار کو ذکر کیا ہے۔[3]

کیا جو شخص اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہو، نبی یا رسول ہو، وہ اس طرح کی حرکتیں کرتا ہے؟ کبھی اقرار اور کبھی انکار۔ یہ تو دیوانوں کی عادت ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کیجیے، قریشِ مکہ حضور ﷺ کی مخالفت میں اکٹھے ہو گئے، آپ ﷺ کو تکالیف دیں اور آپ ﷺ پر زندگی مشکل کر دی، حضور ﷺ کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا، آخری حد تک انھوں نے حضور ﷺ کو تنگ کرنے کی کوشش کی، حضور ﷺ کو پتھر مارے گئے، دورانِ سجدہ آپ ﷺ کی کمر پر اونٹ کی اوجڑی رکھ دی گئی، آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے گلا گھونٹنے کی کوشش کی گئی، حضور ﷺ کی بیٹی اور آپ ﷺ کے داماد کو شہر سے نکال دیا گیا اور آپ ﷺ کو مجبور کیا گیا کہ آپ ﷺ اپنی دعوت اور پیغام چھوڑ دیں، حضور ﷺ نے

---

1. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۱)
2. الکواکب (ص: ٤٨) مطبوعہ فارسی
3. مقالات سائح (ص: ٦۔ ٧)

تمام مشقتیں برداشت کیں، ہر تکلیف کا سامنا کیا، ان کی ترغیب و ترہیب اور دھمکیوں کے باوجود اپنے دعویٰ پر قائم رہے، بلکہ صاف صاف الفاظ میں کافروں کو کہہ دیا:

"اللہ کی قسم اگر یہ لوگ دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور مجھ سے مطالبہ کریں کہ میں اپنی دعوت چھوڑ دوں تو میں ایسا نہیں کروں گا، چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"[1]

- ابن ہشام کے مطابق:

"قریش نے حضور ﷺ کو سخت تکلیفیں دینی شروع کر دیں، علاقے کے آوارہ اور بدمعاش لوگوں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگایا جاتا، جو آپ ﷺ پر آوازیں کستے، مگر اس کے باوجود حضور ﷺ اپنی دعوت پر قائم رہے اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاتے رہے۔ ان تمام مشکلات کے باوجود حضور ﷺ نے بت پرستی کو نہیں اپنایا، بلکہ اس کی مخالفت کی اور کافروں کے کسی بھی جھانسے میں نہ آئے۔"[2]

اس طرح کی اور بھی بہت ساری مثالیں حضور ﷺ کی سیرت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جبکہ مرزا شیرازی جو انتہائی جھوٹا آدمی تھا، وہ کبھی کسی حکمران کے سامنے کھڑے ہو کر پوری طاقت سے بات نہ کر سکا۔ ایسا موقع جب بھی آیا شرمندگی اور ذلالت ہی اس کا مقدر ٹھہری، حالانکہ انبیائے کرام کا شیوہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کو سامنے دیکھ کر اور سولی پر لٹک کر بھی اپنی دعوت ترک نہیں کرتے۔

تمام انبیائے کرام کی تاریخ پڑھ لیں، تکلیفوں اور مشقتوں کے باوجود ایک نبی بھی اپنے موقف سے ذرہ بھر پیچھے نہ ہٹا۔ کسی بھی نبی نے باطل کے سامنے سر نہیں

---

[1] السیرة، مصنف: ابن هشام (١/ ٢٦٦) مطبوعه مصر.

[2] مذکورہ بالا حوالہ (۱/ ۲۸۹)

جھکایا۔ پوری تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بزدلی اور کم ہمتی کا کوئی بھی دھبہ انبیاے کرام کی معصوم اور شفاف زندگیوں پر نہیں ہے۔

دوسری جانب مرزا شیرازی، جب اس کی زندگی کی آخری رات تھی تو اسے اپنے سارے کرتوت یاد آرہے تھے، وہ یہ خواہش کر رہا تھا کہ کاش اس کی ماں نے اسے جنا نہ ہوتا، بلکہ اگلے دِن جس تکلیف کے ساتھ اسے سزا دی جانی تھی، اسے سوچ کر اس نے اپنے ساتھیوں سے روتے ہوئے کہا:

''کاش آج کی رات کوئی مجھے قتل کر دے، تاکہ کل والی ذلت برداشت نہ کرنی پڑے۔''[1]

یہ اس منحوس اور بزدل آدمی کی داستان ہے۔ جب یہ شیراز میں داخل ہوا اور اپنے منحوس عقائد پھیلانے شروع کر دیے تو اس زمانے میں وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ بہت سارے لوگ وہاں سے طاعون کی وجہ سے بھاگے، اس وبا کی وجہ سے خود مرزا شیرازی اور اس کے بہت سارے پیروکاروں کو بھی وہاں سے نکلنا پڑا۔[2]

مرزا شیرازی کا شریکِ کار:

زندگی میں کئی مواقع ایسے آئے جب مرزا شیرازی نے ان بے ہودہ دعووں سے توبہ کرنے کی نیت کی، لیکن سارے معاملات اس کے ہاتھ میں نہیں تھے، وہ لوگ جو پسِ پردہ اس کی ڈوریاں ہلا رہے تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی ساری محنت رائیگاں جائے۔ وہ مختلف طریقوں سے اس کے لیے حالات سازگار کرتے رہتے تھے، اس پر مستزاد وہ جاہل معاشرہ تھا، جو دن رات، صاحبِ زمان، قائم آلِ محمد اور مہدی موعود کی رٹ لگائے ہوئے تھا اور اس کے لبوں پر یہی دعا تھی: ''عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ''

---

1. الکواکب (ص: ۲۴۲) مطبوعہ فارسی. و (ص: ۲۳۶) مطبوعہ عربی.
2. نقطة الکاف (ص: ۱۱۳)

خدا اس کی مشکل جلدی آسان کرے۔ مرزا شیرازی کی آمد سے قبل فرقہ شیخیہ کا زور تھا۔ تقریباً نصف صدی تک وہ اپنا کام کرتے رہے، اس زمانے میں علما، خطبا اور شعرا کا ایک ہی موضوع تھا، وہ سب امام مہدی کو تلاش کر رہے تھے اور ان کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے تھے۔ لوگوں کو امام کی زیارت کے لیے تیار کرتے، ایران اور عراق کے تقریباً تمام شہروں میں امام کا انتظار بڑی شدت سے کیا جا رہا تھا، وہاں بہت سے مدارس اور مکاتب معرضِ وجود میں آئے جو لوگوں کو امام کے استقبال کے لیے تیار کر رہے تھے۔

اس لیے جب مرزا شیرازی اپنے شیخ رشتی کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا تو وہاں سے واپس وہ اپنے ماموں کے گھر نہیں گیا، کیونکہ پس پردہ کام کرنے والے لوگوں کو خطرہ تھا کہ اگر وہ اپنے گھر چلا گیا تو ان کی سارش کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔

حاکمِ اصفہان منوچہر خان الکرجی الارمنی الروسی جو روسی جاسوس دالگورکی کی طرح روس کے لیے خدمات سرانجام دے رہا تھا، جس نے اسلامی معاشرے میں نفوذ کرنے کے لیے بظاہر اسلام قبول کیا، اس نے اپنے نمایندے شیراز بھیجے، تاکہ مرزا شیرازی پر کی گئی محنت ضائع نہ ہو۔

"وہ اس کے گھر پہنچ گئے، انھوں نے مرزا شیرازی کو یقین دہانی کرائی کہ وہ ہر اعتبار سے مرزا شیرازی کا ساتھ دیں گے، لہٰذا وہ ہمت نہ ہارے، اپنی دعوت جاری رکھے اور پورے ملک میں اپنے سفیر اور مبلغ بھیجتا رہے۔ یہ ساری تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔[1] انھوں نے یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ وہ تمام دشمنوں بشمول مسلمانوں سے مرزا شیرازی کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوششیں کریں گے۔"[2]

---

[1] اسی کتاب کا حصہ "فرقہ بابیہ کی تاریخ اور اس کی نشوونما" دیکھیں۔

[2] مطالع الأنوار (ص: ١٥٦ تا ١٦٩) مطبوعہ عربی.

دوسری جانب ایران میں امام مہدی کی آمد کا غلغلہ تھا، استقبال کا شوق بڑھتا ہی جا رہا تھا، جاہل لوگ سوچے سمجھے بغیر امام مہدی کی آمد کا اعلان کر رہے تھے، چنانچہ مرزا شیرازی کو بھی لگا کہ ان حالات میں وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ اس نے روسی ایجنٹوں کی بات مان لی اوران کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کردی۔

حضور ﷺ اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کی توہین:

مرزا شیرازی کہتا ہے:

''میں اللہ کا نبی ہوں، خدا نے مجھ پر ''البیان'' نام کی ایک کتاب اتاری، اسی کتاب کے بارے میں خدا خود کہتا ہے: ''خلق الانسان علمه البیان'' الانسان سے مراد علی محمد یعنی میں ہوں، اور بیان سے مراد وہ کتاب جو مجھ پر نازل کی گئی ہے۔''[1]

پھر اس نے نقطہ کا لقب اختیار کیا کہ وہ نقطۃ العلیا اور نقطۃ البیان ہے۔[2]

اس وقت تک لوگ یہ بات مان چکے تھے کہ امام مہدی کی روح اس میں حلول کر چکی ہے، تو اس میں کیا رکاوٹ ہوسکتی ہے کہ محمد ﷺ کی روح بھی اس میں حلول کر جائے؟

عمر عنایت کہتا ہے:

''فرقہ شیخیہ کے نزدیک انسان اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا شخص آئے جس کی عادتیں پہلے زمانے کے شخص سے ملتی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانے کا شخص اب نئے وجود کے ساتھ دوبارہ آ گیا۔''[3]

---

[1] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٦) مطبوعہ: تہران.

[2] تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين (٣/ ٥٦٦)

[3] العقائد، مصنف: عمر عنایت.

چنانچہ مرزا شیرازی اسی فلسفے کے تحت یکے بعد دیگر نئے نئے عہدے حاصل کرتا رہا۔ چنانچہ اپنی فارسی کتاب ''البیان'' میں لکھتا ہے:

''حضور ﷺ نقطہ فرقان ہیں اور میں نقطہ بیان ہوں، ہم دونوں ایک ہی ہیں۔''[1]

نیز لکھتا ہے: ''اس میں تمام انبیائے کرام کی روح حلول کر گئی ہے۔''[2]

وہ کہتا ہے:

''نوح علیہ السلام کے دور میں، میں ان کے جسم میں تھا، ابراہیم علیہ السلام کے دور میں اُن کے جسم میں، موسیٰ علیہ السلام کے دور میں اُن کے جسم میں، عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اُن کے جسم میں، حضور ﷺ کے دور میں اُن کے جسم میں، علی علیہ السلام کے دور میں اُن کے جسم میں، اس طرح قیامت تک جتنے بھی لوگ آتے رہیں گے، ان کے جسم میں میری روح آتی رہے گی، ہر ظہور میں، میں حجت بن کر آتا رہوں گا۔''[3]

اپنی فارسی کتاب ''البیان'' میں وہ کہتا ہے:

''آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک ہر ظہور میں، میں آتا رہا، آدم علیہ السلام سے پہلے نقطۃ البیان، سات حروف والا یعنی میں ہی تھا، ہاں حضرت آدم کے دور میں وہ سات حروف والا شخص بچہ تھا اور اب بھرپور جوان ہو چکا ہے۔''[4]

مشہور بہائی مورخ اسلمنت کہتا ہے:

''لیکن مرزا شیرازی نے مہدی ہونے کے دعوے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ

---

[1] البیان الفارسي، مصنف: شیرازی (باب نمبر ۱۵، حصہ نمبر: ۱)
[2] مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر: ۳، حصہ نمبر: ۳)
[3] التراث الیونانی (ص: ۲۳۷) مطبوعہ عربی.
[4] البیان الفارسي (باب نمبر: ۱٦، حصہ نمبر: ۳)

اس نے نقطۃ الاولیٰ کا لقب استعمال کیا، نقطہ اولیٰ کا لقب مسلمان حضور ﷺ کے لیے استعمال کرتے تھے، حتیٰ کہ جو ائمہ آئے، انھوں نے بھی اس لقب کو اپنے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ وہ کہتے تھے کہ وہ نقطہ اولیٰ کے بعد کے لوگ ہیں اور وہ نقطہ اولیٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔ مرزا بابی شیرازی نے نقطہ اولیٰ کا لقب اختیار کر کے اپنے آپ کو بڑے دین کا بانی بنا دیا کہ وہ بھی حضور ﷺ کی طرح ایک بڑے دِین کا بانی ہے۔''[1]

مرزا شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں اپنے بارے لکھتا ہے:

''مخلوق میں میرا کوئی برابر شریک، مثال اور شبیہ نہیں ہے۔''[2]

بلکہ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ جو احکام اس پر نازل ہوئے، وہ قرآن سے بھی افضل اور اعلیٰ حکام ہیں، چنانچہ وہ کہتا ہے:

''جو چیز تجھ پر آخر میں نازل کی، وہ پہلے والوں سے بہت بہتر ہے، اس لیے تو شکر گزاروں میں سے ہو جا۔ جو احکام تجھ پر نازل کیے گئے، پہلے احکام پر اس کی فضیلت ایسے ہے جیسے قرآن کی فضیلت انجیل پر۔''[3]

حسین علی المازندرانی، مرزا بابی شیرازی اور اس کی کتاب کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اے لوگو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کی پیروی کرو، خدائے غالب و حکیم نے جو احکام تم پر فرض کیے، ان کی بجا آوری کرو اور کہہ دو کہ وہ یعنی شیرازی رسولوں کے سلطان اور ان کی کتاب ام الکتب ہے، اگر تم سمجھو۔''[4]

---

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٤)

[2] البيان العربي، باب نمبر: ٣، حصه نمبر: ٤

[3] مذکورہ بالا حوالہ، باب نمبر: ۴، حصہ نمبر: ۳

[4] لوحِ احمد، مصنف: حسین علی البہاء (ص: ۱۵۴)

مرزا شیرازی جب ماکو قلعہ میں قید تھا تو وہاں اس نے 1263ھ اور 1264ھ میں اپنی کتاب "البیان" اور "دلائل السبع" لکھیں۔

نبوت اور رسالت کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ پچھلی شریعت کو ختم کیا جائے، لہٰذا مرزا شیرازی نے سابق شریعت کو ختم کرنے کا اعلان بھی کیا۔

چنانچہ مرزا شیرازی نے بابیوں کا اجلاس طلب کیا، جن کی تعداد 51 تھی[1] اور ایک قول کے مطابق 81 تھی۔[2] ان میں ملا حسین البشروئی باب الباب، محمد علی البار فروشی الملقب بالقدوس، مرزا یحییٰ الملقب بالوحید و صبح الازل، قرۃ العین زرین تاج الملقبہ بطاہرہ اور مرزا حسین علی المازندرانی تھے۔ خراسان اور مازندران کے درمیان بدشت نامی مقام پر ماہِ رجب 1264ھ کو یہ کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس کے موقع پر پہلے سب نے خوب غل غپاڑہ کیا، اس کے بعد جن اہم امور پر گفتگو ہوئی، وہ یہ تھے:

- بابی شیرازی کو قید خانے سے نکالا جائے۔
- شریعتِ محمدیہ کا خاتمہ کیا جائے اور نئی شریعت لائی جائے۔

"پہلے معاملے کو حل کرنے کے لیے انھوں نے یہ طے کیا کہ ملک کے تمام حصوں میں مبلغین بھیجے جائیں، یہ مبلغین وہاں کے لوگوں کو تیار کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنے رشتے داروں کے ساتھ مرزا شیرازی کے ساتھ ملاقات کے لیے آئیں، جب ماکو میں اچھی خاصی تعداد میں لوگ اکٹھے ہو جائیں تو شاہ سے مطالبہ کیا جائے کہ یا تو وہ حضرت شیرازی کو چھوڑے یا وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔"[3]

---

[1] دائرہ معارف اُردیۃ (۳/۸۹۶)

[2] مطالع الأنوار.

[3] الکواکب الدریۃ، مصنف: عبدالحسین آوارہ (ص: ۲۱۹) مطبوعہ عربی.

”جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق تھا، اس پر طویل گفتگو اور بحث و مباحثہ ہوا، اس گفتگو میں یہ بات طے پائی کہ ہر نبی کی شان پہلے نبی سے زیادہ ہوتی ہے، اس کے احکام پہلے نبی کے احکام سے اکمل اور مکمل ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے نبی کو پہلی شریعت میں تغیر و تبدل کا اختیار ہوتا ہے۔ اس کانفرنس میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ شریعت میں تبدیلی ہونی چاہیے، کیونکہ ان کی نظر میں مرزا باب صرف مصلح ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ قرۃ العین طاہرہ پہلے گروہ میں سے تھی، اس نے اصرار کیا کہ تمام دوست اس کی بات سنیں اور سمجھیں کہ قائمقام کو اصل کی طرح شریعت میں تبدیلی کا حق ہوتا ہے، مثلاً اب رمضان کے روزے ختم کر دیے جائیں۔[1]

”قرۃ العین کھڑی ہوگئی، اس نے زوردار تقریر کی اور سارے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے بغیر کسی ڈر اور ہچکچاہٹ کے انھیں اپنے موقف کے لیے آمادہ کرنا چاہا، دراصل زمانے کی تبدیلیوں کی وجہ سے اس زمانے کے لوگوں میں عقیدے اور عمل کے اعتبار سے بہت ساری خرابیاں آگئی تھیں، چنانچہ قرۃ العین طاہرہ کے لیے اپنی بات کرنا آسان ہوگئی۔“[2]

شریعت کے خاتمہ کے لیے قرۃ العین کی تقریر:

محمد مہدی خان نے اپنی کتاب ”تاریخ البابیہ“ میں قرۃ العین کی تقریر نقل کی ہے، جس میں اس نے کہا:

”دوستو جان لو، حضرت باب کی آمد کے ساتھ شریعتِ محمدیہ منسوخ ہو چکی

---

① مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۲۰)

② مطالع الأنوار (ص: ۲۳٤ـ ۲۳۵) مطبوعه عربی.

ہے، ابھی تک نئی شریعت کے سارے احکام ہمارے پاس نہیں پہنچے، تم سمجھ لو کہ تم شریعتِ محمدیہ پر عمل کرتے ہوئے جو نماز روزہ ادا کرتے ہو یا زکات دیتے ہو، تمھارے یہ سارے اعمال لغو اور باطل ہیں۔ آج کے بعد کوئی بھی یہ کام نہیں کرے گا۔ جو کرے گا، وہ غافل اور جاہل ہوگا۔ مولانا الباب عنقریب شہروں کو فتح کریں گے، آبادیوں کو اپنے تابع کریں گے، سات سمندر ان کے تابع ہو جائیں گے، پھر ساری دنیا انہی کے دِین پر چلے گی۔

''اب دِین صرف ایک ہی رہ جائے گا، وہ دِین حق ہوگا، وہ دِین جدید ہوگا، تم اِس دین کو کیا سمجھتے ہو؟ ابھی تک ہمارے پاس صرف تھوڑا سا دِین پہنچا ہے، اسی تھوڑے سے دِین کی بنیاد پر میں تمھیں بتاتی ہوں کہ اس دِین میں کوئی تکلیف نہیں، کوئی مشقت نہیں، کوئی سختی نہیں، آج تمھارے اوپر کوئی بوجھ نہیں ہے، کوئی حکم کوئی وحی نہیں، اب ہم تنہائیوں سے نکل کر کثرتوں میں آگئے ہیں، اپنے چہروں پر پڑے یہ سب نقاب کھینچ دو، تمھارے اور عورتوں کے درمیان جو دُوریاں ہیں اسے ختم کر دو، تم بھی اپنی عورتوں کے ساتھ برابر کے کام کرو۔ جب وہ محنت کرے تو اس کا ہاتھ بٹاؤ، اسے خلوت سے نکال کر جلوت میں لے آؤ، وہ زندگی کی خوشبو اور مٹھاس ہیں اور اب اس پھول کو توڑ کر اس کی خوشبو لینے کا وقت آ گیا ہے۔

''اس عورت کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ زور سے ملایا جائے، تا کہ اس کی خوشبو سونگھی جائے، کم وکیف میں مت پڑو، گنتی شمار نہ کرو، یاد رکھو پھول کھلتا ہے تو اس کو توڑ لیا جاتا ہے، پھر وہ پھول دوستوں

کو ہدیہ اور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ یاد رکھو جو مال تم نے اپنے پاس چھپایا ہوا ہے، وہ اس فتنے کی جڑ ہے، مال کو لٹاؤ، فقیر کو بھی غنی بنا دو۔[1]

''اور اپنی بیویوں کا دوستوں سے پردہ نہ کراؤ، آج کے بعد کوئی پردہ نہیں ہے، کوئی تکلیف اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس زندگی میں جتنا حصہ لے سکتے ہو، لو۔ جتنے مزے کر سکتے ہو، کرو، موت کے بعد کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے۔''[2]

اس طرح کی مادر پدر آزاد اور فاحشہ عورت نے لوگوں کے جذبات اُبھار کر نیا دِین بنانے کے لیے انھیں تیار کرنا چاہا، ایسا دِین جو خدا کا اتارا ہوا نہیں بلکہ دِینِ اسلام سے باغی اور سرکش لوگوں نے اسے اپنی خواہشات کے مطابق تشکیل دیا۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے اس کانفرنس کی پوری روداد نقل کی ہے، جس سے بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔[3]

خود اس کے بارے میں بشروئی کہتا ہے:

''بدشت کانفرنس میں شرکت کرنے والوں پر حد لگاؤں گا۔''[4]

اس کانفرنس کی قراردادیں مرزا محمد علی شیرازی کو بھیجی گئیں، اس نے ان قراردادوں سے اتفاق کیا اور بالخصوص اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب البیان میں کہتا ہے:

---

1. شاید اس نے یہ ساری بنیادی باتیں فرقہ مزدکیہ سے لی ہوں، جو اباحت کا قائل تھا، پھر کمیونسٹوں نے یہ سارے افکار اس سے یا اصل مزدکی فرقے سے لیے۔
2. مفتاح باب الأبواب (ص: ۱۸۰)
3. مزید تفصیلات کے لیے اسی کتاب کا حصہ ''بابیہ کی تاریخ اور اس کی نشوونما'' دیکھیں۔
4. نقطة الكاف (ص: ۱۵٤) مصنف: بابی الکاشانی، تحقیق پروفیسر براؤن، مطبوعہ: لیڈن۔

”صرف وہی بات مانو جو البیان میں آئی، یا علم الحروف کے ذریعے سامنے آئے۔ یاد رکھو البیان کی حدود سے باہر نہ نکلنا، ورنہ پریشانی تمھیں آن گھیرے گی۔ جو ان حدود سے نکلے گا، وہ ہدایت سے نکل جائے گا۔ کہہ دو اے اہلِ ہدایت! میرے طریقے پر چلو، ہدایت پاؤ گے۔“[1]

محمد مہدی خان نے نقل کیا ہے کہ مرزا شیرازی نے علما کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اے علما کی جماعت! کیا یہ بات تمھارے لیے زیادہ مناسب نہیں تھی کہ تم خواہشات کو چھوڑتے، گمراہیوں کو ترک کرتے اور ہدایت کا اتباع کرتے؟ دیکھو تمھارے نبی نے تمھارے لیے صرف ایک کتاب قرآن چھوڑی، لو میری کتاب لو، البیان کی تلاوت کرو، اسے پڑھو اور تم دیکھو گے کہ اس کی عبارت قرآن سے زیادہ فصیح ہے اور اس کے احکام قرآن کو بھی منسوخ کرنے والے ہیں۔“[2]

شیرازی یہ بھی کہتا ہے:

”چھٹا باب جو تمام پہلی کتابوں کو ختم کرنے والا ہے، سوائے اُن کتابوں کو جنھیں میں نے تصنیف کیا یا جنھیں ابھی تصنیف کیا جائے گا۔“[3]

مرزا شیرازی کا شاگرد مرزا حسین علی المازندرانی اپنی کتاب ”الإیقان“ میں لکھتا ہے:

”موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تورات تھی، عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انجیل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فرقان اور اس زمانے میں البیان ہے۔“[4]

---

[1] البیان العربي (باب نمبر ١٠، حصہ نمبر ٤)

[2] مفتاح باب الأبواب (ص: ١٣٧) مطبوعہ: عربی.

[3] البیان العربي (باب نمبر ٦، حصہ نمبر ٦)

[4] الإیقان، مصنف: حسین علی المازندراني البهاء (ص: ١٧١) مطبوعہ پاکستان (ص: ١٣٨) مطبوعہ عربی.

عباس بن المازندرانی کہتا ہے:

”حضرت باب نے پہلے ادیان کے نسخ اور فسخ کا فیصلہ نہیں کیا، یہ فیصلہ ان سے پہلے ان کے والد اور حضرت قدوس اور طاہرہ نے کیا تھا۔“[1]

قدرت کی جانب سے اس دجال کو ذلیل کرنا مقصود تھا، اس لیے وہ دعوے پر دعویٰ کرتا گیا، جب ایک دفعہ دعوے شروع کیے تو پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

دوسری توبہ:

جب حکومت کو اس کانفرنس کی خبریں پہنچیں تو حکومت نے فیصلہ کیا کہ شیرازی کو قلعہ ماکو سے قلعہ جہریق منتقل کیا جائے۔[2]

اسی دوران میں اس کا گزر تبریز نامی شہر سے بھی ہوا۔ یہاں مرزا شیرازی اور علما کے درمیان کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں ولی عہد ناصرالدین شاہ القاجاری بھی موجود تھا۔ جب مرزا شیرازی کو علما کے مقابلے میں شکست ہوئی تو ناصرالدین شاہ نے حکم دیا کہ اسے پاؤں پر اٹھارہ ڈنڈے مارے جائیں۔[3]

جونہی مرزا شیرازی کو ڈنڈے پڑے، اس نے فوراً اپنے عقائد سے توبہ کی، معذرت کی اور ایک بار پھر نبوت، مہدویت اور قائم ہونے سے انکار کر دیا۔

توبہ کا تاریخی معاہدہ:

پروفیسر براؤن جو بابی فرقے کا بڑا مداح اور معترف ہے، اس نے توبہ کے ان واقعات کو تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔ ہم اس کے الفاظ کو فارسی سے ترجمہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ شیرازی نے ولی عہد ناصرالدین شاہ کو خط لکھا:

---

1. تذکرة الوفا (ص: ۳۰۷) فارسی۔
2. نقطة الکاف، نیز دیکھیں: الکواکب، مطالع الأنوار وغیرہ۔
3. نقطة الکاف (ص: ۱۳۸)

"میری جان آپ پر قربان، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اس کا اہل اور مستحق ہے۔ اللہ کا شکر ہے جو اپنے فضل و رحمت کے ظہور سے اپنے تمام بندوں کو محیط ہے۔ پھر خدا کا شکر ہے، جس نے آپ کو مہربانی اور نرمی کا چشمہ بنایا، جو مجرم اور گنہگاروں پر مہربانی کرتے ہیں، جو خطا کاروں اور نافرمانوں پر رحم کرتے ہیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ بندۂ حقیر پر تقصیر کبھی خدا کی رضا کے خلاف نہیں گیا، اس نے کبھی اہلِ ولایت کا انکار نہیں کیا، یقین جانیے کہ میرا دِل پکے ایمان والے کا دِل ہے جو خدا کی وحدانیت، حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور اہلِ ولایت کی ولایت پر یقین رکھتا ہے۔ میری زبان اللہ کی نازل کردہ ہر چیز کا اقرار کرتی ہے۔ میں خدا کی رحمت اور مہربانی کا طلبگار ہوں۔ خدا کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کرتا۔ اگر مجھ سے یا میرے قلم سے کچھ ایسے لفظ نکلے جو حق کے خلاف ہیں تو میرا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا۔

"بہرحال پھر بھی میں ایسی کسی بھی حرکت پر توبہ و استغفار کرتا ہوں کیونکہ ایسا کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا۔ میں اس بات پر بھی توبہ کرتا ہوں کہ لوگ اس طرح کی چیزیں میری طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ میں حضرت مہدی کے نائب ہونا یا باب ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا' میں جنابِ حضرت شہنشاہ اور آپ کی جناب سے امیدوار ہوں کہ آپ مجھ پر شفقت و مہربانی کریں گے۔ والسلام۔"[1]

یہ اس دجال اور جھوٹے آدمی کی حقیقت ہے۔ وہ صرف اس حد تک نہیں رہا

[1] الدراسات في الديانة البابية، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: ٢٥٧) مطبوعہ: انگریزی.

بلکہ درجہ بہ درجہ اپنی بیہودگیوں اور ہفوات میں بڑھتا ہی گیا۔ نبوت اور رسالت کے بعد اب ایک ہی درجہ رہ گیا تھا، یعنی خدائی کا درجہ۔

خدائی کا دعویٰ:

جس طرح مرزا شیرازی بار بار توبہ کرتا رہا، اسی طرح وہ بار بار دعوے بھی کرتا رہا۔ پہلے اس نے باب اور پھر مہدی اور پھر نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تاہم اس کے پیروکار بھی انتہائی جاہل تھے جو اس کے دعوؤں پر اس کو آگے سے آگے ہی بڑھاتے رہے۔

جو جاہل اسے نبی، رسول مان رہے تھے، اس کی بیہودگیوں اور بکواسات کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ ان کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ ہو گیا، بھلا وہ اسے خدا کیوں نہ مانتے؟ اور پھر جب وہ خود ہی گمراہ ہونے کے لیے تیار تھے تو اُن کی قیادت مرزا شیرازی کیوں نہ کرتا؟ سب سے پہلے مرزا شیرازی میں باب کی روح حلول کر گئی، پھر مہدی، پھر سیدنا علی، پھر حضور ﷺ اور پھر آخر میں خدا کی روح مرزا شیرازی میں آ گئی۔ جب اسے قلعہ جہریق میں منتقل کیا گیا تو وہاں اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور وہ الفاظ کہے، جو ہم نے پیچھے بیان کیے: میں نوح علیہ السلام کے زمانے میں اُن کے جسم میں تھا... الخ۔

نیز کہتا ہے:

> ''میں ہی آسمانوں پر موجود ذات ہوں، پہلے بھی ظاہر ہوتا رہا۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ باقی سب کا ظہور ہو جائے، تاکہ باقی صرف میں ہی رہ جاؤں۔ میں آئینہ ہوں اور مجھے دیکھ کر خدا کو دیکھا جا سکتا ہے۔''[1]

اسی کے بارے میں بروکلمین کہتا ہے:

---

[1] العقيدة والشريعة، مصنف: گولڈ زیہر (ص: ٢٤٢) مطبوعہ عربی۔ نیز دیکھیں: مفتاح باب الأبواب (ص: ١٠٠)

’’پہلے اس نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر دعویٰ کیا کہ وہ وہ آئینہ ہے، جس میں خدا کو دیکھا جا سکتا ہے۔‘‘[1]

اس نے کہا:

’’سب سے بلندترین مرتبہ جو حضرتِ حق کا ہے، وہ میری ذات میں مادی اور جسمانی اعتبار سے حلول کر چکا ہے۔‘‘[2]

اس نے مرزا یحییٰ صبح الازل کو جو وصیت کی تھی وہ بطور خدا اور الٰہ کے تھی۔ ان الفاظ کو پروفیسر براؤن اپنی کتاب ’’نقطة الکاف‘‘ کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

’’الله أكبر تكبيراً كبيراً، هذا كتاب من عند الله المهيمن القيوم قل كل من الله مبدأون، قل كل إلى الله يعودون، هذا كتاب من على قبل نبيل۔[3] ذكر الله للعالمين إلى من يعدل اسمه اسم الوحيد[4] ذكر الله للعالمين، قل كل من نقطة البيان ليبدأون ان يا اسمه الوحيد فاحفظ ما نزل في البيان و أمر به فإنك لصراط حق عظيم‘‘[5]

بابی، مرزا شیرازی کو رب کے لفظ سے پکارتے تھے۔ چنانچہ بابیوں کی تاریخ پر مشہور کتاب ’’نقطة الكاف‘‘ وغیرہ میں کئی مقامات پر ’’حضرة الرب الأعلیٰ‘‘

---

1. تاريخ الشعوب الإسلامية (٣/ ٦٦٥)
2. العقيدة والشريعة (ص: ٢٤٢)
3. اس سے مراد وہ اپنی ذات ہی لیتا ہے، یعنی علی محمد، اس لیے کہ لفظِ نبیل اعداد کے حساب سے لفظِ محمد کے برابر ہے۔
4. اس سے مراد یحییٰ ہے اس لیے کہ الوحید کے اعداد لفظ یحییٰ کے برابر ہیں۔
5. مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: : لد، له) مط[illegible]

کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔[1]

حسین علی البہاء بھی اسے رب اور اللہ کے نام سے پکارتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ قرآن پاک کی اس آیت: ''وہ انتظار کر رہے ہیں کہ خدا اُن کے پاس بادلوں سے فرشتوں کے جلو میں آئے اور سارا معاملہ ختم ہو جائے۔'' میں مرزا شیرازی کا ذِکر ہے۔ اسی طرح وہ مرزا شیرازی کے لیے ''مالك الغيب والشهود'' کا لفظ بولتا تھا۔[2]

''دائرة المعارف للأديان والمذاهب'' میں مذکور ہے:

''بابی مرزا شیرازی کو رب سمجھتے تھے اور اسے حضرۃ الرب الاعلیٰ کہہ کر پکارتے تھے۔ مرزا جانی کاشانی کی کتابوں سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ خدائی کے مقام پر فائز تھا۔''[3]

مشہور بہائی مبلغ اور مورخ الفضل الجلبائیجانی اپنی کتاب ''الفرائد'' کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''ہم حضرت مرزا علی محمد کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور خدا ہیں۔''[4]

تو یہ ہے سارا قصہ کہ کس طرح ایک شخص اپنی خواہشات اور آرزوؤں کا اسیر ہو کر چلا، اسے مہدیٔ منتظر کو دیکھنے کا شوق تھا، پھر وہ مہدی کا باب بنا، باب سے مہدی، مہدی سے مسیح، مسیح سے نبی اور نبی سے خدا بنا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جس طرح شیرازی ترقی کے درجات طے کرتا گیا، اسی طرح اس کے پیروکار بھی بڑے بڑے القاب اور اعلیٰ مقام پاتے گئے، مثلاً:

---

(1) نقطة الكاف (ص: ٢١٣ و ٢٤٠)

(2) لوح ابن ذئب (ص: ٧٨ اور ٨٣، مصنف: المازندرانی، مطبوعہ پاکستان.

(3) دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠١) مطبوعہ انگریزی.

(4) [illegible] مطبوعہ: پاکستان.

اس نے بارفروشی اور القدوس کو نبی اور مسیح بنا دیا۔[1]

مومن الہندی کو مہدی بنا دیا۔[2]

۔ یحییٰ صبح الازل کو رسول اور چھوٹا خدا بنادیا۔[3]

اس طرح اور بھی بہت سارے لوگوں کو اعلیٰ مناصب دیے گئے۔

یہ خدا کی قدرت ہے کہ انسان جتنی مرضی ترقی کر لے اور جتنے مرضی دعوے کرے، اس کی بشری کمزوریاں سامنے آ کر رہتی ہیں اور یہ بشری کمزوریاں اسے اپنی اوقات میں رکھتی ہیں، ان بشری کمزوریوں کے ذریعے دوسرے لوگوں کو پتا لگ جاتا ہے کہ یہ خدا نہیں، بلکہ اس کا بندہ ہے۔ دراصل یہ ایک موقع ہوتا ہے کہ وہ انسان توبہ کرکے اس طرح کے بیہودہ عقائد سے بے زاری کا اظہار کرے۔ لیکن یہ گھٹیا آدمی بڑھتا ہی گیا، اس نے ہر حد پار کر دی، اندھا، گونگا اور بہرہ بن کر چلتا رہا، اس کو توبہ کے کئی مواقع ملے، مگر تکبر اور غرور میں آ کر وہ ان موقعوں کو ٹھکراتا رہا۔ جب اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تو اس پر اسے پہلی سزا ملی یعنی:

"اسے زمین پر پھینکنے کے بعد اس کے پاؤں پر اٹھارہ ڈنڈے لگائے گئے۔"[4]

"ہر طرف سے اس کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا جاتا تھا، اس زمانے میں ذلیل و خوار کرنے کے جو بھی طریقے رائج تھے، وہ سب اس پر آزمائے گئے، اس کی گردن میں اس کی پگڑی باندھ کر اسے کھینچا جاتا اور

---

[1] نقطة الكاف (ص: ۱۹۹ اور ۲۰۷)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۱۴)

[3] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۰۸)

[4] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۳۸)

ذلت وتوہین کا سارا سامان فراہم کیا جاتا۔"[1]

اب یہ کس طرح کا خدا تھا جو یوں حقارت اور ذلت کو برداشت کر رہا تھا؟ عام لوگ اسے گھسیٹ اور کھینچ رہے تھے، مگر وہ اپنے اوپر سے اس عذاب کو دور نہیں کر سکتا تھا، اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ اور رب ہے، خدا ایسی بے ہودگیوں سے پاک ہے۔

"اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا، تکالیف اور سختیاں بڑھ گئیں۔"[2]

"اسے شدید تشدد اور ظلم کا نشانہ بنایا گیا، وہ آہ اور اُف اُف ہی کرتا رہتا، پھر ماکو میں گزرے دنوں کو یاد کرتا کہ وہ کتنی خوشحالی کے دن تھے۔ اس کے مقابلے میں یہ دن بڑے سختی کے تھے، اس لیے مرزا شیرازی ماکو کو نرم اور جہریق کو سخت کہتا تھا۔"[3]

مرزا شیرازی کے ساتھ جیل میں قید اس کے کاتبِ وحی ملا حسین الیزدی جیل کے پہریداروں کو گھٹیا، گندے اور تندخو کہتا تھا۔[4]

بالآخر خدا کا غضب اس پر نازل ہوا، جب اسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی تو اس نے سب کے سامنے رونا شروع کر دیا، ان لوگوں کے سامنے جن سے وہ توقع رکھتا تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور اسے سجدہ کریں گے۔[5]

یہ کتنا کمزور اور بزدل خدا تھا۔ یہ کیسا خدا تھا جو اپنے بندوں کے سامنے گڑگڑا رہا تھا، ان کے پاؤں پکڑ رہا تھا اور ان کی منتیں کر رہا تھا۔

جس صبح اسے پھانسی دی جانی تھی، اس رات کی ذلت کا بھی کیا کہنا، اس کی

---

1. الكواكب (ص: ۲۲۳) مطبوعه فارسی.
2. الكواكب (ص: ۲۲۷) مطبوعه فارسی.
3. مطالع الأنوار، مصنف: الزرندي البهائي (ص: ۲٤۳) مطبوعه انگریزی.
4. دائرة المعارف الأردية (جلد: ۳)
5. الكواكب (ص: ۲٤۳) مطبوعه: فارسی، مصنف: عبدالحسین آواره.

ساری بہادری، نبوت، خدائی، مہدویت اور بابیت ہوا ہوگئی۔ آخری وقت تک وہ گڑگڑاتا ہی رہا۔[1]

اس وقت اس کی رونے کی آواز سننے والوں کے دِل دہلائی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا:

"کاش کوئی مجھے ابھی قتل کر دے، جو بھی کرے گا وہ صحیح کرے گا۔"[2]

آخری وقت میں وہ ساری بہادری، صبر اور جرأت بھول گیا۔ یہ شخص جو خود کو بابیوں اور بہائیوں کا خدا کہتا تھا، روتے دھوتے اور معافیاں مانگتے اس دنیا سے چلا گیا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو خدا پر بہتان باندھے، یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی، حالانکہ اس کے پاس کوئی وحی نہیں آئی، اور جو یہ کہے کہ خدا کی طرح میں بھی کتاب لے کر آؤں گا، کاش آپ ظالموں کو دیکھیں جب وہ قریب المرگ ہوں، فرشتے ہاتھ پھیلائے ان کے سامنے کھڑے ہیں، نکالو اپنی جان، آج کے دِن تمھیں اہانت آمیز سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم خدا کے بارے میں ناحق بات کہتے تھے اور خدا کے احکام سے اعراض کرتے تھے۔"[3]

---

① الکواکب (ص: ٢٤٢) مطبوعہ فارسی و (ص: ٤٢٢) مطبوعہ عربی۔

② الکواکب (ص: ٤٣٦) مطبوعہ عربی، و (ص: ٢٤٣) مطبوعہ فارسی۔ نیز دیکھیں: نقطة الکاف، مصنف: جاني الکاشاني (ص: ٢٤٦)

③ سورة الأنعام [آیت: ٩٣]

باب 3

بابیت کی شریعت

اور

اس کی تعلیمات

اس اعتبار سے بابیت دوسرے ادیان سے مختلف ہے کہ یہاں ہر شخص کو یہ دِین قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ہر شخص کو بادلِ نخواستہ بابیت میں داخل ہونا پڑتا ہے اور جو شخص بابیت کو قبول نہ کرے، بابی اصول کے مطابق ایسا شخص واجب القتل ہے اور اسے اس دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ دراصل بابیت کی بنیاد ہی زمین پر فساد اور معصوم اور بیگناہ لوگوں کو قتل کرنے پر ہے۔ اسی طرح فرقہ بابیہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ جو شخص اس فرقے میں داخل ہو جائے، اس کے لیے تمام شرعی احکام ساقط ہو جاتے ہیں، ہر کام کرنا اس کے لیے حلال ہو جاتا ہے، مردوں عورتوں کے درمیان اختلاط جائز ہو جاتا ہے۔ شرافت و اخلاق کے جو معیار ہیں، وہ سب ختم ہو جاتے ہیں۔ جتنے بھی آسمانی مذاہب ہیں، ان میں تو اقدار اور اخلاق کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو نیکی، اچھائی اور سخاوت کا حکم دیتے ہیں۔ انھیں وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور اپنی بات دعوت و تبلیغ کے ساتھ سمجھانے کا پیغام دیتے ہیں، مثلاً: اسلام اکراہ اور جبر سے مکمل طور پر منع کرتا ہے۔ اسلام تشدد اور سختی کا قائل نہیں ہے۔

دستورِ اسلامی کے مطابق قرآن پاک میں، جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، ارشاد فرمایا گیا:

”دین میں کوئی جبر نہیں۔ بتحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔“[1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں:

”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بصیرت کے ساتھ لوگوں کو بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گفتگو کیجیے، بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ کون راہِ راست سے بھٹک گیا اور وہ جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو بھی۔“[2]

نیز فرماتا ہے: ”آپ ان پر پہریدار نہیں ہیں۔“[3]

نیز فرماتا ہے:

”کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔“[4]

نیز فرماتا ہے:

”آپ کہہ دیجیے کہ یہ حق میرے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔“[5]

نیز فرماتا ہے:

”یہ کتاب ڈرانے والی ہے انسانیت کو، جو چاہے آگے اپنے لیے ذخیرہ بھیجے۔“[6]

اس طرح کی اور بھی بہت ساری آیات قرآن پاک میں موجود ہیں، جن سے

---

① سورة البقرہ [آیت: ٢٥٦]
② سورة النحل [آیت: ١٢٥]
③ سورة الغاشية [آیت: ٢٢]
④ سورة يونس [آیت: ٩٩]
⑤ سورة الكهف [آیت: ٢٩]
⑥ سورة المدثر [آیت: ٣٦۔ ٣٧]

معلوم ہوتا ہے کہ دین میں قطعاً اکراہ اور جبر نہیں ہے۔ اسلامی احکام کے مطابق کسی پر ظلم کرنا اور اس کا مال لوٹنا حرام ہے، اگرچہ فریقِ ثانی کا تعلق کسی اور مذہب سے ہو یا وہ آپ کا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''کسی قوم کی دشمنی تمھیں ظلم پر نہ ابھارے، عدل کرو اس لیے کہ عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ سے ڈرو، جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔''[1]

قرآن پاک میں اس موضوع پر بہت ساری آیات ہیں، وہ قرآن پاک جو مسلمانوں کا دستور اور اسلام کی بنیاد ہے۔ اسی طرح دیگر آسمانی مذاہب میں بھی یہی تعلیمات دی گئی ہیں، ان میں روحانیت اور احترامِ انسانیت و آدمیت کا سبق دیا گیا۔ اس کے برعکس فرقہ بابیہ میں ایسا کچھ بھی نہیں۔ فرقہ بابیہ کا بانی اپنی کتاب جس کے بارے میں وہ کہتا ہے:

''اس کتاب نے آ کر قرآن پاک کو منسوخ کر دیا۔ اللہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں کتاب اور حجت نازل کرنے پر قادر ہے، تاکہ اس کی مخلوق راہنمائی حاصل کرے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے 1270 برس بعد اللہ تعالیٰ نے البیان نامی کتاب اتاری اور خدا نے علی محمد کو اپنی حجت بنا کر بھیجا۔''[2]

اسی کتاب کے بارے میں مرزا شیرازی مزید کہتا ہے:

''اگر محمد ﷺ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پاک کی ایک سورت کے مقابلے میں بھی کوئی سورت لانے سے انسانیت عاجز ہے تو میں کہتا ہوں کہ

[1] سورة المائدة [آيت: ٨]

[2] البيان العربي (حصه نمبر: ١)

انسانیت میرے البیان کے ایک حرف کے مقابلے میں حرف لانے سے بھی عاجز ہے۔"[1]

اس کے مطابق یہ اس زمانے کی کتاب ہے جیسا کہ حسین علی البہاء، جو بہائیوں کا قائد اور اُن کا رب ہے، کہتا ہے:

"مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تورات، عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انجیل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فرقان اور اس زمانے میں البیان نازل کی گئی۔"[2]

اس کتاب کے بارے میں مرزا علی شیرازی لکھتا ہے:

"وہ تمام بادشاہ جو البیان کے زمانے میں زندگی گزاریں گے، ان کے لیے ضروری ہے کہ اس دِین کے مطابق عمل کریں۔ اسی طرح تمام لوگوں پر بھی یہ احکام فرض کیے گئے ہیں۔"

ایک اور روایت کے مطابق:

"زمین پر کوئی ایسا آدمی باقی نہیں رہے گا جو اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ سوائے وہ لوگ جو اپنے علاقوں میں تجارت کر رہے ہیں۔ جب بیان آجائے تو سب اس کی تابعداری کریں گے۔ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو مجھ ہی سے ڈرو۔"[3]

اس بنیاد پر بابیوں نے ایران کے طول و عرض میں تشدد اور عقوبت خانے قائم کیے۔ جو شخص بھی بابی فرقے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا، اسے ان عقوبت خانوں میں لا کر تکلیفیں دی جاتیں اور مجبور کیا جاتا کہ وہ اس فرقے کے احکام پر عمل کرے۔

---

[1] مفتاح باب الأبواب (ص: ٢٠)

[2] الإيقان، مصنف: حسين على البهاء (ص: ١٣٨)

[3] البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ٧)

اس معاملے میں بابی اتنے متشدد تھے کہ ان کا سربراہ سید یحییٰ الدارابی کہتا ہے:

''اگر میرے والد سید جعفر الدارابی بھی اپنے تمام تر احترام اور عظمتِ شان کے باوجود، حضرت شیرازی کے ظہور سے انکار کریں گے تو اللہ کی قسم میں اپنے محبوب کی خاطر ان کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گا۔''[1]

اسی بات کا اقرار عباس آفندی، ابن حسین علی مازندرانی نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے کہ باب اور بابیوں نے تمام ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو بابیت کو قبول نہیں کرتے تھے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

''حضرت اعلیٰ کے ظہور کے دن حکم یہ تھا کہ گردنیں اُڑائی جائیں، کتابوں اور صفحات کو آگ لگا دی جائے، گھر گرا دیے جائیں اور جو لوگ حضرت پر ایمان لائیں اس کی تصدیق کریں، ان کے علاوہ سب کو قتل کر دیا جائے۔''[2]

شاید بابیت وہ واحد فرقہ ہے جو اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو ماریں، ان کا مال چھینیں، کیونکہ وہ ان کی بکواسات پر ایمان نہیں لا رہے۔ شیرازی خود کہتا ہے:

''جو شخص البیان کے عہد میں داخل نہ ہو، اس کی ملکیت کی تمام چیزیں لے لی جائیں اور اگر وہ ایمان لائیں تو ان کو وہ چیزیں لوٹائی جائیں، سوائے اس کے کہ تم ایسے مقام پر ہو، جہاں تم واپس لوٹانے پر قدرت نہ رکھتے ہو۔''[3]

صرف یہی نہیں، بلکہ اس جاہل، پاگل آدمی نے یہ بھی حکم دیا کہ جتنی بھی کتابیں ہیں، چاہے وہ مقدس ہوں یا غیر مقدس، جتنی بھی علمی کتابیں ہیں ان سب کو

---

1. نقطة الكاف، مصنف: مرزا جاني الكاشاني (ص: ١٢٢) مطبوعه ليڈن.
2. مكاتيب عبدالبهاء، مصنف: عباس (٢/ ٢٦٦) مطبوعه فارسى.
3. البيان العربي (باب نمبر ٥، حصه نمبر ٥)

ختم کیا جائے، اب ان کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ مثلاً: وہ البیان میں کہتا ہے:

''البیان کے علاوہ کسی اور کتاب کی تدریس جائز نہیں، سوائے اس کے کہ علم الحروف بارے بحث کی جائے یا البیان کے اوپر اگر کوئی تفریع ہو۔ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! تم ادب کے ساتھ رہو اور اپنی طرف سے کوئی چیز نہ بناؤ۔''[1]

اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں کہتا ہے:

''تمھارے لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ تم کسی اور کتاب کو دیکھو، تاکہ تم حیا کرو اور پھر ادب کرو۔''[2]

اس سے بھی زیادہ وہ کہتا ہے:

''تم نے جو کچھ لکھا ہے، اسے مٹا دو، صرف البیان سے دلیل پکڑو اور اسی کے سائے میں پلو بڑھو۔''[3]

ایک اور نسخے میں کہتا ہے:

''تمام کتابوں کو مٹا دینے کا حکم دیا گیا ہے، سوائے اس کے کہ جو میں نے لکھیں یا جو ابھی البیان کے بارے میں لکھی جائیں۔''[4]

تو یہ فرقہ بابیہ کا دستور اور شریعت ہے۔ جبر و قہر کے ذریعے وہ لوگوں کو اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظلم اور جہالت کے ساتھ وہ اپنی شریعت کو رائج اور دوسروں کو ختم کرتے ہیں، حتیٰ کہ جو شخص ان کی شریعت کو نہ مانے، اسے ان

---

① البيان العربي (باب نمبر ١٠، حصه نمبر ٤)

② البيان العربي (باب نمبر ١٨، حصه نمبر ٦)

③ البيان العربي (باب نمبر ٦، حصه نمبر ٦)

④ البیان میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس کے کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کو پڑھانا جائز نہیں ہے۔ منطق اور اصول کی تمام کتابیں اختراع کردہ ہیں اور ان کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔

کی سرزمین پر رہنے کا حق بھی نہیں۔ دیگر اہلِ مذاہب کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنی کتابوں کی تعلیمات پر عمل کریں، اپنی کتابوں کی درس و تدریس کریں، اپنی محترم شریعت پر عمل کریں، بلکہ بابیوں کا سربراہ تو اپنے مریدین کو یہ حکم دیتا ہے کہ جتنے بھی بیگناہ لوگ تھے، ان سب کو قتل کیا جائے، ان کا خون بہا دیا جائے، ان کی عزتیں تار تار کی جائیں، ہر قسم کے حرام کام کا ارتکاب کیا جائے، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے منع کیا گیا ہو، چنانچہ بابیوں نے اپنے گرو کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ایران میں بڑے فتنے برپا کیے۔ دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں کو اس حد تک تنگ کیا، انھیں اپنی لوٹ مار کا نشانہ بنایا کہ وہ ایران چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ بابیوں کا یہ فتنہ فساد اس حد تک بڑھا کہ حکومت قاجاریہ بھی اس فتنے کی بیخ کنی کرنے پر مجبور ہوگئی۔ حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، تاکہ ایران میں امن و امان بحال ہو جائے۔

اس مقالے میں میری خواہش یہ ہے کہ میں بابیوں کی تعلیمات اور ان کی شریعت کے بارے میں کچھ معلومات قارئین کی نذر کروں، تاکہ قارئین خود ان بیہودہ تعلیمات اور شل دماغوں کے افکار کا جائزہ لیں، تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آئے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ جو بھی نیا دِین آتا ہے، اس کا مقصد صرف اور صرف دنیا کی راہنمائی اور ان کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔ ہر دِین کے احکام انتہائی متوازن ہوتے ہیں، ان میں عملی اعتبار سے متانت اور سنجیدگی ہوتی ہے، ان احکام پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے، یہ خیالی اور رومانوی افکار نہیں ہوتے، مشکل اور اِبہام پر مبنی خیالات نہیں ہوتے، اسی طرح یہ سنت اللہ اور فطرت کے مخالف نہیں ہوتے۔

یہ افکار ہمیشہ بڑے ہی واضح اور جلیل ہوتے ہیں، تاکہ لوگ انھیں سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ اس کے برعکس فرقہ بابیہ کے لوگ اپنے مذہب کے اوپر عمل نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے مذہب کی تعلیمات مبہم اور پیچیدہ باتوں پر مشتمل ہیں، جس کے ہر

ہر لفظ سے جہالت ٹپک رہی ہے۔ وہ فطرت اور عقل کے خلاف ہیں۔ اس کے احکام میں توازن ہے اور نہ سمجھنے کی گنجایش۔ چند مثالیں بطور نمونہ پیش ہیں:

مرزا شیرازی اپنی فارسی کتاب البیان میں اللہ کے بارے میں لکھتا ہے:

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ادراک کرنے والا ہے مگر کوئی چیز اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کو نہیں پہچانتا۔ خدا کو جاننے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے مظہر کو پہچانا جائے۔ خدا سے ملاقات کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے مظہر سے ملاقات کی جائے، اس لیے کہ عرض ذات کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا جو ذِکر آیا ہے، اس سے مراد مظہر سے ملاقات ہے۔''[1]

اسی طرح یہ جو عقیدہ ہے:

''فرشتے اللہ پاک کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اشیا اس کے سامنے پیش کرتے ہیں، تو بابیہ کے مطابق اس کا تصور کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حاضر یا ماضی میں کسی کو بھی اس ذاتِ ازلی تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس ذات کا نہ تو ابتدا ہے اور نہ انتہا ہی۔ اس تک پہنچنا اور اس سے رجوع کرنے کا مطلب اس کے مظہر تک پہنچنا اور اس سے رجوع کرنا ہے۔''[2]

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیا کا خالق نہیں ہے، تمام اشیا کی خالق وہ مشیت اور مرضی ہے جو خدا تعالیٰ کے مظہر میں ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''مظاہر خداوندی میں جو مشیت ظاہر ہوتی ہے، وہی تمام اشیا کو پیدا کرتی

---

[1] البيان الفارسي (باب ۷، حصه نمبر ۲۔ ۳)

[2] البيان الفارسي (باب ۱۰، حصه نمبر ۲)

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اشیا کی نسبت معلول کی طرف علت کی نسبت کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی جیسا کہ آگ کی نسبت گرمی کی طرف کی جائے۔ خدا کی یہ مشیت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔''[1]

پھر آگے چل کر وہ اس مظہر کی وضاحت کرتے ہوئے اس سے اپنی ذات مراد لیتا ہے، گویا اس کی ذات تمام اختیارات اور طاقتوں کا منبع ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''تمام زمانوں میں یہ مشیت جو مظاہر میں سامنے آتی رہی، دراصل وہ نقطۂ بیان کا مظہر تھا جو سات حروف پر مشتمل ہے یعنی علی محمد۔''[2]

اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ وہ کہتا ہے:

''نقطۃ البیان یعنی وہ خود آدم ہے، اسی نے زمین کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اس کے ہاتھ میں جو انگوٹھی ہے، یہ وہی انگوٹھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے لے کر آج تک حفاظت کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔''[3]

نیز وہ کہتا ہے: ''وہ خود محمد ﷺ ہے جو نقطۂ فرقان ہے۔''[4]

نیز وہ کہتا ہے:

''وہ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ اس کی انتہا۔''[5]

نیز وہ کہتا ہے:

''ایران میں میرا ظہور 13 صدیاں قبل بلادِ عرب میں حضور ﷺ کے ظہور سے زیادہ کامل، اعلیٰ، اقویٰ اور مناسب ہے۔ میرا ظہور 12 ہزار برس قبل

---

[1] البيان الفارسي (باب ١٣، حصه نمبر ٢) نیز دیکھیں: (باب ٧۔ ٨، حصه نمبر ٣)

[2] البيان الفارسي (باب ١٣، حصه نمبر ٣)

[3] البيان الفارسي (باب ١٣، حصه نمبر ٣)

[4] البيان الفارسي (باب ١٥، حصه نمبر ١) نیز دیکھیں: (باب نمبر ٣، حصه نمبر ٨)

[5] البيان الفارسي (باب ١٥، حصه نمبر ٣)

حضرت آدم علیہ السلام سے بھی افضل ہے۔"[1]

اپنے بارے میں وہ مزید صراحت سے کہتا ہے:

"نوح علیہ السلام کے زمانے میں، میں ہی نوح تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں، میں ہی موسیٰ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں، میں ہی عیسیٰ تھا۔ محمد ﷺ کے زمانے میں، میں ہی محمد تھا۔ علی علیہ السلام کے زمانے میں، میں ہی علی تھا۔ جو چیز بھی اس دنیا میں ہے، اس کا مظہر میں ہی ہوں، یہاں تک کہ میں اس ذات کا بھی مظہر ہوں جو اوّل و آخر ہے اور میں ہر صورت میں زمین والوں کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہوں۔"[2]

فرقہ بابیہ کے مطابق مظہر بہت زیادہ اختیارات کا حامل ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں اس کے اختیارات اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، مثلاً ان کے مطابق خدا تعالیٰ نے مشیت کا اختیار مظہر کو دے دیا اور خود اشیاء کی تخلیق سے فارغ ہو گیا۔ تخلیق اور رسالت کا اختیار مظہر کو دے دیا۔ مرزا شیرازی خود اپنی کتاب البیان العربی میں کہتا ہے:

"اگر وہ یعنی مظہر جس کو چاہے نبی بنا دے، تو اللہ کے ہاں بھی وہ نبی ہی کہلاتا ہے، لیکن یہ مظہر اپنی مرضی ہی سے لوگوں کو نبی بناتا ہے۔"[3]

یہ ہے بابیوں کی شریعت جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ اللہ کی آسمانی شریعت ہے۔ ان کے بیہودہ اور بے سروپا عقائد ہیں، جو مرزا شیرازی کے جھوٹوں پر مشتمل ہیں۔ بہائی ان بے ہودہ احکامات کے بارے میں کہتے ہیں:

"بلند ترین مرتبے کی حامل حقیقتِ الٰہیہ اس کی یعنی شیرازی کی شخصیت

---

[1] البیان الفارسي (باب ۱۳، حصہ نمبر ۳)

[2] التراث الیوناني (ص: ۲۳۷)، عربی ترجمہ: ڈاکٹر البدوي۔

[3] البیان العربي (باب نمبر ۵، حصہ نمبر ۷)

میں مادی اور جسمانی اعتبار سے حلول کر گئی۔"[1]

نیز وہ کہتا ہے: "اس کا کوئی ہمسر، شبیہ، مثال، برابر اور قریب نہیں ہے۔"[2]

مرزا شیرازی کے بارے میں، جو بہائیوں کا خدا ہے، حسین علی المازندرانی کہتا ہے:

"وہ یعنی مرزا شیرازی "سید الامکان" ہیں۔"[3]

نیز وہ کہتا ہے:

"وہ علم و فضل اور بخشش و اطاعت کی سلطنتوں کے بادشاہ ہیں۔"[4]

نیز وہ کہتا ہے:

"وہ تمام رسولوں کے بادشاہ اور ان کی کتاب تمام کتابوں کی ماں ہے۔"[5]

نیز وہ کہتا ہے: "وہ عالم ما کان و ما یکون ہیں۔"[6]

نیز وہ کہتا ہے: "وہ محبوب العالمین، نور اللہ ہیں۔"[7]

شیرازی نے اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دی کہ وہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی فرق نہ کریں، کیونکہ وہ دونوں ایک ہیں، چنانچہ وہ اپنی ایک فارسی کتاب البیان میں کہتا ہے:

"میں ہی آسمان میں قیام کرنے والا ہوں، میرے ظہور کی کچھ صورتیں تو پہلے گزر چکی ہیں، میں انتظار کرتا رہا تاکہ حق کھل کر سامنے آجائے، سب

---

(1) العقيدة والشريعة، مصنف: گولڈزیہر (ص: ۲٤۲) نیز دیکھیں: "دائرة المعارف الإسلامية، مطبوعه عربی.

(2) البيان العربي (باب نمبر ۳، حصه نمبر٤)

(3) كلمات فردوسية، مصنف: مازندرانی (ص: ۱۷۳) مطبوعه فارسی.

(4) إشراقات (ص: ۱٦۱) مصنف: مازندرانی.

(5) لوح أحمد (ص: ۱٥٤) مصنف: مازندراني.

(6) إشراقات (ص: ۹٤) مصنف: مازنداني.

(7) لوح الرئيس، مصنف: المازندرانی، منقول از بهاء الله والعصر الجديد (ص: ۱۹)

ختم ہو جائے اور میں ہی باقی رہوں۔ یاد رکھو میں، میں نہیں ہوں، بلکہ
میں ایک آئینہ ہوں جس میں خدا نظر آتا ہے۔"[1]

اسی طرح بابیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اوّل البشر نہیں تھے، بلکہ مرزا شیرازی کو یہ مقام حاصل ہے۔ چنانچہ خود مرزا شیرازی اپنی فارسی کتاب البیان میں لکھتا ہے:

"آدم علیہ السلام سے پہلے بھی بہت سارے عالم تھے، جن کی کوئی انتہا نہیں تھی۔"[2]

اسی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی اور رسول نہیں ہیں، اسی طرح مرزا شیرازی بھی آخری مظہر نہیں ہیں۔ چنانچہ خود مرزا شیرازی کہتا ہے:

"جس طرح خدا نے مجھے ظہور دیا، یہ آخری ظہور نہیں، اس کے بعد اور بھی ظہور ہوں گے جن کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔"[3]

تاہم بہائی بابیوں کے اس عقیدے کو نہیں مانتے۔ مرزا حسین المازندرانی البہائی کا خیال ہے کہ وہ آخری مظہر تھا۔ چنانچہ مرزا حسین المازندرانی نے اپنی کتاب "اشراقات" میں لکھا ہے:

"جب خدا نے انھیں پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نقطہ ظاہرہ کو ارادے کے اُفق سے جدا کیا۔ یہ نقطہ ظاہرہ ہر مقام پر گھومتا اور پھرتا رہا، یہاں تک کہ اپنے اعلیٰ مقام کو پہنچ گیا۔ یہ آسمانوں کے دائروں کا مرکز ہے اور عالمِ ملکوت میں آج تک جو بھی ظہور ہوا، اس کا اختتام ہے۔ اسمِ اعظم کا نام بھی یہی ہے جس کا ذِکر روشن، مقدس اور مبارک صحیفے میں ہوا۔"[4]

اسی طرح بابی تمام دیگر اسلامی احکامات کا انکار کرتے ہیں، وہ آخرت میں

---

[1] البيان الفارسي منقول از العقيدة والشريعة (ص: ٢٤٢)
[2] البيان الفارسي (باب نمبر ١٤، حصه نمبر ٣)
[3] البيان الفارسي (باب نمبر ١٣، حصه نمبر ٤)
[4] إشراقات، مصنف: المازندراني (ص: ٩٣)

آنے والی کسی چیز کو نہیں مانتے، مثلاً قیامت، بعث، حشر، حساب، میزان، جنت، جہنم اور دیگر جتنی بھی چیزیں ہیں، جنھیں اسلام اور دیگر مذاہب بیان کرتے ہیں، ان سب کا بابی انکار کرتے ہیں۔ قیامت کے بارے میں مرزا شیرازی کہتا ہے:

''قیامت دراصل شجرۂ حقیقت کے ظہور کا وقت ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے کا وقت موسیٰ علیہ السلام کے لیے قیامت تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے قیامت تھا، میرا مبعوث ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت ہے۔ تمام وہ لوگ جو شریعتِ قرآن پر چلنے والے تھے، ان سب کے لیے یہ قیامت آ گئی اور یہ قیامت آٹھ بج کر گیارہ منٹ غروبِ آفتاب کے وقت 5 جمادی الاولیٰ 1260ھ کو آ گئی ہے۔''[1]

اسی طرح حسین البہاء المازندرانی بھی کہتا ہے:

''لوگو! قیامت آ چکی ہے۔ اپنی جگہ سے اُٹھ جاؤ اور اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرو۔''[2]

مرزا حسین علی المازندرانی البہائی نے ''الایقان'' نامی کتاب لکھی، جو اس نے اپنے مرشد اور استاد مرزا شیرازی کی تائید میں لکھی تھی۔ اس کتاب میں اس نے اپنے استاد کی پیروی کرتے ہوئے ان تمام قرآنی آیات کی تاویل کی، جو قیامت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً: قرآن پاک کی آیت ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' کے ضمن میں لکھتا ہے:

''اس سے مراد تمام ادیان کے آسمان ہیں جو ہر ظہور کے وقت آتے رہتے ہیں۔ مگر جب حقیقی ظہور ہوگا تو یہ سارے آسمان ختم ہو جائیں گے،

---

[1] البيان الفارسي (باب نمبر ٧، حصه نمبر ٢)

[2] مجموعة الأقدس والألواح، مصنف: حسين على المازندراني النوري البهاء (ص: ٨٩)

یعنی پرانے سارے اَدیان باطل اور منسوخ ہو جائیں گے۔''[1]

وہ کہتا ہے:

''بہت سارے علما کو ان آیات کی سمجھ نہیں آئی جس میں قیامت کا ذِکر ہے۔ یہ علما قیامت کا مطلب سمجھ نہیں سکے۔ چنانچہ انھوں نے قیامت کا خودساختہ تصور قائم کیا جس کا انھیں شعور بھی نہیں تھا۔''[2]

نیز کہتا ہے:

''قیامت کا مطلب یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کا کُلی طور پر ظہور ہونا۔ یہی قیامت ہے جس کا تمام مقدس کتابوں میں ذکر آیا ہے اور جس کی خوش خبری سب لوگوں کو دی گئی۔''[3]

وہ اپنی کتاب ''الاقتدار'' میں لکھتا ہے:

''وہ آیتیں جو قرآن پاک اور دیگر کتابوں میں قیامت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، ان میں تاویل کی ضرورت ہے اور ان کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ یہ مقامات اور مراتب کتاب الایقان میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ جو اس کتاب کو پڑھے گا اور اس میں غوروفکر کرے گا، اس پر یہ سب پوشیدہ حقائق ظاہر ہو جائیں گے۔''[4]

نیز کہتا ہے:

''قیامت آ چکی ہے، آوازیں بلند ہو گئیں، لیکن لوگ اب بھی نا سمجھی میں

---

1. الإيقان، مصنف: المازندراني (ص: ٣١)
2. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۵۴)
3. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۴۴)
4. الاقتدار (ص: ٢٨٤)

مبتلا ہیں۔''[1]

نیز کہتا ہے:

''اے جعفر منظرِ اکبر ظاہر ہو چکا، چھپی ہوئی چیز سامنے آ گئی اور پکارنے والا پکار رہا ہے اور کہتا ہے: اے لوگو قیامت آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا، خوش خبری ہو اس بندے کے لیے جس نے اس کی گواہی دی اور اس پر ایمان لایا اور جو انکار کرے، اس کے لیے تباہی اور بربادی ہے۔''[2]

اس سے پہلے مرزا شیرازی بھی یہ ساری باتیں کہہ چکا ہے:

''آلِ محمد ﷺ میں سے قائم کا ظہور درحقیقت حضور ﷺ کا ظہور ہے۔ قائم کا ظہور اس لیے ہوا تاکہ قرآن پاک کے ثمرات کو اکٹھا کیا جا سکے اور یہ ثمرات اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک قائم پر ایمان نہ لایا جائے۔ وہ قائم جس کی آمد کے ساتھ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ یاد رکھو کہ اب تمام فیصلے اس پہاڑ یعنی ماکو پر ہوں گے، جہاں مرزا شیرازی قید تھا۔''[3]

اپنی عربی کتاب البیان میں قیامت کا ذکر کرتے ہوئے مبہم اور پیچیدہ الفاظ میں وہ کہتا ہے:

''یہ قیامت جسے تم مانتے ہو، یہ شمس البہاء کے طلوع سے لے کر اس کے غروب تک ہوگی، یہ قیامت پوری رات سے بہتر ہوگی، اگر تم سمجھو۔''[4]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس قیامت کا ذکر قرآن پاک میں آیا اور جو مسلمانوں

---

1. مجموعة الاقدس والألواح (ص: ٨١)
2. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ١٠٣)
3. البيان الفارسي (باب نمبر ٧، حصه نمبر ٢)
4. البيان العربي (باب نمبر٧، حصه نمبر ٢)

کے ہاں متعارف اور مشہور ہے، اس کا ذِکر تمام آسمانی کتابوں اور مذاہب میں آیا ہے، بابی اس کو نہیں مانتے، بلکہ ان کے مطابق قیامت سے مراد قائم یعنی نبی، رسول اور مظہر کی آمد ہے۔

برزخ کے بارے میں بابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ برزخ سے مراد دو اماموں کی آمد کے درمیان والا وقفہ ہے، مثلاً مرزا شیراز اپنی فارسی کتاب البیان میں کہتا ہے:

"برزخ وہ وقفہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ حقیقت کی صورت کو ظاہر نہ کرے۔ برزخ سے مراد دو اماموں کے درمیان ظہور کا وقت ہے۔ اس سے وہ معروف معنی مراد نہیں کہ جب لوگ مر جائیں گے اور ان کے جسم ختم ہو جائیں گے تو اس کے بعد برزخ کا ظہور ہوگا، اس لیے کہ انسان اس طرح کی کسی بات کا مکلّف نہیں۔ مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیا پیش آئے گا، اس کا اسے پتا نہیں ہے۔ وہ تو خدا کی مرضی ہے جو چاہے کرے۔ اس لیے لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے۔"[1]

بعث کے بارے میں کہتے ہیں:

"اس سے مراد رومیوں کی بیداری ہے، کیونکہ اس سے قبل وہ توہم پرستی، جہالت اور شہوتوں کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے۔"[2]

شیرازی اپنی فارسی کتاب البیان میں کہتا ہے:

"بیان کی قیامت اس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو ظاہر کریں گے۔ جس دِن آخری مظہر کو لایا جائے گا، وہ بعث اور حشر کا دن ہوگا اور سب لوگوں کو ان کی قبروں سے نکالا جائے گا۔"[3]

---

[1] البيان الفارسي (باب نمبر ٨، حصه نمبر ٢)

[2] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٨) مطبوعه عربى.

[3] البيان الفارسي (باب نمبر ٧ و ٩، حصه نمبر ٢)

عربی کتاب البیان میں وہ کہتا ہے:

''بعث حق ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مبعوث فرمائیں، تاکہ مظہر کی آمد کو مستحکم کیا جا سکے۔ اس لیے تم لوگ بھی قیامت کے دِن اس طریقے پر اٹھائے جاؤ گے، جو مظہر بتائے گا۔''[1]

جہاں تک پل صراط، میزان اور حساب کا تعلق ہے، اس کے بارے میں مرزا شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں کہتا ہے:

''صراط کا ذِکر حق ہے اور تم ضرور بہ ضرور اس پر سے گزرو گے۔ یہ امام کا حکم ہے اور تم اس پر عمل کرو گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ تم سب میری آمد کا انتظار کرو، جب میں آ جاؤں گا تو میں انھیں اس صراط پر چلاؤں گا اگر وہ سمجھیں۔''[2]

اس مہمل، پیچیدہ اور بے مطلب سی عبارت سے زیادہ سے زیادہ یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ صراط سے مراد امام کے ظہور سے آگاہی اور اطلاع ہے۔ جیسا کہ اس کی فارسی کی کتاب البیان سے ظاہر ہوتا ہے۔[3]

میزان کے بارے میں وہ کہتا ہے:

''میزان کا ذِکر بھی حق ہے، جس کو اللہ ظاہر کریں گے، حق اس کے ساتھ ہو گا، جیسا کہ سایہ سورج کے ساتھ چلتا ہے، تمھارا میزان کتاب البیان ہو گا۔''[4]

اپنی فارسی کتاب البیان میں وہ کہتا ہے:

---

(1) البیان العربي (باب نمبر ۱۱، حصه نمبر ۲)

(2) البیان العربي (باب نمبر ۱۲، حصه نمبر ۲)

(3) البیان الفارسي (باب نمبر ۱۲، حصه نمبر ۲)

(4) البیان العربي (باب نمبر ۱۳، حصه نمبر ۲)

"میزان وہ کتاب ہے جو امت کو پیش کی جاتی ہے۔ اپنے زمانے میں قرآن میزان تھا، جیسا کہ اس زمانے میں البیان میزان ہے۔ جو البیان پر ایمان لائے گا تو یہ عدل اور فضیلت کا میزان ہے۔"[1]

حساب کے بارے میں کہتا ہے:

"حساب کا ذکر بھی میزان کی طرح حق ہے۔ جو کچھ کتاب البیان میں بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کا حساب لے گا اور بہرحال اے میرے بندو جو بھی بات ہو تم مجھ ہی سے ڈرو۔"[2]

چونکہ اسے عربی زبان میں اپنی بات بیان کرنے کا ملکہ نہیں تھا، اس لیے اس نے اپنی فارسی کی کتاب البیان کے چودھویں باب میں حساب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا:

"حساب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا محاسبہ کرے گا۔ ان لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی، جو اللہ کے مظہر پر ایمان لائے یا انکار کیا۔ جس نے انکار کیا تو اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا اور جو ایمان لایا اس کے ساتھ مہربانی والا معاملہ ہوگا اور اسے نورِ اثبات میں داخل کیا جائے گا۔ تو حساب اثبات ونفی کا نام ہے۔"[3]

نیز وہ کہتا ہے:

"کیا تم سمجھتے ہو کہ حساب اور میزان اس دنیا کے علاوہ کسی اور عالم میں ہوں گے، آپ کہہ دیجیے کہ جو یہ خیال کرتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے۔"[4]

---

① البیان الفارسي.

② البیان العربي (باب نمبر ١٤، حصہ نمبر ٢)

③ البیان الفارسي.

④ مذکورہ بالا حوالہ۔

مرزا شیرازی کا شاگرد مرزا حسین علی النوری المازندرانی حساب کے بارے میں کہتا ہے:

''مجھ سے ایک شخص نے قیامت، حشر، نشر اور حساب کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ جب لوگ باب کو جانتے ہی نہیں تو ان کا حساب کیسے ہوگا؟ تو میں نے کہا: کیا تم نے قرآن پاک کی یہ آیت نہیں پڑھی: ''اس کے گناہ کے بارے میں کسی انسان اور جن سے سوال نہیں کیا جائے گا۔'' تو حساب سے مراد وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ اس سے مراد ایمان اور انکار کی صورت میں حساب ہے۔''[1]

یوم الجزاء کے بارے میں کہا جاتا ہے:

''اس سے مراد نئے ظہور کا دن ہے جس میں تمام لوگوں کا امتحان ہوگا اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کون اس نئے ظہور کو مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ اس دِن سب لوگوں کی حاضری اللہ کے سامنے ایسے ہی ہوگی جیسا کہ بکریاں ہوتی ہیں۔ کیونکہ بکریاں اپنے چرواہے کی آواز پہچانتی ہیں اور اس کے پیچھے چلتی ہیں۔''[2]

اسلمنت مزید کہتا ہے:

''ہر مظہر کی آمد کا دِن یوم جزا ہوتا ہے۔ جس دِن صور پھونکا جائے گا، وہ اعلان ہوگا کہ اب وہ یومِ جزا آ گیا جو سب انبیا کو شامل ہے۔''[3]

جنت اور جہنم کے بارے میں شیرازی کہتا ہے:

''جنت سے مراد اللہ کی محبت اور اس کی رضا ہے۔ یہ حق ہے اور اس کے

---

① الإيقان (ص: ٢٠٤) مطبوعه فارسی، مصنف: حسين علي النوري المازندراني البهاء.

② بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٨۔ ٢٩) مطبوعه عربی۔ مصنف: أسلمنت.

③ مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۱۸۔ ۲۱۹)

علاوہ کوئی بات نہیں۔ ہم ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ جنت میں جو چیزیں میری طرف منسوب ہیں وہ اس مظہر کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیا تم اس میں داخل نہیں ہوگے؟ جو اللہ کے مظہر کو نہیں پہچانے گا، وہ نار میں داخل ہوگا، تم محبت کی آگ میں جلتے رہو گے۔ اے میرے بندو تم ڈرو۔"[1]

اسلمنٹ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جنت سے مراد معرفتِ خداوندی کا سرور اور اس کی محبت ہے، جیسا کہ مظہر اس کو بیان کرتا ہے۔ نار سے مراد خدائی معرفت سے محرومی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کمالِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور ابدی سعادت تک نہیں پہنچ پاتا۔ ان الفاظ کا یہی معنی ہے، اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں۔ اس کے علاوہ یہ جو خیالات ہیں کہ انسان کا مادی جسم قائم کیا جائے گا، وہ جنت اور جہنم میں جائے گا، تو یہ سب اختراع اور وہم ہیں۔"[2]

شیرازی خود کہتا ہے:

"جنت اصل میں اثبات یعنی تصدیق و ایمان سے عبارت ہے۔ جو نقطہ ظہور پر ایمان لائے گا وہ جنت کا حقدار ہوگا اور جو نقطہ ظہور کا انکار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔"[3]

نیز وہ کہتا ہے:

"جو شخص انکار کرتا ہے تو وہ اللہ کے جہنم میں جائے گا اور جو اثبات کے سائے میں رہے تو وہ جنت میں جائے گا۔"[4]

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ٢)
[2] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٩)
[3] البيان الفارسي (باب نمبر ١، حصه نمبر ٢)
[4] مذکورہ بالا حوالہ (باب نمبر ٤، حصہ نمبر ٢)

اسلمنت کہتا ہے:

''بہاء اللہ اور عبد البہاء جنت اور جہنم کو، جن کا ذکر مقدس کتابوں میں ہوا، علاماتی چیز سمجھتے ہیں، جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ جنت سے مراد حالتِ کمال اور جہنم سے مراد حالتِ نقص ہے۔ جنت روحانی زندگی ہے اور جہنم روحانی موت ہے۔ انسان اپنے بدن سے جدا ہونے سے پہلے جنت یا جہنم میں ہوتا ہے۔''[1]

آسمان اور زمین کے بارے میں وہ کہتا ہے:

''اس سے مراد تمام ادیان کے آسمان اور معرفت و علم کی زمین ہے۔''[2]

''چاند، سورج اور ستاروں سے مراد انبیا، اولیا اور صحابہ ہیں۔ اس لیے کہ سارے عالم ان کی معرفت کے انوار سے روشن ہوں گے۔''[3]

دنیا سے مراد:

''علی محمد البابی الشیراز ازی پر ایمان لانا ہے۔ آخرت سے مراد اللہ کے مظہر پر ایمان لانا ہے۔ بہائیوں کے مطابق آخرت سے مراد مازندرانی البہائی کی باتوں کو ماننا ہے۔''[4]

ان سب باتوں کا ذکر حسین علی البہاء نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ وہ مرزا شیرازی کی انہی باتوں کو سامنے رکھ کر اپنے نئے دین کو تشکیل دیتا ہے۔ اسی طرح عباس آفندی جو عبد البہاء کے لقب سے مشہور ہے اور مرزا شیرازی کا بڑا پیروکار، جس کے بارے میں بابی اور بہائی مورخ لکھتے ہیں:

---

① بهاء الله والعصر الجديد (ص: ١٨٥۔ ١٨٦)

② الإيقان، مصنف: حسين على البهاء (ص: ٥٠) مطبوعه فارسی۔

③ مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۴۰)

④ التبيان والبرهان، مصنف: عراقى البهائى (٢/ ٦٨)

''جب عباس کے والد مرزا حسین علی البہائی گھر والوں سے دو برس تک دُور ہو گئے اور صحرائے سلمانیہ میں چلے گئے تو عبدالبہاء کو بڑا غم ہوا، اس وقت ایک ہی چیز اُن کا سہارا تھی، یعنی باب کی الواح کو لکھنا اور یاد کرنا۔''[1]

عباس نے اس بات کو بیان کیا اور اپنے ایک لوح میں اس کا ذِکر کرتا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اور ہر موجود چیز کو شکل دی، جس نے مخلصوں کو مقامِ محمود میں بھیجا اور غائب کی آمد کی خبر دی، لیکن سب لوگ اپنے نشوں میں مست تھے، جس نے نئی مخلوق پیدا کی جبکہ لوگ اپنی خواہشات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جس نے صور پھونکی اور آواز دی، جس سے صفحہ ہستی پر موجود تمام لوگوں کے دِل پھٹ گئے، جبکہ مُردے اپنی قبروں کے اندر سوئے ہوئے تھے، پھر دوبارہ صور پھونکا گیا اور رادفہ کے بعد راجفہ آئی، دِلوں کو دہلا دینے والی چیز ظاہر ہوئی، دودھ پیتے بچے اپنی ماؤں کو چھوڑ گئے لیکن لوگوں کو پھر بھی شعور نہیں تھا، پھر قیامت قائم ہوگئی، آخرت آ گئی، پلِ صراط بچھا دیا گیا، میزان نصب کر دیا گیا اور کائنات میں جتنے بھی لوگ تھے، ان سب کو اکٹھا کر دیا گیا، روشنی پھیل گئی اور قبروں سے بھی لوگ اُٹھ کر آنے لگے، جبکہ غافل لوگ اب بھی اپنی قبروں میں سوئے ہوئے تھے، آگ بھڑکا دی گئی، جنت سنوار دی گئی، باغ آراستہ کیے گئے، حوضوں سے پانی اچھلنے لگا، جنت آنے والوں کے لیے بے تاب ہوگئی، مگر جاہل اپنے ہی وہموں میں گھرے ہوئے تھے، پھر پردے ہٹا دیے گئے، حجاب اُٹھ گئے اور رب الارباب نے اپنی تجلی کرائی، جو اس تجلی سے محروم رہ گئے، وہ گھاٹے میں

---

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٥٨)

ہو گئے، وہی ذات ہے جس نے تمھیں دوبارہ پیدا کیا اور جس نے بڑا دِن قائم کیا، جس نے مقدس نفوس کو ملکوتِ اعلیٰ میں جمع کیا، اس میں البتہ نشانیاں ہیں دیکھنے والی قوم کے لیے۔" (1)

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بابیوں نے تمام اسلامی عقائد کو نسخ اور ختم کر دیا، حضور ﷺ پر جو احکامات نازل ہوئے، ان سب کو تبدیل کر دیا گیا، خدا کے احکام اور اس کی باتوں میں تو کوئی شک نہیں، مگر بابیوں اور بہائیوں نے مسلمانوں کے اندر شک اور شبہہ پیدا کرنے کے لیے نئی باتیں گھڑ دیں، لوگوں کو بتایا گیا کہ وہ جو چاہیں کریں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ بعث، حشر، نشر، میزان، حساب، جنت اور جہنم کوئی چیزیں نہیں ہیں۔ جب مرنے کے بعد کچھ نہیں ہونے والا تو پھر انسان دنیا میں اپنے آپ کو لذت و شہوات سے محروم کیوں کرے؟

اسی طرح وہ اسلام کے بنیادی عقائد کو ایک ایک کرکے گرانے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کی اصل اور بنیاد نہ رہے۔

ان عبارتوں کو پڑھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ چیزیں جن کا ذِکر کیا گیا ہے کوئی خاص مطلب، مفہوم نہیں رکھتیں، اس سے کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی، بلکہ جو باتیں موجود ہیں ان کا انکار مقصود ہے۔

مشہور بہائی اور بابی مؤرخ و داعی ابوالفضل الجلبائیجانی اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حشر نشر، بعث اور قیامت کا ذِکر ان چیزوں میں سے ہے جن کے معنی اور مفہوم ابھی تک چھپے ہوئے ہیں اور ظاہر نہیں ہوئے۔" (2)

---

(1) لوح عبدالبهاء عباس، منقول از کتاب القیامة (ص: ٣٦٦۔ ٣٦٧) مطبوعہ پاکستان.

(2) الحجج البهية، مصنف: أبو الفضل الجلبائيجاني (ص: ٩٥) مطبوعہ عربی.

اگر ان کے معنی چھپے ہوئے ہیں تو پھر ان کو ذکر کرنے کا فائدہ کیا؟ فائدہ صرف یہ ہے کہ اسلامی عقائد میں شکوک وشبہات ڈالے جائیں۔

مرزا شیرازی کی یہ کوشش نئی نہیں تھی، اس سے پہلے بھی اسلام مخالف طاقتیں اور قوتیں یہی اعتراضات اسلام پر کرتی رہیں۔ وہ لوگ مرزا شیرازی سے زیادہ سمجھدار تھے۔ مرزا شیرازی نے انہی کے اعتراضات کو آگے نقل کیا۔ اگر وہ لوگ تمام تر کوششوں اور کاوشوں کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

امام ابن قیم ﷫ نے ان کے بارے میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جہاں تک آخرت کا تعلق ہے، تو یہ لوگ آسمان کے پھٹنے، ستاروں کے منتشر ہونے اور حشر پر یقین نہیں رکھتے......''[1]

ان باتوں کو ہم تفصیل کے ساتھ ایک علاحدہ مقالے میں بیان کریں گے۔[2]

موضوع کی طرف لوٹنے سے پہلے ایک اور بات بیان کرنا ضروری ہے کہ خود بہائی اور بابی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت اور آخرت کے تمام امور سے متعلق اُن کے جو عقائد ہیں، وہ دیگر مذاہب کے عقائد سے مختلف ہیں۔ مثلاً جلبائیجانی کہتا ہے:

''قیامت کا وہ معنی جو لوگوں میں مشہور ہے، اسے عقل نہیں مانتی۔''[3]

میرا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی بابی یا بہائی اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر قیامت اور امورِ آخرت کی تشریح نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ جو چیزیں مرزا شیرازی اور بہائی نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، یہ اس کی تشریح بھی نہیں کرسکتا۔ جب ان کے بڑے قیامت کا علاحدہ مفہوم ثابت نہیں کرسکے تو یہ بچونگڑے کیا کریں گے؟

---

① إغاثة اللهفان (٢/ ٢٦٢)

② مزید مطالعہ کے لیے ہماری دوسری کتاب ''البہائیہ'' کا مطالعہ کریں۔

③ الحجج البهية (ص: ١٦٨)

نماز، زکات روزے اور حج کا تصور بھی بابیوں کے ہاں فطرت اور عقل سے مختلف ہے، مثلاً: نماز، تمام مذاہب میں اسے انتہائی اہمیت دی گئی، ہر مذہب میں اس کی مکمل تفصیل اور طریقہ بیان کیا گیا ہے۔[1]

بابی نماز کے بارے میں اس طرح کے عقائد نہیں رکھتے۔ وہ عبادت جو انسانی تہذیب میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس کی بنیادی تربیت کرتی ہے۔ نماز کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان دِن رات میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، اس امر کا اعتراف کرے کہ خدا تعالیٰ نے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا، اس لیے وہ عبادت اور سجدے کرتے ہوئے اللہ کی مرضی اور منشا کے مطابق اپنی زندگی گزاریں گے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مشترکہ اور متحدہ مفادات کا مظاہرہ ہو، بلکہ مجموعی تقاضے اور ضرورتیں سامنے آئیں۔ مسلمان دِن میں پانچ مرتبہ اللہ کے گھر میں ایک چھت کے نیچے اکٹھے ہوں۔ غنی و فقیر، حاکم و محکوم، طاقتور اور کمزور سب برابر کھڑے ہوں۔ اور حضور ﷺ کی اس حدیث کے مصداق بنیں:

> ''مسلمان باہمی محبت و مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر اس کے ایک حصے کو شکایت ہو تو سارا جسم بیداری اور درد محسوس کرتا ہے۔''[2]

بابی بجائے اس کے کہ وہ اسلامی عبادات کا احترام و اتباع کرتے، وہ عبادتیں جنھوں نے عظیم اخلاق اور مقاصد کی بنیاد رکھی، اس کے بجائے انھوں نے مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہوئے روسیوں اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے نئے احکام جاری کیے، مثلاً: انھوں نے باجماعت نماز پڑھنے سے منع کر دیا، مثلاً: شیرازی اپنی کتاب البیان میں کہتا ہے:

---

[1] یہی معاملہ بہائیوں کا بھی ہے، جیسا کہ ہماری دوسری کتاب ''البھائیۃ'' میں تفصیل سے یہ ساری بحث کی گئی ہے۔

[2] رواہ البخاري و مسلم.

''تم جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھو گے، بلکہ کرسی پر بیٹھ کر اللہ کو یاد کرو گے اور خدا کے احکامات کو بیان کرو گے۔''[1]

نیز کہتا ہے:

''تم میں سے ہر شخص دِن میں ایک مرتبہ نماز پڑھے، لیکن اکیلے اور بیٹھ کر۔''[2]

یہ تو نماز پڑھنے کا حکم ہے، نماز پڑھنے کا طریقہ نہیں بتایا گیا، صرف سجدے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بلور پر سجدہ کیا جائے۔ اب یہ بات واضح نہیں کہ بلور پر سجدہ کرنے کا حکم کیوں ہے؟ چنانچہ البیان میں کہا گیا:

''تم صرف بلور پر سجدہ کرنا، اس مٹی کے ذرات میں جو اوّل و آخر کا حصہ ہے، یہ کتاب میں اللہ کی طرف سے تمھیں بتایا گیا ہے، تاکہ تم کسی ناپسندیدگی کی گواہی نہ دو۔''[3]

مرزا جانی الکاشانی نے اپنی تاریخی کتاب ''نقطة الكاف'' میں نماز کا ایک اور مفہوم بھی لکھا ہے:

''نماز سے مراد حضرت نقطہ، یعنی شیرازی کی قولاً اور فعلاً بڑائی بیان کرنا، تعریف اور تعظیم بجا لانا ہے، اور یہی حضرت کے اس قول کا مطلب ہے کہ ہم ہی نماز ہیں۔''[4]

یعنی کہ نماز صرف اس پاگل، دیوانے شیرازی کو آداب بجا لانے، تعریف اور حمد بیان کرنے کا نام ہے۔

---

(1) البيان العربي (باب نمبر ٩، حصه نمبر ٩)

(2) البيان العربي (باب نمبر ١٣، حصه نمبر ٨)

(3) البيان العربي (باب نمبر ٨، حصه نمبر ١٠)

(4) نقطة الكاف، تحقيق پروفيسر براؤن (ص: ١٤٨) مطبوعه ليڈن.

دوسری جانب اگر ہم وضو کو دیکھیں تو بابیوں کے ہاں وضو کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس پر لمبی چوڑی بحث کی گئی ہے، حالانکہ وضو اصل اور مقصود تو نہیں ہے، وضو تو صرف نماز کی قبولیت اور صحت کے لیے اچھا ہے۔ بابیوں نے اصل کو غائب کر دیا اور فرع کو باقی رکھا۔

دیکھیے! مرزا شیرازی کس طرح وضو کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرتا ہے۔ عربی لغت کی خامیوں سے ہٹ کر ہم اس کی عبارت کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

''جب تم خلال اور مسواک کرنے سے فارغ ہو جاؤ اور جو خدا نے تمھیں میوے فراہم کیے، ان سے مزے اٹھا لو، پھر تم سو جاؤ، پھر تم ہاتھ اور چہروں کو دھو لو، اگر تم نماز کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر کپڑے سے چہرے کو صاف کر لو۔ یہ کپڑا خوشبودار ہونا چاہیے، تاکہ تمھیں پسند کی چیزیں ملیں۔ تم پاک صاف پانی جو گلاب جیسا ہو، اس سے وضو کرو، تاکہ قیامت کے دِن تم اسی خوشبودار پانی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یاد رکھو تمھاری خوشبو تمھارے اعمال کو نہیں بدلتی...... الخ۔''[1]

اب پتا نہیں کہ کیسے مرزا شیرازی نے اپنے سارے ماننے والوں کو خوشبودار اور عرق گلاب سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ مالدار لوگ بھی اس کی طاقت نہیں رکھتے، غریب لوگ تو دُور کی بات ہے۔

اسی طرح اس نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ وضوخانوں میں خوشبودار کپڑے رکھے جائیں۔ دوسری جانب بابی تعلیمات کے مطابق کسی بھی انسان پر چار دِن سے پہلے غسل فرض نہیں ہوتا، چاہے اس دوران وہ جماع کرے یا جو مرضی ہو جائے۔ چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١٠، حصه نمبر ٨)

''تم اپنے بدنوں کو چار دِن بعد پاک کرو گے، تا کہ تم جس حد تک ہو سکے اپنے آپ سے فائدہ اٹھا سکو، اور تم دِن رات میں شیشہ دیکھو گے، تا کہ تم اللہ کا شکر ادا کر سکو۔''[1]

نیز کہتا ہے:

''جو تم خواب میں دیکھو، وہ تم سے معاف کر دیا گیا ہے۔ اگر تم رات میں خواب کی حالت میں ناپاک ہو جاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے، لیکن تمھیں اس پانی کی قدر جاننی چاہیے، اس لیے کہ یہی وہ پانی ہے جس کی وجہ سے تخلیق ہوتی ہے اور انسان اسی پانی سے پیدا ہونے کے بعد اللہ کی عبادت کرتا ہے، یہ بات تمھیں بتائی گئی ہے تا کہ تم محفوظ رہو۔''[2]

اب سمجھ نہیں آتی کہ اتنی لمبی چوڑی تفصیل وضو کے بارے میں بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس میں وہ احکام بیان کیے گئے جن کی عام آدمی طاقت نہیں رکھتا۔ وضو کے بارے میں تو اتنی تفصیل ہے مگر نماز کا طریقہ اور اس کو ادا کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا۔

پھر یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ دِن رات میں کتنی نمازیں ہوں گی، کب پڑھی جائیں گی، ان کو ادا کرنے کا وقت کیا ہوگا؟

بستانی نے سید جمال الدین الافغانی سے نقل کرتے ہوئے ''دائرۃ المعارف'' میں لکھا کہ بابیوں کے نزدیک:

''صبح کے وقت صرف دو رکعت نماز واجب ہے۔''[3]

شاید جمال الدین افغانی نے مرزا شیرازی کی اس بات سے استدلال کیا ہو:

---

[1] البیان العربي (باب نمبر ٦، حصہ نمبر ٨)

[2] البیان العربي (باب نمبر ١٠، حصہ نمبر ٨)

[3] دائرۃ المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٧)

''اور تم میں سے ہر شخص ایک مرتبہ نماز پڑھے گا لیکن وہ نماز اکیلی ہوگی۔''[1]

کتاب البیان ہی میں شیرازی نے نماز کے بارے میں کہا ہے:

''تم سے ساری نمازیں اٹھا لی گئی ہیں سوائے اس کے کہ ایک زوال سے دوسرے زوال تک تم انیس رکعتیں علاحدہ علاحدہ پڑھو گے، جس میں قیام، قنوت اور قعدہ ہوگا، تاکہ تم قیامت کے دِن میرے سامنے کھڑے ہو سکو، پھر سجدہ کر سکو، پھر قنوت اور قعدہ کر سکو۔''[2]

عربی کی کتاب البیان میں اس کے علاوہ بھی بہت ساری رکعتوں کی تعداد نقل کی گئی ہے، مگر کہیں بھی مقرر نہیں ہے اور نہ کوئی ان کو مکمل طور پر بیان کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے بابی مبلغین سے نماز کے بارے میں پوچھا کہ مرزا شیرازی نے اس عظیم عبادت کو اہمیت کیوں نہیں دی؟ اس کی تفصیلات کیوں بیان نہیں کیں؟ میں نے یہ بھی پوچھا کہ نماز ادا کرنے کی تفصیل اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو اُن سب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا: ''نماز اتنی اہم چیز نہیں ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے اہم مسائل ہیں، جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔'' میں نے اُن سے پوچھا جب نماز کی اہمیت نہیں ہے تو مرزا شیرازی نے وضو اور اس کی اہمیت کو اتنی تفصیل سے بیان کیوں کیا؟ جو بھی شخص کتاب البیان کا مطالعہ کرے، اسے وضو کی اہمیت نظر آتی ہے۔ یہ سن کر وہ لاجواب ہو گئے اور میرا منہ دیکھنے لگے۔

محققین اور اس کتاب کے قارئین کے لیے یہ کتاب باعثِ تعجب ہوگی کہ بابیوں نے نماز کی تفصیل بیان نہیں کی، نہ اس کا وقت بیان کیا، نہ رکعتوں کی تعداد اور

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١٣، حصه نمبر ٧)

[2] البيان العربي (باب نمبر ١٨، حصه نمبر ٧)

کیفیت ہی بیان کی۔ دوسری جانب نماز کے اندر بھی وہ ہر قسم کی بیہودگیوں، حرام کاریوں اور شہوت پرستی سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ نماز کے اندر عورتوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے سامنے برہنہ کھڑی ہو جائیں۔

شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں لکھتا ہے:

''تم نماز پڑھو اپنے کپڑوں میں، اور وہ پڑھیں اپنے عبا اور لباس میں، تو کوئی حرج نہیں۔ اگر نماز کے دوران میں وہ اپنے شوہروں کے سامنے، اپنا بدن اور شہوت کی چیزیں کھلی رکھیں۔ اور تم اپنے چہروں کو بالوں سے صاف رکھو اور جسم کا جو حصہ تمھاری بیویوں کو اچھا لگے اسے خوبصورت بناؤ تاکہ تم اللہ کی آیات کا شکر ادا کرسکو۔''[1]

اب اس پوری گفتگو میں جس طرح کی نامعقول قسم کی باتیں کی گئی ہیں، ان پر کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے؟ یہی کہا جا سکتا ہے کہ بابیت میں ہی اس طرح کی نامعقول باتیں ہو سکتی ہیں اور یہ کام بابیت کے لوازمات میں سے ہے۔

اسی طرح بابی فرقے کے لوگوں کے لیے حکم ہے:

''مردے کو گھر کے اندر ہی انیس دِنوں اور راتوں تک رکھو اور اس دوران میں فرض یہ ہے کہ گھر کا کوئی بھی بندہ وہاں سے نہ جائے، سب مردے کے پاس ہی رہیں اور مردے کو کفن دیا جائے، پانچ ریشمی یا کاٹن کے کپڑوں میں، اس کے پاس چراغ اور دیے روشن کیے جائیں اور اسے بلور یا سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر میں دفن کیا جائے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں نقش و نگار والی انگوٹھی ڈالی جائے۔ مزید حکم یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو تم اپنے مردے کو پانچ مرتبہ پاک پانی سے غسل دو، پھر پانچ ریشم یا کاٹن

[1] البيان العربي (باب نمبر ٧، حصه نمبر ٨)

کے کپڑوں میں انھیں دفن دو۔ پھر اس کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہناؤ جو خدا کی طرف سے تمھیں عطا کی گئی ہے۔ اپنے مردوں کو غسل دو، نیک لوگ مردوں کو غسل دیں، سردیوں میں گرم پانی اور گرمیوں میں ٹھنڈے پانی سے، اگر موسم درمیانہ ہو تو جس طرح تم اپنے لیے پانی پسند کرتے ہو ویسا ہی انھیں دو، وہ عرق گلاب یا اس جیسی کوئی اور چیز ہو، میت کے بدن تک جہاں تم پہنچ سکو اسے پہنچاؤ۔ پھر انتہائی سکون اور محبت کے ساتھ اس کے جسم کو الٹاؤ، انیس دِن اور راتوں تک تم میں سے کوئی بھی اس سے دُور نہ ہو۔ تاکہ تم اس کے پاس بیٹھ کر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے رہو اور اس کے پاس چراغ روشن رکھو۔'' [1]

نیز کہتا ہے:

''اسے بلور یا سنگ مرمر سے بنی قبر میں دفن کرو، تاکہ تم سکون حاصل کر سکو۔ اس کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہناؤ، تاکہ تم اس سے مانوس نہ ہو۔ ہر آدمی نے آسمان اور زمین کے درمیان جو کام کیے اس کو لکھا جائے گا۔ خدا کی عظیم کتاب میں جو کہا گیا ہے، وہ ثابت ہوگا۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے، اللہ جاننے والا اور صاحبِ قدرت ہے۔ یاد رکھو! تم بھی ایک دِن اپنے مردوں کے ساتھ دفن کیے جاؤ گے اور وصیت والی کتاب جو امام ظاہر کو دی جائے گی، تم اسے دیکھو گے۔'' [2]

اب دیکھا جائے گے کہ ان سب احکام میں کیا معقولیت ہے؟ لوگوں کو تکلیف دینا اور انھیں تنگ کرنا مقصود ہے کہ وہ آخری وقت تک اس منحوس آدمی کے جال میں

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ۱۱، حصه نمبر ۸)

[2] البيان العربي (باب نمبر ۱۱۔ ۱۳، حصه نمبر ۵)

پھنسے رہیں اور اپنا مال و دولت اس پر لٹاتے رہیں۔ قرآن پاک میں تو اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

''کسی بھی انسان پر اللہ تعالیٰ اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں ڈالتا۔''[1]

نیز ارشاد فرمایا: ''خدا نے دِین میں تم پر کوئی تکلیف نہیں ڈالی۔''[2]

ایک طرف مُردوں کو نہلانے اور پھر انھیں کفن دینے کے یہ احکامات ہیں اور دوسری جانب بابی حشر نشر، حساب کتاب اور جنت جہنم کو مانتے ہی نہیں۔ جب اس کو مانتے ہی نہیں تو پھر ان سب تیاریوں کا فائدہ کیا؟

چونکہ یہ خود رُوسی اور یہودی استعمار کا آلہ کار تھا، دِین، وطن اور ضمیر فروش تھا، اسے تو ایمان فروشی کے بدلے میں کھنکتے سکے ملتے رہتے تھے اور اسے پتا ہی نہیں تھا کہ لوگوں کے پاس تو اتنی دولت ہوتی ہی نہیں کہ وہ اِس طریقے سے مُردوں کو دفن کر سکیں۔ اس نے تو اپنے آپ کو یہودیوں کے ہاتھ گروی رکھ دیا تھا، بھلا کون شخص انیس دِن تک مردے کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ مُردے کو حنوط کیا جائے گا، پھر اس کے جسم کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے بھاری خرچہ کیا جائے گا، اسے عرقِ گلاب سے غسل دیا جائے، ریشم میں کفن دیا جائے، وہ سنگ مرمر یا بلور کی بنی قبروں میں دفن کیا جائے، انیس دِن تک چراغ اور دیے جلائے جائیں، اس دوران میں سارے گھر والے اپنے دیگر کام چھوڑ کر دِن رات مردے کے پاس ہی بیٹھے رہیں۔

دوسری جانب جو خاتون بیوہ ہو جائے یا مرد رنڈوا ہو جائے تو ان کے لیے احکامات یہ ہیں کہ عورتیں پچانوے دِن سے زیادہ انتظار نہ کریں اور مرد نوے دِن

---

[1] سورۃ البقرہ [آیت: ۲۸۶]

[2] سورۃ الحج [آیت: ۷۸]

سے زیادہ انتظار نہ کریں، یعنی نئی شادی کر لیں، چاہے وہ عمر کے جس حصے میں بھی ہوں، عورت چاہے حاملہ ہو یا بچوں کو دودھ پلا رہی ہو، جوان ہو یا بوڑھی ہو، سب کے لیے حکم ایک ہی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں بابی کہتا ہے:

''مرد اپنی بیویوں کے مرنے کے بعد نوے دِن سے زیادہ انتظار نہ کریں، عورتیں مردوں کے مرنے کے بعد پچانوے دِن سے زیادہ انتظار نہ کریں، یہ حد اللہ کی کتاب میں مقرر کر دی گئی ہے تاکہ تم خدا سے ڈرو، تاکہ تم اِس بات کو مان لو کہ بادشاہت اللہ کے پاس ہے اور ہر ایک نے اُس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اگر وہ خدا کی مقرر کردہ اس حد سے آگے بڑھیں گے، جب وہ عورتیں قدرت اور طاقت کے باوجود اس حد کو تجاویز کریں گی تو پھر مردوں کو نوے مثقال سونا اور عورتوں کو پچانوے مثقال سونا دینا پڑے گا۔''[1]

اب سمجھ نہیں آتی کہ دِنوں کی تحدید اور ان کی گنتی مقرر کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ بوڑھا آدمی یا بوڑھی عورت جس سے کوئی بھی شادی کرنے کو تیار نہ ہو، وہ کیا کرے؟ جو عورت حاملہ ہو وہ کیا کرے کہ اس کے پیٹ میں حمل کسی اور کا ہے اور وہ بچہ کسی اور کے لیے جن دے؟ دودھ پلانے والی عورت یا جو عورت یا مرد دوسری شادی نہ کرنا چاہیں، وہ کیا کریں؟ ان کے لیے کیا حکم ہے؟ ان کے پاس نوے یا پچانوے مثقال سونا کہاں سے آ گیا؟ یہ دِین ہے یا مذاق کی باتیں!

اسی طرح مرزا بابی میاں بیوی کو اکیلا سفر کرنے سے منع کرتا ہے، بلکہ حکم دیتا ہے کہ جب بھی وہ سفر کریں اکٹھا ہی کریں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک دو برس کے لیے اکیلا چلا جاتا ہے تو پھر:

---

[1] البیان العربي (باب نمبر ۱۰، حصہ نمبر ۱۰)

"اسے اپنے ساتھی کو 202 مثقال سونا دینا پڑے گا۔"[1]

اس لیے کہ مرزا شیرازی کے ہاں علیحدگی اور اکیلا رہنا معصیت ہے اور مردوں عورتوں کے لیے نقصان دہ چیز۔ دوسری جانب کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو قید کرے۔ اس میں کوئی قید اور حد نہیں ہے، وجہ جو بھی ہو، چاہے اس نے چند سیکنڈ یا چند گھنٹوں اور دِنوں اور مہینوں اور برسوں کے لیے قید کیا ہو، چاہے جرم کیا ہو یا بغیر جرم، چاہے حاکم ہو یا محکوم، کوئی بھی کسی کو قید نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں حکم پڑھیے:

"جو کسی کو قید میں رکھے گا، اس کی بیویاں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائیں گی۔ جو کسی کو قید کرے گا، وہ ماہانہ انیس مثقال سونا بطور جرمانہ دے گا۔ اس کی کوئی گواہی اور قسم قبول نہیں ہوگی، اے میرے بندو مجھ ہی سے ڈرو۔"[2]

کیا اس طرح کا عدمِ توازن اور بیہودگیاں کسی اور مذہب میں بھی ہیں؟ یہ بات بھی عجیب ہے کہ طلاق دینے کے بعد انیس مرتبہ تک رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ذرا یہ حکم ملاحظہ کیجیے:

"اور حکم نے اجازت دے دی ہے کہ اگر دونوں رجوع کا ارادہ کریں تو انیس مرتبہ تک کریں اور ہر رجوع ایک ماہ کے بعد ہو، تا کہ تم حق راستوں کو چھوڑ کر کسی اور راستے میں داخل نہ ہو۔"[3]

دیکھیے کہ وہ شخص جو اپنی بیوی کو قید کرتا ہے، اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ دراصل یہ حکم اس نے قید و بند کی اُن صعوبتوں کے ردعمل کے طور پر دیا جو اُس کی زندگی میں پیش آئیں۔ پوری زندگی وہ اپنے بیہودہ دعوؤں کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا رہا۔

---

1. البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ٦)
2. البيان العربي (باب نمبر ١٨، حصه نمبر ٧)
3. البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ١١)

یہ بات بھی عجیب ہے کہ شیرازی جو بیوی کو یا کسی کو بھی تھوڑی سی دیر قید کرنے پر اُس کے خاوند پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیتا ہے، مگر قاتل پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی، جو ایک انسان کو ختم کرتا ہے۔ قتل اور قید کرنے کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے، مگر قید کرنے والے کے لیے اتنی کڑی سزا اور قتل کرنے والا آزاد، جو چاہے کرتا پھرے!!

چنانچہ قتل کا ذکر کرتے ہوئے شیرازی کہتا ہے:

''تم کبھی قتل نہ کرو اور کسی شخص کے جسم کا کوئی حصہ نہ کاٹو اگر تم اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لاتے ہو۔ جو شخص اللہ کی رضا اور مرضی کے بغیر کسی شخص کو قتل کرے گا تو وہ مرنے کے بعد جہنم میں جائے گا[1] اور اللہ اُسے کبھی نہیں بخشیں گے۔''[2]

عجیب بات یہ ہے کہ شوہر کو بیوی سے محروم کر دیا جاتا ہے کہ اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس سے حرام ہوگئی۔ سوال یہ ہے کہ بیوی کو کس چیز کی سزا ملی؟ بیوی نئی شادی نہیں کر سکتی، جب شادی نہیں کر سکتی اور پہلا شوہر بھی اس کے پاس نہیں جا سکتا تو فطری ضروریات کیسے پوری کرے گی، بالخصوص جب وہ جوانی کی عمر میں ہو۔ وہ اپنے دِن کیسے گزارے گی؟ اس کا خرچہ کیسے پورا ہوگا؟ اور یہ اس شریعت میں ہے جہاں بیوہ کو پچانوے دِن سے زیادہ شادی کے بغیر رہنے کی اجازت نہیں۔

سادہ لوح لوگوں پر بھی افسوس ہے کہ وہ اس طرح کی بیہودہ باتوں اور بکواسات پر ایمان لاتے ہیں اور اسے حرزِ جان بنائے رکھتے ہیں۔

نکاح کا ذِکر آیا تو اس کی مناسبت سے یہ بات بھی بیان کرنا دلچسپی سے خالی

---

[1] دوسری جانب بابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جہنم یا حساب کتاب کوئی چیز نہیں ہے۔ اب اِن دونوں عقیدوں میں تناقض وتضاد واضح ہے۔

[2] البیان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ١١)

نہیں ہوگا کہ فرقہ بابیہ کے احکام کے مطابق جب لڑکی گیارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے شادی کے لیے مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اگر چہ وہ بالغ نہ ہو یا اس کے نسوانی خدوخال ظاہر نہ ہوئے ہوں۔[1]

مختلف شہروں کا موسم اور حالات مختلف ہوتے ہیں۔ سرد ممالک میں لڑکی اٹھارہ یا بیس سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے جبکہ گرم ممالک میں اس کی حالت بہت مختلف ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اردگرد کا ماحول، گھر کا ماحول، خوراک، عادتیں، صحت اور دیگر چیزیں بھی اس پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

فرقہ بابیہ کی ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو وہ اتنے کھلے ماحول کی اجازت دیتے ہیں، دوسری جانب وہ علاج معالجہ اور دوا کے استعمال کو حرام قرار دیتے ہیں، بلکہ ایسا کاروبار اور خرید و فروخت بھی ان کے ہاں جائز نہیں ہے۔ کوئی شخص دواؤں کا مالک نہیں بن سکتا۔ چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

> ''اس طرح کی چیزوں سے تم بچو گے اور ایسی چیز کی خرید و فروخت نہیں کرو گے، جنھیں اللہ پسند نہیں کرتا، خدا نے تم پر ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے، پھر دوا، نہ تم اس کے مالک بنو گے، نہ اس کی خرید و فروخت کرو گے اور نہ اسے استعمال ہی کرو گے۔''[2]

کیا اس طرح کے جاہل آدمی اور اس طرح کے احکامات پر عمل کر کے بابی یہ کہتے ہیں کہ مرزا شیرازی نے سارے اَدیان کو منسوخ کر دیا، اسلام ختم کر دیا اور اس کی جگہ پر

---

[1] مطالع الأنوار (ص: ۴۰۳) مصنف: الزرندي البهائي۔ نیز دیکھیں: دائرة المعارف الإسلامية (۳/ ۲۲۹)

[2] البيان العربي (باب نمبر ۷۔ ۸، حصہ نمبر ۹)

ایک ایسا دِین لے کر آیا ہے جو اس کی عصری ضروریات اور تقاضوں کے مطابق ہے؟

کوئی انتہائی بدبخت اور سنگدل ہی ہوگا جو بیمار اور تکلیف میں مبتلا شخص کو دوائی سے منع کرے گا۔ جو زخمیوں اور بیماروں کو علاج سے منع کرے، وہ کیسے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کے لیے آیا ہے؟ اس سے بڑا فساد اور گمراہی کیا ہوگی کہ زخمیوں اور بیماروں کو علاج اور دوا سے محروم کیا جائے۔ تکلیف اور دردوں کے مارے لوگوں کو ایڑیاں رگڑنے کے لیے چھوڑ دیا جائے کہ وہ خود ہی تکلیف کا سامنا کرتے ہوئے موت کے منہ میں چلے جائیں۔

پھر اس کے پیروکار بھی کیسے احمق، بے وقوف اور جاہل ہیں، جو اس طرح کی باتوں کو شریعت اور دِین سمجھتے ہیں، اسے نبی، رسول اور مظہر خیال کرتے ہیں۔ بھلا ایسا پاگل آدمی نبی تو دُور کی بات ہے، ایک عام عقل والا شخص بھی کیسے ہوسکتا ہے؟

ایک طرف ہر چیز کی کھلی اجازت اور معافی ہے، اور دوسری طرف بنیادی ضروریات پر بھی پابندیاں اور قید، یہ تضاد کیوں ہے؟

یہ بے وقوف، جاہل اور اَحمق شخص جب کسی نے اس کی گھٹیا عربی زبان پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا:

> ''حروف اور کلمات نے پہلے زمانے میں نافرمانی کی، ان کو اس غلطی کی یہ سزا ملی کہ انھیں اعراب (زیر، زبر، پیش) میں قید کر دیا۔ چوں کہ میری بعثت تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر ہوئی تو اس کے نیچے میں تمام گناہ گاروں کو معاف کر دیا گیا، جن میں یہ حروف اور کلمات بھی شامل تھے۔ اب یہ حروف اور کلمات ہر قسم کے اعراب اور غلطیوں سے آزاد ہیں، جس طرح یہ چاہیں جائیں، ان پر کوئی قدغن نہیں ہے۔''[1]

---

[1] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٣٦) نیز دیکھیں: مفتاح باب الأبواب (ص: ٩٩) مصنف: محمد مهدي خان الإيراني.

اسی طرح ان کا خیال ہے:

''ہر وہ چیز جس پر کسی نام کا اطلاق ہوتا ہو، وہ پاکی اور حلال ہونے کے سمندر میں خود بخود داخل ہو جاتی ہے۔''[1]

حتیٰ کہ پیشاب، پاخانہ، کتا اور خنزیر بھی پاک ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''اور حیوانات میں سے جو بھی چیزیں ہیں تم ان سے پرہیز نہ کرو۔''[2]

اب پتا نہیں کہ اس نے دوائیوں کو کیوں اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔ حالانکہ اس پر بھی ایک نام کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ بھی چیز ہے۔ باقی چیزوں کی طرح دوائیوں اور علاج معالجے کو حلال کیوں قرار نہیں دیا گیا؟

ہمارے خیال میں افیم یا نشے میں دھت ہو کر اس نے یہ عبارتیں لکھیں اور اتنی بڑی غلطیاں کیں۔ ایک اور بات بھی میں قارئین کو بتانا چاہوں گا اور وہ یہ کہ مرزا بابی کے مطابق ہر وہ چیز چاہے وہ ناپاک، حرام یا نجس ہی کیوں نہ ہو، جب اس کی نسبت بابیوں اور حضرت باب کی طرف ہو جائے تو اس نسبت کی وجہ سے وہ پاک ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''آپ کہہ دیجیے کہ جب کسی چیز کی نسبت اُن لوگوں کی طرف ہو جائے جو البیان پر ایمان لاتے ہیں تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اے میرے بندو میرا شکر ادا کرو، البیان پڑھو اور اس کتاب کے سمندر میں غوطہ خوری کرتے ہوئے اس میں سے ہیرے جواہرات نکالو۔ جب بھی کوئی شخص اس دِین میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ملکیت میں موجود ساری چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ اے لوگو جو تم تجارت کرو، وہ تمھارے لیے پاک ہے۔''[3]

---

1. البیان العربي (باب نمبر ٥، حصه نمبر ١٠)
2. البیان العربي (باب نمبر ١٧، حصه نمبر ٦)
3. البیان العربي (باب نمبر ٧۔ ٨، حصه نمبر ٥)

اب کوئی اس احمق سے پوچھے! بھلا کسی چیز کی نسبت بدلنے سے اس کا حکم کیسے بدل جاتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ناپاک چیز صرف بابیوں کی طرف منسوب ہونے سے پاک ہو جائے، بابیوں کے مطابق چونکہ یہ بات حضرت مظہرِ الٰہی: "جدید شریعت اور دِین کے بانی کا فرمان ہے، اس لیے اس میں کوئی شک نہیں۔"

یہی بات مشہور بابی اور بہائی داعی ابوالفضل الجلبا یجانی نے نقل کی ہے۔[1]

قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور یہ کلام ہوتا تو اُس میں بہت سارے اختلافات ہوتے۔"[2]

یہ حقیقت ہے کہ جو خدائی کلام ہوگا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور جو انسانی کلام ہوگا، وہ اختلافات سے بھرپور ہوگا، جس کی واضح مثال بابیوں کا مذہب ہے۔

بابیوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ان کا جو بھی معبد یا عبادت گاہ تیار ہو، اس کے پچانوے دروازے ہونے چاہییں، چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

"جو بھی اللہ کا کوئی گھر بنائے گا، اس کے پچانوے دروازے ہوں گے۔"[3]

اس طرح کے بیہودہ خیالات کیا مذہب یا شرعی احکام کہلانے کے قابل ہیں اور اس طرح کی بیہودہ گفتگو کرنے والا شخص بھلا نبی کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کا یہ بھی حکم ہے کہ جو بابی بادشاہ بنے، وہ ایسا تاج اپنے سر پر رکھے جس کے پچانوے کونے ہوں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

---

1. الفرائد (ص: ۱۸۱) مطبوعه پاکستان.
2. سورة النساء [آیت: ۸۲]
3. البيان العربي (باب نمبر ۹، حصه نمبر ۷)

''البیان میں تم پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ جو بھی بادشاہت کا مالک بنے گا، اس کے سر پر پچانوے کونوں والا تاج ہوگا، تاکہ اس کے عدل میں کوئی شبہہ نہ رہے اور اس تاج کا کوئی مثال اور ہمسر نہ ہو۔ اے بادشاہو! اس پر فخر کرو اور بے شک اللہ دنیا والوں سے غنی اور بے پروا ہے۔''[1]

افسوس کی بات ہے کہ پیغمبر کو کرنے کے لیے یہی باتیں ملیں۔ اس کے پاس کوئی اہم معاملہ اور کام تھا ہی نہیں!

بہر حال نماز پر گفتگو کا سلسلہ طویل ہوگیا اور اس دوران میں ہم اصل موضوع سے ہٹ گئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بابیوں کے ہاں نماز اور اس طرح کے بنیادی مسائل کی کوئی اہمیت نہیں، جبکہ اِردگرد کی خرافات پر بہت سارے صفحے کالے کیے گئے ہیں۔ اب ہم دوبارہ نماز کی طرف لوٹتے ہیں، تاکہ اس موضوع پر گفتگو مکمل ہو جائے۔

تمام مذاہبِ عالم میں یہ بات مسلّم ہے کہ ایک مخصوص سمت اور جہت کی جانب نماز ادا کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں اسے قبلہ کہا جاتا ہے۔ بابیوں کا قبلہ کیا ہے؟ اس بارے میں بہت سارے پیچیدہ اور گنجلک احکام ملتے ہیں۔ واضح اور صاف بات کہیں بھی نہیں۔

کہا گیا کہ قبلہ شیرازی کا گھر ہے:

''اے میرے بندو میرے گھر کی طرف روانہ ہو جاؤ، یہ خدا کے مظہر کا گھر ہے۔ اس کے گرد کی جگہ کو تم مت خریدو، میرے گھر اور مسجد کے اردگرد کی جگہ اللہ کی ہے۔ اس کی خرید وفروخت نہ کرو۔ مسجدِ حرام وہ ہے جہاں خدا کا مظہر پیدا ہوگا، تاکہ تم وہاں نماز پڑھ سکو۔''[2]

---

① البيان العربي (باب نمبر ١٣، حصه نمبر ١١)

② البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ٤)

کبھی وہ کہتا ہے:

''جس طرف تم منہ کرلو، وہاں تم اللہ کو پاؤ گے، تم اللہ کو وہاں دیکھو گے۔''[1]

کبھی وہ کہتا ہے:

''آپ کہہ دیجیے کہ قبلہ ہمارے مظہر کا نام ہے، وہ جس طرف کو جائے گا، قبلہ بھی اس طرف کو جائے گا۔ جہاں وہ ٹھہرے گا، وہیں قبلہ ہوگا۔ اگر تم جانو۔''[2]

اگر کوئی شخص ان باتوں کو مانے گا تو اس کے بارے میں یہی حکم لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دیوانہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں بابی اس طرح کی بے ہودہ باتوں کو مان کر پاگل پن کا ثبوت دیتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی صاحبِ عقل و بصیرت شخص اس طرح کی باتیں نہ سُن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔

قبلے کے بارے میں کہا گیا کہ جس طرف مظہر جائے گا، اسی طرف قبلہ ہوگا۔ اب یہ کسی کو بھی نہیں پتا کہ خدا کا یہ مظہر کس طرف گیا ہے، مشرق میں ہے یا مغرب میں؟ شمال میں ہے کہ جنوب میں؟ کس طرف ہے کہ ادھر منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ اب کسی کو یہ بھی کیا پتا کہ وہ مظہر کہاں ہے؟ وہ زمین کے اندر ہے؟ غار میں چھپا ہے یا کسی کنویں یا گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ افسوس کہ ان لوگوں نے دِین کو مذاق بنا لیا ہے، ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں جن کا تعلق کسی بھی طرح مذہب اور دِین سے نہیں ہوتا۔

عجیب بات یہ ہے کہ دِن رات میں صرف ایک نماز فرض ہے، مگر اذان پانچ دفعہ ہوتی ہے۔ اب یہ نہیں پتا کہ باقی چار دفعہ کی اذانیں کس مقصد کے لیے ہوتی ہیں؟

مرزا شیرازی کہتا ہے:

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ۷، حصہ نمبر ۸)

[2] مذکورہ بالا حوالہ۔

''دِن کے شروع سے لے کر آخر تک پانچ حصے بناؤ، پھر ہر حصے میں اذان دو، رات کے پہلے حصے سے اذان شروع کرو، پہلے انیس مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو، پھر اللہ الغنی کہو۔ یہ کلمات اذان ہیں۔ اس عجیب امر کو تم غور سے پڑھو، پھر دوسری میں انیس مرتبہ لا الہ الا اللہ اور ساتھ اللہ اعلم کہو، پھر تیسرے میں انیس مرتبہ لا الہ الا اللہ اور ایک مرتبہ اللہ احکم کہو، پھر چوتھے میں انیس مرتبہ لا الہ الا اللہ اور پھر اللہ املک کہو[1]، پھر پانچویں میں لا الہ الا اللہ اور پھر اللہ اسلط کہو۔''[2]

اذان کہاں دی جائے؟ اس کے بارے میں وہ کہتا ہے:

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ تم ایسی جگہ اذان دو جہاں اردگرد کے لوگ سُن سکیں۔ اگر مؤذن کی آواز درمیان میں ٹوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ جن لوگوں تک اس کی آواز پہنچتی ہے، ان سب کو رات دِن میں انیس مثقال بہترین سفید قند پہنچائے۔''[3]

اس طرح کی اذان کا کیا فائدہ؟ آج تک کوئی بابی اور بہائی مورخ اس کو بیان نہیں کر سکا۔

وہ مزید کہتا ہے:

''جب تم آواز سنو تو اپنی جگہوں پر رہو، تمھارے لیے یہ ضروری نہیں کہ تم اپنے گھروں سے باہر نکلو، بس تمھیں اس کا پتا ہونا چاہیے اور مؤذن کی آواز تمھارے گھروں تک پہنچنی چاہیے۔''[4]

---

① لفظِ واحد سے مراد اُنیس کا عدد ہے، اس لیے کہ حروفِ ابجد کے حوالے سے لفظِ واحد کے عدد اُنیس بنتے ہیں۔

② البيان العربي (باب نمبر ١٤، حصه نمبر ١١)

③ مذکورہ بالا حوالہ۔

④ مذکورہ بالا حوالہ۔

نیز کہتا ہے:

''جب موذن اذان کہے تو ایک مرتبہ یہ کہو: ''شهد الله أنه لا إله إلا هو'' ساتھ ہی یہ بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو ظاہر کریں گے وہ حق ہے، کیونکہ سب اللہ کے حکم سے چلتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہ اُن پر اللہ کا فضل ہے کہ سردیوں کے دِنوں میں اور جب وہ طاقت نہ رکھتے ہوں تو نماز نہ پڑھیں۔''[1]

میرے خیال میں صرف نماز کے معاملے کا جائزہ لیا جائے تو فرقہ بابیہ کا جھوٹ اور فریب کھل کر سامنے آ جاتا ہے، کیونکہ:

- ایسی اذان کا فائدہ ہی کوئی نہیں جو بے مقصد ہو، جس کے بعد کوئی مقصد حاصل نہ کیا جاتا ہو۔ مرزا شیرازی کی بات یہ بتاتی ہے کہ اذان کا مقصد صرف اعلان ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس چیز کا اعلان؟ اسلام میں تو یہ بات مشہور ہے کہ یہ اعلان نماز کے لیے ہے، دیگر مذاہب میں کہیں گھنٹی بجائی جاتی ہے، کہیں باجا بجایا جاتا ہے اور کہیں آگ کے ذریعے دھواں نکالا جاتا ہے، تاکہ لوگوں کو نماز کا علم ہو سکے۔ اذان مقصود بالذات نہیں ہے۔ بخلاف بابیوں کے اُن کے ہاں اذان مقصود بالذات ہے۔
- صرف پہلی اذان کا وقت متعین ہے، اس کے علاوہ باقی اذانوں کے لیے کوئی وقت نہیں۔
- جس طرح اذان کا کوئی مقصد نہیں، اسی طرح اس جگہ کا تعین بھی نہیں جہاں اذان دی جائے۔
- کتنے لوگ اذان دیں گے؟ ایک گاؤں، ایک شہر، ایک علاقہ یا ایک عبادت گاہ

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ۔

میں، اس کا کوئی تعین نہیں۔

- کیا بار بار اذانیں دینے کی کوئی حکمت بھی ہے؟
- خود مرزا شیرازی کو اس کا احساس ہوا کہ اتنی لمبی اذانیں اور بلاوجہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا، چنانچہ اس نے ان اذانوں کو کم کر دیا۔
- سردی گرمی کا اذان کے ساتھ کیا تعلق ہے کہ سردیوں میں کم اذانیں اور گرمیوں میں زیادہ اذانیں دی جائیں؟

کیا بابیوں اور بہائیوں کے پیروکاروں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ ساری دنیا کے بابی بھی اکٹھے ہو جائیں تو کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ بات دراصل یہی ہے کہ خدا کے نازل کردہ احکامات سے بغاوت کر کے انھوں نے گھاٹے کا سودا کیا ہے

میرے خیال میں اذان پر اتنی گفتگو ہی کافی ہے، اب ہم زکات کا ذِکر کرتے ہیں۔ نماز کی طرح زکات کے احکام کی بھی کوئی تفصیل ذِکر نہیں کی گئی۔ مرزا بابی شیرازی کی عربی اور فارسی دونوں قسم کی کتب میں زکات کے بارے میں واضح احکام موجود نہیں ہیں۔ مشہور فرانسیسی مورخ ہیورٹ نے زکات کے بارے میں شیرازی سے ایک قول نقل کیا ہے۔ وہی قول بابیوں کے ہاں زکات بارے مستند شمار کیا جاتا ہے۔ ہیورٹ لکھتا ہے:

> ''مجلسِ اعلیٰ بابی میں زکات پیش کی جائے گی۔ جو جائیداد کا پانچواں حصہ ہوگا، ہر برس مجموعی مال میں سے یہ زکات اکٹھی کی جائے گی اور یہ خیال رکھا جائے گا کہ رأس المال یعنی مجموعی مال میں کمی نہ ہو۔ جو اس دِن کو قبول کرے گا اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ زکات ادا کرے مگر اسے ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ نہ تو اسے حکومت مجبور کرے گی اور نہ مذہبی راہنما ہی۔''[1]

---

[1] دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٩)

اب آپ بتائیے! کوئی شخص کسی رغبت اور خوف کے بغیر بھلا زکات ادا کرے گا؟ جب نہ تو اس پر مذہبی اعتبار سے کوئی مجبوری ہے نہ حکومتی اعتبار سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی حساب کتاب اور جنت جہنم بھی نہیں ہے۔ تو وہ شخص زکات کیوں ادا کرے؟ پھر یہ تفصیل بھی نہیں ہے کہ کس پر واجب ہوتی ہے؟ کب واجب ہوتی ہے؟ یہ زکات کن لوگوں پر خرچ کی جائے گی؟ کس حساب سے خرچ کی جائے گی؟

اسلام میں زکات کے بارے میں بڑے واضح احکام ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ زکات مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور فقیروں کو ادا کی جائے گی۔"[1]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذِکر بھی کیا ہے، جنھیں زکات و دیگر صدقات دیے جائیں گے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

"بے شک صدقات مقرر ہیں فقرا، مساکین، عمال، مؤلفۃ القلوب، غلام، مقروض، مجاہد اور مسافروں کے لیے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمتوں والا ہے۔"[2]

پھر اسلام نے لوگوں کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا کہ جو چاہے ادا کرے اور جو چاہے زکات ادا نہ کرے۔ حضور ﷺ کے ساتھی خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرینِ زکات کے ساتھ جہاد کیا اور قوت کے ساتھ انھیں مجبور کیا کہ وہ زکات ادا کریں۔

اگر زکات ادا کرنے کے لیے کوئی نظام ہی نہ ہو تو پھر اس حکم کا فائدہ کیا ہوگا؟ پھر تو دِین کھلونا بن جائے گا، موم کی ناک بن جائے گا، جو شخص جس طرف چاہے اسے موڑ لے، ہر کوئی اس دِین کو اپنی خواہشات اور مرضی کا تابع بنا دے گا،

---

[1] رواه البخاري، و أبو داود، و الترمذي، و ابن سعد في الطبقات.

[2] سورة التوبة [آیت: ٦٠]

حالانکہ قرآن کا حکم تو یہ ہے:

''دِین کو خواہشات اور مرضی کا تابع نہ بناؤ، بلکہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں اسے لو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔''[1]

حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

''اس وقت تک کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں کہلائے گا جب تک وہ اپنی خواہشات کو میرے بیان کردہ احکام کے تابع نہیں کرتا۔''[2]

بابیوں کے ہاں یہ بات بھی مذکور ہے کہ مجلسِ اعلیٰ صرف حروفِ حي پر مشتمل ہوگی، یعنی اُن لوگوں پر جو شیرازی کے قریب تھے۔ اگر وہ مر جائیں تو پھر مجلسِ اعلیٰ کا کوئی ذِکر نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب حروفِ حي ہی موجود نہیں ہیں اور وہ مر گئے ہیں تو پھر یہ زکات کس کو ادا کی جائے گی؟ زکات لینے والا کس مصرف میں اس کو لائے گا؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔

زکات کے بارے میں مختصر بات وہ ہے جس کا ذِکر مرزا جانی کاشانی نے کیا، وہ کہتا ہے:

''زکات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت باب کی بادشاہت کا اقرار کیا جائے، جب وہ پوچھیں گے کہ آج کے دِن بادشاہت کس کی ہے؟ تو اُس دِن سارے نیک لوگ اور خدا کے بندے اقرار کریں گے کہ بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے جو واحد اور غالب ذات ہے۔ یعنی بادشاہت مظہرِ الٰہی کے لیے ہے جو قائم اور موجود ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اسی کے بارے میں کہا کہ ''نحن الزكاة'' یعنی ہم ہی زکات ہیں۔''[3]

---

(1) سورة الحشر [آیت: ۷]

(2) مشكاة المصابيح.

(3) نقطة الكاف، مصنف: مرزا جاني الكاشاني (ص: ۱۴۸) انگریزی نسخه، مصنف: پروفیسر براؤن، ۱۹۱۰ء، مطبوعه لیڈن۔

یہ بھی فرقہ بابیہ کی خصوصیات اور عجیب باتوں میں سے ہے کہ کسی کے لیے مانگنا جائز نہیں ہے، کوئی شخص مانگ نہیں سکتا، فقیروں مسکینوں کے لیے سوال کرنا حرام ہے، بلکہ یہ حکم ہے کہ جو شخص تم سے مانگے اسے نہ دو۔ چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

''بازاروں میں سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ جو کوئی سوال کرے اسے دینا حرام ہے۔ ہر شخص خود محنت کرے۔''[1]

عجیب احکامات ہیں، کبھی تو وہ اپنے پیروکاروں کو کہتا ہے کہ وہ سونے چاندی کے برتن استعمال کریں، کبھی وہ ان سے کہتا ہے کہ ریشم کے کپڑے پہنو اور اُس کے استعمال کو اُن کے لیے جائز قرار دیتا ہے، کبھی وہ بابیوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی انگلیوں میں سرخ عقیق کی بنی انگوٹھیاں پہنو۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''عیش و عشرت والی رات تم ریشم کے کپڑے پہنو گے، تم اپنے برتن سونے اور چاندی کے بناؤ گے، اپنے ہاتھوں میں سرخ رنگ کا عقیق پہنو گے، جس پر نقش و نگار ہوں گے۔''[2]

دوسری جانب وہ فقیروں اور مسکینوں کو منع کرتا ہے کہ وہ ایک وقت کے کھانے کے لیے بھی امیروں سے مانگ نہیں سکتے اور سوال نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ عقیق اور ریشم، سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے والوں کو منع کرتا ہے کہ وہ غریبوں کو کھانے کا ایک لقمہ بھی نہ دیں۔ ان کے بچوں کو یونہی بھوکا مرنے دیں۔

یہ عجیب مذہب ہے کہ غریب روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں مانگ سکتا۔ اپنے بال بچوں کے لیے پانی کا ایک گھونٹ طلب نہیں کر سکتا، لیکن مرزا شیرازی اپنے امیر مریدوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فرقہ بابیہ کے قائدین کو سونے چاندی، ہیرے جواہرات کے تحفے دیں۔

---

[1] البیان العربي (باب نمبر ١٧، حصہ نمبر ٨)

[2] البیان العربي (باب نمبر ٩ـ ١٠، حصہ نمبر ٦)

دیکھیے کتنا بڑا یہ تناقض ہے، کس طرح عدمِ مساوات کا پرچار کیا جا رہا ہے،

مرزا بابی شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں کہتا ہے:

"جب تم طاقت رکھو تو تین الماس پتھر، چار لعل، چھے زمرد اور چھے یاقوت کے پتھر حروف الواحد[1] کو پہنچاؤ۔"[2]

یہ کیسا فرق ہے؟ غریبوں کو مانگنے سے منع کیا جا رہا ہے، مگر اپنے لیے وہ لاکھوں کروڑوں روپے مانگ رہا ہے۔

لاکھوں کروڑوں مانگنے والا اُس کے ہاں سائل نہیں ہے، مگر جو ایک وقت کی روٹی مانگے وہ سائل ہے، منگتا ہے، بھکاری ہے اور اسے کچھ دینا بھی حرام ہے۔ راہنماؤں کو دینا عین ثواب اور غریبوں کو دینا عین گناہ۔ یہ کیسا دِین ہے؟

جہاں تک روزے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں وہ کہتا ہے:

"روزہ اُن چیزوں سے رکنے کا نام ہے، جو مرزا شیرازی کو پسند نہیں۔"[3]

شیرازی کہتا ہے:

"تم ہر برس بلندی والے مہینے کے روزے رکھو، گیارہ برس تک روزے رکھنے میں اختیار ہے جو چاہے رکھے۔ ایسے میں وہ زوال کے وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک روزہ رکھیں گے۔ بیالیس برس کے بعد یہ روزے معاف ہو جاتے ہیں۔ گیارہ برس اور بیالیس کی عمر کے درمیان تم طلوعِ آفتاب سے لے کر غروب تک روزے رکھو، تاکہ ظہور والے دِن تم جہنم میں داخل نہ ہو جاؤ۔ تم سورج طلوع ہونے سے پہلے اور

---

[1] حروف الواحد سے مراد حروف الحي ہی ہیں، جو اٹھارہ افراد پر مشتمل ہیں اور انیسواں مرزا شیرازی ہے۔

[2] البیان العربي (باب نمبر ٥، حصہ نمبر ٨)

[3] نقطة الکاف (ص: ١٤٨)

غروب ہونے کے بعد جس کی چاہے میزبانی کرو۔ اس کے علاوہ نہ کھاؤ نہ پیو اور نہ اکٹھے ہو۔"[1]

بڑی دشواری کے بعد ہمیں اس عبارت سے جو بات سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ بیالس برس کے بعد روزے معاف ہو جاتے ہیں، مگر کیوں؟ اس کا کوئی جواب نہیں۔ شاید بعض لوگوں کو خیال ہو کہ جب بیالیس سال کی عمر ہو جاتی ہے تو آدمی کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، ضعف غالب آ جاتا ہے، تاہم حقیقت اس کے برعکس ہے، بیالیس سال کی عمر تک پہنچ کر انسان عقل و شعور کے اعتبار سے انتہائی پختہ ہو جاتا ہے، اسے اپنے نفع نقصان کی پوری سمجھ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی حیران کن ہے کہ مختلف عمر کے لوگوں کے لیے مختلف اوقات ہیں۔

صحیح اور تندرست آدمی کے لیے کوئی فرق نہیں۔ اگر وہ یہ کہتا کہ صحیح اور تندرست میں فرق ہے تو پھر بھی بات مانی جا سکتی تھی۔ عین ممکن ہے کہ ایک شخص تیس برس کی عمر میں روزے کی طاقت نہ رکھے اور دوسرا پچاس برس کی عمر میں ٹھیک ٹھاک ہو اور روزے رکھے۔

بابیوں کا ایک عجیب عقیدہ یہ بھی ہے جو تمام دیگر ادیان سے بالکل مختلف ہے کہ ہر مہینا انیس دِنوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر برس انیس مہینوں پر۔ چنانچہ بروکلمین اور ہیورٹ اس بارے میں کہتے ہیں:

"انیس کا عدد مرزا بابی کے پاس بڑی اہمیت کا حامل تھا، اس لیے کہ یہ عدد عربی کے دو الفاظ یعنی واحد اور وجود کے کلمات کا مجموعہ بنتا ہے۔ اسی لیے مرزا شیرازی نے سال کے انیس مہینے اور پھر ہر مہینے کے انیس دِن مقرر کیے۔"[2]

---

① البيان العربي (باب نمبر ۱۸، حصہ نمبر ۸)

② تاريخ الشعوب الإسلامية (۳/ ٦٦٦) نیز دیکھیں: دائرة المعاف الإسلامية (۳/ ۲۲۹)

مرزا شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں کہتا ہے:

"ہم نے برس کے انیس مہینے کر دیے، تاکہ تم وحدت میں جڑے رہو۔"①

اگر مرزا شیرازی کی اس تقسیم کا اعتبار کیا جائے تو سال میں کُل 361 دِن بنتے ہیں، پانچ دِن باقی رہ جاتے ہیں۔ ان پانچ دِنوں کے بارے میں بابیوں کا خیال یہ ہے کہ یہ پانچ دِن مہینوں اور سال سے زائد ہیں، لہٰذا ان کو جس طرح چاہیں صرف کیا جائے، اس میں جو چاہے کیا جائے، یہ پانچ دِن کسی بھی طرح حساب و کتاب میں نہیں آتے۔

ان پانچ دِنوں کو بابی "أيام الهاء" کہتے ہیں۔ یہ پانچ دِن روزے والے مہینے سے، جسے شہر العلاء کہا جاتا ہے، پہلے آتے ہیں۔

دراصل اس بے مقصد حساب کتاب کا سبب بھی دینِ اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہی ہے، کیونکہ شرعی اعتبار سے مہینوں کی تعداد مقرر ہے۔ قرآن پاک میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

"مہینوں کی تعداد اللہ کے ہاں بارہ ہے۔ یہ بات اللہ کی کتاب میں لکھ دی گئی ہے۔ جس دِن آسمان و زمین پیدا کیے گئے اُسی دن سے یہ بات مقرر ہو چکی ہے۔"②

اپنے دِین کو جدت کی شکل دینے کے لیے حماقت اور بے وقوفی کا اظہار کرتے ہوئے مرزا شیرازی نے انیس مہینوں اور ہر مہینے میں انیس دِنوں کا نیا شوشہ چھوڑا، حالانکہ اگر وہ فلکیات اور تاریخ کا ماہر ہوتا تو کبھی اس طرح کی غلطی نہ کرتا۔

موقع کی مناسبت سے ہم ان مہینوں کے نام ذکر کرنا چاہیں گے، یہ نام شیعوں کی مشہور دعا "دعائے سحر" سے لیے گئے ہیں، جو یہ ہیں:

---

① البيان العربي (باب نمبر ٣، حصه ٥)

② سورة التوبة [آيت: ٣٦]

*شہر البہاء	*شہر الجلال	*شہر الجمال
*شہر العظمه	*شہر النور	*شہر الرحمة
*شہر الکلمات	*شہر الکمال	*شہر الأسماء
*شہر العزة	*شہر المشیئة	*شہر العلم
*شہر القدرة	*شہر القول	*شہر المسائل
*شہر الشرف	*شہر السلطان	*شہر الملك
*شہر العلاء		

ہر ہفتے کے سات دِنوں کے جو نام ہیں، وہ بھی شیعوں کی اِس دعا سے ماخوذ ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ہفتے کے سات دِنوں میں اس نے انیس والے عدد کو نہیں اپنایا۔ شاید یہ دِن ایسے بن ہی نہیں سکتے۔ سات دِنوں کے نام یہ ہیں:

*یوم الجلال	*یوم الجمال
*یوم الکمال	*یوم الفضال
*یوم العدال	*یوم الاستجلال
*یوم الاستقلال	

جن روزوں کا ہم ذِکر کر رہے ہیں، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شہر العلاء میں رکھے جاتے ہیں۔ شہر العلاء کو شہر الصوم بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ گیارہ برس کے بعد یہ روزے فرض ہوتے ہیں اور بڑی عمر میں جا کر ساقط ہو جاتے ہیں۔ وہ بچہ جو چھوٹی عمر میں ہو، اسے روزے رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ روزے کا مقصد تو شہوتوں اور لذتوں پر قابو پانا ہے، تاکہ نفسِ اَمارہ اور نفسانی خواہشات کو قابو کیا جا سکے اور دوسروں کی غربت اور فقر کا احساس ہو، بھائی چارہ، صبر اور ہمدردی کا سبق حاصل ہو۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ ہے۔ جو اِن باتوں کو سمجھتے

ہیں ان پر روزہ فرض ہی نہیں، اور جنھیں ان چیزوں کا پتا ہی نہیں، وہ روزے رکھیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ جسے خدا گمراہ کر دے، اسے ہدایت کیسے مل سکتی ہے؟

جہاں تک حج کا تعلق ہے، بابیوں کے نزدیک حج سے مراد یہ ہے کہ جس گھر میں شیرازی کی پیدائش ہوئی، یا جہاں اس نے زندگی گزاری، یا اس کے اٹھارہ ساتھی جو حروف الحي کے نام سے مشہور ہیں، ان کے گھروں کی زیارت کا نام حج ہے۔

یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ مرزا شیرازی نے اسلامی شعائر کو اپنایا، ان کی نقل کرنے کی کوشش کی، جس لفظ کو سنا، اپنے مذہب میں بھی اسے متعارف کرایا، مگر اسے ان چیزوں کی اصل کا علم ہی نہیں۔ اسے یہ بات پتا ہی نہیں کہ اسلامی شعائر کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں کیا حکمتیں اور مصلحتیں چھپی ہوئی ہیں، مثلاً: اس نے حج کا نام سنا تو اپنے پیروکاروں کو حج کا حکم دے دیا، یہ بھی نہ سوچا کہ اس کا مطلب اور مفہوم کیا ہے؟

اسلامی شریعت کے مطابق حج کا مطلب مسلمانوں کو خالص توحید کی تعلیم دینا ہے کہ مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے علاوہ تمام چیزوں سے بے نیازی اور بے پروائی ظاہر کریں، خدا کے راستے میں آگے بڑھتے ہوئے ہر قسم کی خواہشوں اور آسایش کو ترک کر دیں، اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے سفر، گرمی اور رش کی تکلیف و مشقت برداشت کریں، خدا کی رضا کی خاطر اپنا مال، تجارت، گھر بار، اپنا شہر اور سکون و آرایش چھوڑ دیں، خدا کی ذات کے لیے مال اور وقت کی قربانی دیں، جو چیز اُن کے ہاں سب سے قیمتی شمار ہوتی ہے یعنی مال، اسے خدا کی رضا میں پیش کر دیں۔

اسی طرح حج کا مطلب یہ بھی ہے کہ اُمتِ مسلمہ ایک مقدس اور مبارک مقام پر مخصوص وقت میں جمع ہو۔ زمین کے مشرق و مغرب ہر کونے سے لوگ آئیں، انھیں جو معاملات درپیش ہوں، اس پر بات چیت کریں، ایک دوسرے کے حالات سے

آگاہ ہوں، ایک دوسرے کے مسائل اور مشکلات سے واقف ہوں، ان کا تعلق جس علاقے، نسل، رنگ اور قبیلے سے ہو، یہاں آکر وہ اکٹھے ہو جائیں، ایک ہی قسم کا لباس پہنیں، صفوں میں اکٹھے کھڑے ہوں اور اپنا اصلی اور حقیقی مطلب پہچانیں، یعنی دینِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو منظم کریں اور ہر قسم کی قربانیاں اس عظیم مقصد کی خاطر دیں۔

مرزا شیرازی یہ ساری باتیں بھول گیا، اس نے صرف لفظِ حج سنا اور اپنے احمق اور بیوقوف پیروکاروں پر اس کو فرض کر دیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بابیت کے مطابق حج صرف مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر نہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ وہ مرزا شیرازی جو ہر معاملے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کا قائل ہے، مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط کو برا نہیں سمجھتا۔[1] چنانچہ وہ کہتا ہے:

"مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنا حلال ہے۔"[2]

- سمندر کے اس پار رہنے والوں کے لیے حج فرض نہیں ہے۔
- حج سے مراد یہ ہے کہ لوگ اس کے گھر کی زیارت کریں یا اس کے اٹھارہ ساتھیوں کے گھروں کی زیارت کریں۔ گویا یہ حج لوگوں کو خالق کے ساتھ نہیں بلکہ مخلوق کے ساتھ ملاتا ہے۔
- حج کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے، بلکہ سال کے درمیان جو شخص جس وقت چاہے تو اس کے یا اس کے رفقائے کار کے گھروں کی زیارت کرکے اس فرض کو ادا کر

---

① اس کی تفصیلات پیچھے دشت کانفرنس کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔

② البيان العربي (باب نمبر ۹، حصہ نمبر ۸)

سکتا ہے۔ یہ کہہ کر دراصل مرزا شیرازی نے حج کا اصل مقصد ہی فوت کر دیا۔ فارسی زبان کا مشہور محاورہ ہے: "نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔"

- جس طرح اس نے حج کے لیے وقت متعین نہیں کیا، اسی طرح جگہ بھی متعین نہیں کی۔ مثلاً جو شخص اس گھر کی زیارت کر لے، جس میں وہ پیدا ہوا، یا اُس گھر کی جس میں وہ پلا بڑھا، یا اس کے اٹھارہ ساتھیوں میں سے کسی کے گھر کی زیارت کر لے تو اس کا حج ہو گیا۔[1]
- بابیوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے کسی بھی شخص کو اس فرض کا طریقہ معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ بھی نہیں پتا کہ حج کا طریقہ کار کیا ہے؟ اس کے ارکان اور دعائیں کیا ہیں؟
- اس نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا کہ جو شخص بھی اس کے گھر کی زیارت یا حج کے لیے آئے تو وہ اپنے ساتھ چار مثقال سونا لے کر آئے، جو اس کے پہرے داروں کو پیش کیا جائے۔ اس کے علاوہ بھی نذر اور منتوں کا مال انھیں پیش کیا جائے۔

اب ہم ان نصوص کو ذکر کرتے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں:

مرزا شیرازی اپنی عربی کتاب البیان میں انتہائی گھٹیا اور سمجھ میں نہ آنے والی عبارت کے ساتھ حج کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"مسجدِ حرام وہ ہے جس میں مظہر اللہ یعنی میں پیدا ہوا، آپ کہہ دیجیے کہ وہاں میرے بیٹھنے کی جگہ پر تم نماز پڑھو گے۔ تم میرے گھر کا ارادہ نہیں کرو گے مگر یہ کہ تم اپنے ساتھ زادِ راہ لاؤ گے۔ جو شخص میرے گھر میں

---

[1] بہائیوں نے اس کے علاوہ بھی بہت ساری جگہوں کو حج کے لیے مخصوص کیا ہے۔ مثلاً بغداد میں مازندرانی نے جس گھر میں قیام کیا تھا، وہ گھر۔ اس موضوع کی مزید تفصیل دوسری کتاب "البھائیۃ" میں آئے گی۔

داخل ہوگا تو اس کے لیے معافی نہیں ہوگی۔ جب تم ادھر آؤ تو چار مثقال سونا ساتھ لے کر آؤ۔ اگر تم صحیح راستے پر چلنا چاہتے ہو۔ عورتوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سفر کریں کیونکہ وہ راستے کی مشقتیں برداشت نہیں کر سکتیں، سوائے ان عورتوں کے جو مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد رہتی ہوں، وہ جب چاہیں رات کے وقت گھر آ سکتی ہیں۔ اور رات کو گھروں کو واپس چلی جائیں گی اور اپنے رب کو یاد کرتے ہوئے اپنے ٹھکانوں پر چلی جائیں گی۔"[1]

نیز کہتا ہے:

"تم پر فرض نہیں ہے مگر گھر کی زیارت کرنا۔ پھر جہاں میں بیٹھوں یا جہاں حروف الحي بیٹھیں اور ان کی مسجدوں کی زیارت کرنا، اگر تم قدرت رکھو۔"[2]

نیز وہ کہتا ہے:

"جو سمندر پار رہتے ہیں ان سے یہ حج اٹھا لیا گیا ہے، اللہ نے ان سے اس واجب سفر کو ختم کر دیا، اگر وہ خشکی کے سفر کی قدرت نہیں رکھتے، انھیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ولی مقرر کر دیں جو ان کی جانب سے حج کرے۔ انھیں زادِ راہ دیں گے، تاکہ وہ ان کی طرف سے حج کرے، اگر وہ اس کی قدرت رکھتے ہوں، ورنہ ان کے لیے حج معاف کر دیا گیا ہے اور جو وہ کماتے ہیں وہ بھی معاف۔"[3]

تو یہ شریعتِ بابیہ ہے، جو اُن کے خیال میں تمام شریعتوں کو نسخ کرنے والی

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١٦۔ ١٩، حصه نمبر ٤)
[2] البيان العربي (باب نمبر ١٦، حصه نمبر ٦)
[3] البيان العربي (باب نمبر ١٥، حصه نمبر ١٠)

اور بالخصوص شریعتِ محمد یہ ﷺ کو ختم کرنے والی ہے۔ کیا اس طرح کی بے ہودہ، گمراہ اور بے مطلب عبارتوں کے ذریعے اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

یہ ان کی کتاب البیان کی عبارتیں ہیں، جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

"یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کو نسخ کر دینے والی ہے جس میں قرآن بھی شامل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے افضل البشر اور خاتم الانبیا والمرسلین محمد ﷺ پر نازل کیا۔ یہی وہ البیان ہے جس کے بارے میں شیرازی کہتا ہے: مجھ پر البیان نازل کی گئی اور یہ کتاب جہاں والوں کے لیے حجت بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اس میں جو آیتیں بیان کی گئیں، ان کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ آپ کہہ دیجیے کہ سارے لوگ اس کی مثال بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ اس کی کوئی نظیر بھی نہیں اور کوئی شخص اس کی کوئی مشابہ آیات بھی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ علم وحکمت کے جواہر ہیں جسے تم پیش کرتے ہو اور اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔"[1]

یہ وہ البیان ہے، جس میں اصل عربی زبان کی کوئی عبارت نہیں ہے۔ انتہائی گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کی گئی ہے، جو غلطیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اُردو زبان کا مشہور مقولہ ہے: "کھودا پہاڑ نکلا چوہا، وہ بھی مرا ہوا۔" یہ مثال اس کتاب پر صادق آتی ہے کہ اس کتاب کی بڑی بڑی تعریفیں کی گئیں، مگر حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

آخر میں ہم کچھ مزید بابی تعلیمات کا ذکر کرنا چاہیں گے، تاکہ یہ موضوع مکمل ہو جائے۔ بابیت کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ وعظ اور خطبہ صرف کرسی پر بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

"تم کرسی پر بیٹھ کر درس دو گے اور خطابت کرو گے۔"[2]

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١، حصه نمبر ٦)

[2] البيان العربي (باب نمبر ١١، حصه نمبر ٧)

نیز کہتا ہے:

”تم کرسی پر بیٹھ کر ان چیزوں کو بیان کرو گے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، وہیں تم وعظ ونصیحت کرو گے۔“[1]

اب پتا نہیں کہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرنے اور تقریر کرنے میں کیا راز ہے؟ میرے خیال میں تو اس کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ دیگر ادیان کی مخالفت کی جائے، بالخصوص اسلامی تعلیمات جو سادگی کا پرچار کرتی ہیں، انھیں پس پشت ڈالا جائے یا پھر انگریز اور روسیوں کا طریقہ کار اپنایا جائے۔ سوال یہ ہے کہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر وعظ ونصیحت کرنے میں کیا فرق ہے؟ وعظ تو وعظ ہی ہوتا ہے، چاہے وہ ممبر پر بیٹھ کر ہو یا زمین پر ہو۔

اس طرح کی بچگانہ حرکتوں اور باتوں کو بھلا شریعت کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس طرح کی اور بھی بہت ساری بیہودہ اور لغویات مرزا شیرازی کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً وہ کہتا ہے:

”اگر تم اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لاتے ہو تو تم گائے پر سواری نہیں کرو گے اور نہ اس پر کوئی بوجھ ڈالو گے، تم کسی بھی جانور پر جھول اور لگام ڈالے بغیر سواری نہیں کرو گے۔ جس سواری پر تم اطمینان اور حفاظت کے ساتھ نہ بیٹھ سکو تم اس پر نہیں بیٹھو گے، اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس سے بہت سخت منع کیا ہے۔“[2]

نیز کہتا ہے:

”تم انڈہ کسی چیز پر نہیں مارو گے، جب تک کہ اسے پکا نہ لیا جائے،

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ۸، حصه نمبر ۹)

[2] البيان الغربي (باب نمبر ۱۵، حصه نمبر ۱۰)

کیونکہ اسے خدا نے قیامت کے دِن نقطہ اولیٰ کا رزق بنایا ہے، تاکہ تم اس کا شکر ادا کر سکو۔"[1]

اسی طرح کی اور بھی بہت ساری مہمل باتیں ہیں، وہ اپنی کتاب میں ایسی باتیں بیان کرتا رہتا ہے اور انھیں بڑی تفصیل و جزئیات کے ساتھ بیان کرتا ہے، جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اس طرح کی باتیں عام طور پر بچے، بیوقوف اور مجنون ہی کرتے ہیں، اور ایسے ہی لوگ اس کے پیروکار تھے۔ نبی تو دُور کی بات ہے، کسی علاقے کا عام حاکم اور سربراہ بھی اس طرح کی باتوں پر توجہ نہیں دیتا۔ وہ امورِ مملکت اور سیاست پر نظر رکھتا ہے۔ وہ علاقے کے لوگوں کے اقتصادی اور اجتماعی مسائل حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ انسانیت اور معاشرے کے حقوق کی بات کرتا ہے۔ وہ عمرانیات اور عدل و انصاف کو زندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ امیر غریب میں فرق کیے بغیر اُن میں انصاف کرتا ہے۔ دیگر اقوام کے ساتھ گفتگو اور معاملات کرنے کے لیے اصول طے کرتا ہے۔ اپنے علاقے کے مالی معاملات دیکھتا ہے اور لوگوں کو ان کے حقوق و فرائض بتاتا ہے۔

ان سب باتوں کو چھوڑ کر مرزا شیرازی کہتا ہے:

"ہر شخص اپنے مقعد یعنی بیٹھنے کی جگہ علاحدہ رکھے گا۔[2] اگر دو بندے ہوں[3] تو دونوں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں گے۔ ہر بندہ اپنی اپنی جگہ پر خوبصورت انداز سے بیٹھے گا۔ ہر شخص بیٹھنے سے پہلے نیچے کوئی چیز بچھائے گا، یہ نفع اور تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔[4] کاش کہ تمھیں اس کا شعور ہو۔"[5]

---

1. البیان العربي (باب نمبر ۱۵، حصہ نمبر ۱۰)
2. اس گھٹیا عبارت کو دیکھیے، مقعد سے مراد مکان یعنی بیٹھنے کی جگہ ہے۔
3. یہ "لا یَختلِطُ اثنَین" انتہائی گھٹیا عربی عبارت ہے۔
4. اس تقویٰ اور نفع کا فائدہ کیا ہے؟
5. البیان العربي (باب نمبر ۱۷، حصہ نمبر ۱۰)

اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اس طرح کی باتوں کا شعور نہیں ہے۔ ورنہ عقل مند پاگل خانوں میں چلے جاتے۔

یہ بھی ہمیں نہیں پتا کہ آخر اس طرح کی بے سروپا باتیں کرنے کا اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی حماقت اور بیوقوفی کو جاننے کے لیے کسی کتاب یا صحیفے کا مطالعہ نہیں کرنا پڑتا، بلکہ ہر سلیم الطبع والعقل شخص اس کی باتیں سن کر اس کی عقل وخرد کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

اگر اس طرح کی باتوں کا نام ہی شریعت ہے تو ایسی شریعت سے خدا کی پناہ۔ خدا تو ایسی شریعت سے پاک ہے، وہ اس طرح کی باتیں نہیں کرتا۔

اس طرح کی باتوں کے ساتھ ہی اس نے صفحے پہ صفحے بھرے ہوئے ہیں، مثلاً بچوں اور شاگردوں کو مارنے کی حد کیا ہے؟ اس بارے میں وہ کہتا ہے:

''اے محمد مجھے پانچ برس گزرنے سے پہلے مت مارنا، اگرچہ تھوڑی سی مار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ میرا دِل بہت نرم ہے، بہت نرم ہے۔ اس کے بعد مجھے ادب سکھانا مگر حد سے تجاوز نہ کرنا، جب تم مجھے مارنا چاہو تو پانچ سے زیادہ نہ مارنا، گوشت والی جگہ پر اس وقت مارنا جب اوپر کوئی کپڑا پڑا ہو۔ اگر تم ان احکامات سے تجاوز کرو گے تو پھر تمھاری بیوی تمھارے لیے انیس دِنوں تک حرام ہو جائے گی۔

''اگر تمھاری بیوی نہیں ہے تو اگر تم ایمان والے رہنا چاہتے ہو تو پھر تمھیں انیس مثقال سونا دینا پڑے گا۔ ہمیشہ آہستہ آہستہ مارنا۔ بچے چارپائی، تخت یا کرسی پر بیٹھے رہیں، جو اُن کی خوشی کا سامان ہو، وہ مہیا کیا جائے، تم مجھے خطِ شکستہ بھی سکھاؤ گے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔ خدا نے خط کو اپنے لیے پسند کیا، تاکہ تم اس میں لکھو۔

تا کہ تمھارے دِل غفلت اور نشے سے باہر آ جائیں۔

"تمھارا خط ایسا ہو کہ جو دیکھے اس کی آنکھیں اس کی تعریف کریں۔ میں نے تمھیں وراثت کے بارے میں بتا دیا ہے، تا کہ تم غمزدہ نہ ہو۔ آپ کہہ دیجیے کہ آپ ان باتوں کی گواہی دیتے ہیں اور پھر نہ مانیں تو آپ میری بادشاہت سے نکل جائیں گے۔ اے میرے بندو مجھ ہی سے ڈرو۔"[1]

اس طرح کی بچوں والی باتیں کر کے مرزا شیرازی اپنے خیالات کو دستورِ الٰہی اور ناموسِ سماوی قرار دیتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں، جن پر بابی فخر کرتے ہیں اور انھی باتوں کی وجہ سے وہ اوروں کو منع کرتے ہیں کہ وہ کتاب البیان نہ پڑھیں۔

کیا ان کا خیال ہے کہ لوگ اس کتاب کو یا ان کے خیالات کو پڑھے بغیر ہی ان پر ایمان لے آئیں گے؟

جلبائیجانی جو اپنے آپ کو بڑا عالم اور سمجھدار شخص خیال کرتا تھا، بلکہ وہ اپنے آپ کو ابوالفضل کہتا تھا، سمجھ نہیں آتی کہ وہ اس جیسے دماغی خلل میں مبتلا مریض آدمی کی پیروی کیسے کرتا ہے؟ جو حماقتوں، عجیب باتوں اور بے وقوفیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی یہ بکواسات انبیا اور رسل کا کلام تو دُور کی بات، کسی عاقل، بالغ اور سمجھدار کا کلام بھی نہیں ہو سکتا۔

کیا اس کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ اپنا سارا زور بے مقصد باتوں کی طرف لگاتا ہے اور حقیقی باتیں جس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہو، انھیں وہ اہمیت کے قابل ہی نہیں سمجھتا۔

بابی تعلیمات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اُن کے ہاں کسی بھی چیز کو لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو خوبصورت خط میں لکھا جائے، اگر کوئی شخص خوبصورت

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ۱۱، حصہ نمبر ٦)

خط میں کوئی چیز نہیں لکھے گا تو اس کے سارے اعمال تباہ ہو جائیں گے، اس کی نیکیاں اور بھلائیاں ختم ہو جائیں گی۔ جو شخص اس بات پر عمل نہیں کر سکتا، اُن کی نظر میں وہ ایمان والا نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا شیرازی کہتا ہے:

''تم میری باتوں کو نہیں لکھو گے مگر خوبصورت خط میں، جس پر تم قادر ہو۔
اور اگر کسی کے پاس یہ خط نہ ہو تو اس کے اعمال تباہ ہو جائیں گے،
سوائے بچوں کے جب تک کہ انھیں پورا ادب نہ سکھایا جائے۔''[1]

سوال یہ ہے کہ اچھے اور برے خط کے ساتھ اعمال تباہ ہونے کا کیا تعلق ہے؟
بات صرف یہی ہے کہ عقل اور سمجھ کے دشمن ان لوگوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ صرف ایک بات ہے کہ مرزا شیرازی کا اپنا خط اچھا تھا، لہٰذا اس نے سب کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑ دیا۔

ان لوگوں کا عقل و شعور کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جو حلت و حرمت کے اعتبار سے کسی بھی چیز میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں:

''پانی کے ایک گلاس کا حکم وہی ہے جو سمندر کا حکم ہے۔ یاد رکھو پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ گلاس میں پانی کا وہی حکم ہے جو سمندر کا ہے اگر تم اس کی گواہی دو۔''[2]

حالانکہ ایک عام آدمی بھی سمجھتا ہے کہ ایک گلاس پانی اور پورے سمندر میں بہت زیادہ فرق ہے۔ نجاست اور ناپاکی کا ایک قطرہ پورے گلاس کے پانی کو گندا کر دیتا ہے لیکن سمندر کا پانی بڑی گندگی سے بھی ناپاک نہیں ہوتا۔

جو شخص اس طرح کی بنیادی باتیں بھی نہیں سمجھتا، وہ نبی اور رب کیسے ہو سکتا

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ۱۷، حصه نمبر ۳)

[2] البيان العربي (باب نمبر ۵، حصه نمبر ٦)

ہے؟ مرزا شیرازی نے کلمہ بھی نیا متعارف کرایا، چنانچہ وہ کہتا ہے:

"لا إله إلا الله لا حجة إلا علی محمد"[1]

اب ہم مختصراً کچھ اور بابی عقائد بیان کرنا چاہیں گے۔

مشہور مستشرق ہیورٹ کہتا ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو بابیوں کے ہاں اس کی موت کے بعد تمام تکلیفیں اس کے ورثا کو برداشت کرنی ہوں گی، اس کے بعد اس کا مال ساٹھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے نو حصے اولاد، آٹھ شوہر، سات باپ، چھے ماں، پانچ بھائی، چار بہن اور تین حصے استاد کو ملیں گے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا، ہاں مذکورہ بالا افراد میں سے کوئی کسی اور کو اپنا نائب بنانا چاہے تو اس کی مرضی۔"[2]

اس بات کو نقل کرنے کے بعد خود ہیورٹ کہتا ہے:

"ترکہ تقسیم کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ جب یہ سارے حصے تقسیم ہو جائیں تو پھر مال مکمل نہیں ہوتا، بلکہ مال پھر بھی باقی رہتا ہے۔"[3]

بستانی نے علامہ جمال الدین افغانی سے نقل کرتے ہوئے بابی عقائد کو بیان کیا کہ بابی عقائد کا منبع ایک ہی ہے، یہ عیسائی خیالات کے انتہائی قریب ہے، مثلاً: مرزا شیرازی بھی لاہوت اور ناسوت کے حلول کا عقیدہ رکھتا ہے۔ جب روح بدن سے جدا ہو جائے تو اسے سزا اور انعام ملتا ہے، لیکن اس کا تعلق ہر شخص کی اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ جب کوئی شخص برے کام کرتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے، جب وہ اچھے کام کرتا ہے تو اسے انعام ملتا ہے۔ مگر یہ ہے کہ یہ اَرواح عالمِ اجسام میں دوبارہ چلی

---

[1] البيان العربي (باب نمبر ١١، حصه نمبر ١٠)

[2] دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٣٠)

[3] مذکورہ بالا حوالہ۔

جاتی ہیں اور انسان کسی اور شکل میں دوبارہ اس دنیا میں آ جاتا ہے۔ یہی تناسخ کا بھی مطلب ہے۔ جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں، ان کے خیالات بھی یہی ہیں۔

بابیوں کے عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ اقتدار اور حکومت حاصل کر لیں گے تو وہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس سمیت مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات کو تباہ کر دیں گے، یہ انبیا اور اولیا کی قبروں کو بھی اکھیڑ دیں گے۔

ان کے عقائد کے مطابق صرف دو عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ جتنی چاہے باندیاں خریدے اور جس کے ساتھ چاہے متعہ کرے، اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

مرزا شیرازی کے بعد بھی کوئی اور امام جسے کامل کہا جاتا ہے، آ سکتا ہے، تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ دو ہزار برس اور کچھ اوپر گزر جائیں۔[1] ان کے مذہب میں عورتوں کے لیے نقاب پہننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح وہ اباحیت یعنی ہر کام کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔[2]

بروکلمین بابیوں کے عقائد کے بارے میں کہتا ہے:

''امر واقع یہ ہے کہ صوفیوں کے ہاں جس طرح اعداد کو اہمیت دی جاتی ہے، مرزا شیرازی نے ان اعداد کو اپنے نئے مذہب میں اچھے طریقے سے استعمال کیا۔ اس کے مطابق انیس کا عدد خاص اہمیت اور پاکی کا حامل تھا۔ کیونکہ یہ دو عربی کلمے واحد اور وجود کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح اس نے پرانے زرتشتی خیالات کو اپنایا، اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ مردوں کو پتھر کی قبر میں دفن کریں، تاکہ مٹی انھیں ناپاک نہ کر دے۔ اسی طرح یہ نوروز

---

[1] مزید تفصیل کے لیے اس کتاب کا دوسرا حصہ ''البهائية'' دیکھیں۔

[2] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (۵/ ۲۸)

کے دِن کو عید کا دِن کہتے ہیں۔ جمعے کے دِن صبح کے وقت سب لوگ سورج کو سلام کرتے ہیں، عورتیں پردے سے آزاد ہیں اور مردوں کے ساتھ اختلاط ان کے لیے جائز ہے۔ فقہ اور فلسفہ کی تعلیمات کی اجازت نہیں ہے۔ اس زمانے میں یہ دونوں چیزیں بہت زیادہ پڑھائی جاتی تھیں، مرزا شیرازی نے ان پر پابندی لگا دی۔''[1]

گولڈزیہر مرزا شیرازی اور اس کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اس کا ذہن بہت ساری پیچیدگیوں کا شکار تھا، مثلاً اس نے اپنے زمانے کی بہت ساری باتوں کو فیثاغورث کے پیچیدہ نظریات سے خلط ملط کر دیا۔ حروف و اعداد کو اہمیت دی، ہر حرف کی ایک قیمت مقرر کی، اپنے آپ کو رسول، نبی سمجھنے لگا۔[2] یہ ایسے افکار ہیں جو پرانے عیسائی مذہب میں پائے جاتے ہیں۔''[3]

مرزا شیرازی نے یہ بھی حکم دیا کہ انیس برس بعد ہر شخص اپنے گھر کا سامان تبدیل کرے گا، نیا سامان ڈالے گا۔ یہ سامان بالکل نیا ہونا چاہیے، استعمال شدہ نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

''تم اگر قدرت رکھتے ہو تو ہر انیس برس بعد اپنا سامان تبدیل کرو گے۔''[4]

اسی طرح اس نے تمام پیروکاروں کو حکم دیا کہ صرف بلور پر سجدہ کیا جائے۔ اس حکم کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

''تم صرف بلور پر سجدہ کرو گے، جس میں اوّل و آخر ذات کی مٹی کے

---

[1] تاريخ الشعوب الإسلامية (٣/ ٦٦٦) مصنف: بروکلمین، مطبوعہ عربی.

[2] اس سے بڑھ کر اُس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ رب کا مظہر بلکہ رب ہے۔

[3] العقيدة والشريعة (ص: ٢٤٢۔ ٢٤٣) مصنف: گولڈ زیہر، مطبوعہ عربی.

[4] البيان العربي (باب نمبر ١٤، حصہ نمبر ٩)

ذرات ہیں۔"[1]

کسی غیر بابی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے:

"جو اہلِ بیان میں سے نہ ہوں، ان کے ساتھ نکاح درست نہیں۔"[2]

شہروں اور دیہاتی خواتین کے مہر میں فرق ہے۔ شہری خواتین کا مہر پچانوے مثقال سونا ہوگا، جبکہ دیہاتی خاتون کا پچانوے مثقال چاندی۔ یہ حکم بھی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دیہات کے لوگ زیادہ امیر اور شہر کے لوگ غریب ہوتے ہیں۔ اگر اس تقسیم کو غربت اور امارت کے حساب سے کیا جاتا تو یہ عقل کے زیادہ قریب تھا۔ مگر یہ تو عقل کا اندھا، بلکہ عقل وفکر کا دشمن ہے۔ مرزا شیرازی کی عبارت ہے:

"باء الف کے ساتھ مل جائے گا جیسے کتاب میں نازل ہوا، پھر تم مجھ سے ہی ڈرو، آپ کہہ دیجیے کہ شہروں میں پچانوے مثقال سونا ہے اور دیہاتوں میں اتنا ہی چاندی، یہاں تک کہ انیس مثقال ختم ہو جائے، جب دونوں کے درمیان رضامندی پائی جائے، پھر علیحدگی کے وقت علاحدگی ہو جائے گی۔"[3]

البیان میں مرزا شیرازی نے پیشگوئی کی تھی کہ اس کا مذہب پورے ایران بلکہ پورے عالم میں پھیل جائے گا۔ اور اس کے خیالات، قوت، طاقت اور جبر کے ساتھ پوری دنیا میں نافذ ہوں گے، مگر افسوس کہ ایسا کچھ بھی نہ ہوا، کیونکہ جو خیالات اس نے پیش کیے وہ مجنون، دیوانوں اور پاگل لوگوں کی باتیں تو ہو سکتی ہیں، شریعت یا اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا۔

---

1. البيان العربي (باب نمبر ۸، حصه نمبر ۱۰)
2. البيان العربي (باب نمبر ۱۵، حصه نمبر ۸)
3. البيان العربي (باب نمبر ۷، حصه نمبر ٦)

بہرحال میں نے کافی وضاحت کے ساتھ بابیوں کے عقائد بیان کیے ہیں، میری بھرپور کوشش رہی ہے کہ ان کی اپنی عبارتیں اور کلمات کو نقل کیا جائے اور اپنی طرف سے اس میں کوئی چیز بھی شامل نہ کروں۔ وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین.

باب 4

بابی فرقے کے راہنما اور اُن کے فرقے

بابی فرقہ اس اعتبار سے دیگر تمام ادیانِ عالم سے ممتاز اور مختلف ہے کہ یہ کسی ایک یا دو شخص کی سوچ کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ اسے ایک پورے گروہ نے تخلیق کیا ہے۔ ایسا گروہ جو کم عمر نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک شخص بھی بڑی عمر کا یا سنجیدہ نہیں تھا۔ سب کے سب پندرہ سے لے کر پچیس برس کے درمیان تھے۔ جیسے شیرازی، قرۃ العین، بارفروشی، ملا علی البستانی، سید یحییٰ الدارابی، محمد علی القزوینی، ملا محمد باقر، سید حسین الیزدی، مرزا حسین علی النوری المازندرانی، مرزا یحییٰ صبح الازل وغیرہ۔ پورے گروہ میں سے صرف ملا بشروئی کی عمر تیس سال تھی اور عمر کے اعتبار سے اُن سب سے یہی بڑا تھا۔

یہ سب لوگ شہرت اور نمود و نمائش کے حریص تھے۔ ایسے گھٹیا اور بازاری لوگ تھے کہ لوگ انھیں اپنی مجلس میں بٹھانا پسند نہیں کرتے تھے اور وہ مادی یا پیدائشی اعتبار سے شہوت پرست تھے۔

بعض ایسے تھے جو صرف منکرات کے ارتکاب اور آزادی حاصل کرنے کے لیے اس نئے دِین کی پناہ لینا چاہ رہے تھے، تا کہ کوئی ان سے پوچھ گچھ نہ کر سکے۔

بعض ایسے لوگ تھے جو یہ سوچ رہے تھے کہ وہ اس نئے گروپ کے ساتھ مل گئے تو ان کا شمار ایسے لوگوں میں ہوگا، جنھوں نے ایک نیا دِین ایجاد کیا، جو مذہب اور عقیدے کے مجدد تھے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بابیت کو نئی شکل دی، اس پر دِین اور مذہب کا لبادہ

چڑھایا، حالانکہ یہ کسی بھی طرح دِین یا مذہب کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ دیگر مذاہب کا طریقہ کار تو یہ ہے خواہ وہ حق ہوں یا باطل کہ جو احکام و تعلیمات ہوتی ہیں وہ لوگوں کے سامنے پیش کر دی جاتی ہیں، جس کا دِل چاہے مانے اور جس کا دِل چاہے نہ مانے۔ لوگوں کی خواہشات کے مطابق مذہب نہیں چلتا۔ تعلیمات منضبط اور مجموعی شکل میں ہوتی ہیں اور انھیں لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

دوسری جانب فرقہ بابیہ کا ایسا کوئی اصول یا قاعدہ نہیں، ایسے ایجاد کرنے یا بنانے کا کوئی اصول بھی نہیں ہے، وہ جب چاہیں اس کے احکام اور اصول بدل دیتے ہیں، داعی اور مدعی کے لیے مقام اور جگہ کا تعین ضروری نہیں ہے۔ ہر شخص جہاں چاہے کسی حکم کو فٹ کر سکتا ہے۔ دعویٰ کرنے والے کا اپنا مقام بھی متعین نہیں ہے۔ کبھی وہ امام، کبھی مہدی اور کبھی نبی و رسول بن جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ میری بات مانو، مگر ساتھ ہی اپنی کتابیں پڑھنے سے انھیں منع کرتا ہے۔

مرزا شیرازی کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ دوسروں کے ہاتھ میں آلہ کار کے طور پر کام کر رہا تھا، اس کی اپنی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں تھی۔ اس کو چلانے والے جیسا چاہتے اس کو حکم دیتے۔ جہاں چاہتے کوئی نئی بات شامل کرا دیتے اور جہاں ان کا دِل کرتا کوئی حکم ختم کر دیتے تھے۔

مرزا شیرازی انھیں کوئی احکام یا دستور تیار کر کے نہیں دیتا تھا، بلکہ وہ مرزا شیرازی کو دستور اور احکام بنا کر دیتے تھے اور مرزا شیرازی کے پاس انھیں ماننے بنا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ اپنی کتاب میں وہی بات لکھتا تھا، جس کا اسے حکم ملتا تھا۔ یہ لکھو، یہ نہ لکھو۔ جیسے کہا جاتا، وہ ویسے ہی کرتا۔ بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو احکام لکھاتا، اسے احکام لکھوائے جاتے۔ اسے بتایا جاتا اور وہ ان احکام کو مانتا تھا۔ ہم صرف بدشت کانفرنس کا واقعہ ہی لے لیں، اس میں اس کا اپنا کوئی کمال نہیں تھا،

لوگوں نے قراردادیں پاس کیں اور اس نے ان پر مہرِ توثیق ثبت کر دی۔

اب ذرا اُن لوگوں کا جائزہ بھی لیا جائے جن کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے شریعتِ محمدیہ کو نسخ کر دیا ہے۔ اس طرح کے شیطانوں کے نسخ کرنے سے بھلا خدا کی شریعت کیسے نسخ ہوتی ہے؟ خدا نے تو اس کتاب کو تمام شریعتوں کے لیے خاتم بنا کر بھیجا ہے۔ نسخ کرنے والے یہ تھے: قرۃ العین زرین تاج ام سلمیٰ، اس کا عاشق محمد علی بارفروشی، اس کا ایک اور یار ملا حسین البشروئی، قرۃ العین کے حسن کے مزے اٹھانے والا حسین علی نوری، ایک وہ جس سے قرۃ العین فائدے حاصل کرتی رہی، یعنی یحییٰ صبح الازل وغیرہ۔ ان لوگوں نے نئی شریعت ایجاد کی۔ نئی شریعت کی ایجاد میں مرزا شیرازی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔[1]

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بدشت کانفرنس میں شریعت کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا، وہیں اعلان کیا گیا کہ قرآن پاک بھی منسوخ ہو چکا ہے جو تمام مخلوق کے لیے ہدایت کا ذریعہ تھا، اس کی جگہ البیان آ گئی ہے۔

مرزا شیرازی کے سارے دعوے بھی اپنے نہیں تھے۔ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ رُوسی اور غیر ملکی احکامات کی وجہ سے کیا۔ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر چلتے ہوئے وہ وقتاً فوقتاً مختلف دعوے کرتا رہا۔ اس سلسلے میں بشروئی بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

نبوت اور امامت کا دعویٰ اس نے جورجین خان، دارابی اور الطبا طبائی وغیرہ کے کہنے پر کیا۔ پھر جب قرۃ العین طاہرہ نے اس پر دباؤ ڈالا اور اصرار کیا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

اس لیے قرینِ قیاس اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس کے اردگرد جو لوگ تھے

---

[1] اس کتاب کے ابتدائی حصے ملاحظہ فرمائیں۔

ان کا بھی تھوڑا سا ذکر کیا جائے، تاکہ لوگوں کو پتا چل سکے کہ اسلام کو ختم کرنے والے لوگوں کی حقیقت کیا تھی؟ یہ کون تھے اور ان کا پس منظر کیا تھا؟

قرة العین:

بابی فرقے میں سب سے زیادہ اہمیت قرۃ العین طاہرہ کو حاصل تھی۔ اس نے فرقہ بابیہ کے پھیلانے اور اس کی تخلیق میں سب سے بڑا کردار ادا کیا۔

قرۃ العین کا اصل نام ام سلمیٰ تھا۔ اس کی پیدائش قزوین نامی شہر میں 1231ھ[1] یا 1233ھ[2] یا 1235ھ[3] کو ہوئی۔ یہ ملا محمد صالح القزوینی کے ہاں پیدا ہوئی، جو شیعہ کے بڑے علما میں سے تھا۔ ملا محمد صالح القزوینی معروف شیعہ عالم، امام الجمعہ ملا محمد تقی القزوینی کا چھوٹا بھائی اور ملا علی الشیخی کا، جو رشتی کا شاگرد تھا، بڑا بھائی ہے۔

قرۃ العین نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محمد صالح اور چچا محمد تقی سے حاصل کی۔ اپنے چھوٹے چچا ملا علی کی وساطت سے وہ شیخیت کی طرف مائل ہوئی، اس کی تعلیمات حاصل کیں اور ان تعلیمات پر گہرا رسوخ حاصل کر لیا۔ چھوٹی ہی عمر میں اس نے سید کاظم رشتی کے ساتھ خط کتابت شروع کر دی، اس کے افکار و عقائد کی تعریف کرتی بلکہ اس کی حمایت میں دلائل بھی پیش کرتی۔ چھوٹی عمر ہی میں ہر طرف اس کی ذہانت، فصاحت اور حسن و جمال کا چرچا ہو گیا، اس کا حسن ایسا تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے اور جو ایک بار دیکھتا، وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا۔ اس کے بال سنہری رنگ کے تھے، اس لیے اس کا لقب زریں تاج یعنی سنہرے تاج والی ہو گیا۔

ہیورٹ کہتا ہے:

---

[1] الكواكب الدرية في مآثر البهائية (ص: ٦٠) مطبوعه فارسی.

[2] مطالع الأنوار، مصنف: الزرندی البهائي.

[3] قرة العين الطاهره، مصنف: مارتها رُتھ (ص: ٣٦) مطبوعه پاکستان۔

"زریں تاج جو قرۃ العین کے لقب سے مشہور تھی، ملا صالح کی بیٹی تھی جو انتہائی خوبصورت اور ذہین و فطین تھی۔"[1]

کانٹ جوبینو جو مشہور فرانسیسی مورخ ہے، اپنی کتاب میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اپنے علم و فضل، دینی حمیت، فصاحت و بلاغت، حسن و جمال کی وجہ سے وہ اپنے زمانے کی مشہور شخصیات میں سے تھی۔"[2]

بستانی نے سید جمال الدین افغانی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ لڑکی، جس کا حسن و جمال لوگوں کو دیوانہ کردے، عالمہ فاضلہ تھی اور اس کا نام سلمٰی تھا، وہ اس زمانے کے بڑے عالم کی بیٹی تھی۔"[3]

سید کاظم رشتی نے اسے قرۃ العین کا لقب دیا تھا۔[4]

جب ہر طرف اس کے حسن و جمال کا چرچا ہوگیا، اس کا خوبصورت بدن اور حسن کی تعریف ہونے لگی، اس کے فہم و ذکا کے سبھی معترف ہوگئے، تو اس کے باپ اور چچا کو ڈر لگا کہ اس کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔ چنانچہ کم عمری ہی میں اس کی شادی اس کے چچا کے بیٹے ملا محمد ابن الملا التقی امام الجمعہ کے ساتھ کر دی گئی۔[5] اس وقت اس کی عمر تیرہ برس بھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔[6]

---

[1] دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٢٨) مطبوعه وزارت المعارف قاهره۔
[2] الديانات والفلاسفة في آسيا الوسطىٰ، منقول از دائرة المعارف، مصنف: الوجدی (٢/ ٦) نیز دیکھیں: الكواكب (ص: ٢٠) نقطة الكاف (ص: ١٤٠) مطبوعه فارسی.
[3] دائرة المعارف، مصنف: البستاني (٥/ ٢٨) مطبوعه تهران۔
[4] الكواكب (ص: ٦١) مصنف: عبدالحسين آواره۔
[5] الكواكب (ص: ٦٠) مطبوعه فارسی.
[6] قرة العين الطاهرة (ص: ٣٢) مصنف: مارتها رُتھ، مطبوعه پاكستان.

اس کے تین بچے ہوئے جن میں سے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی، جب وہ جوانی کی عمر میں داخل ہوئی، اس کی صلاحیتیں اور نکھر کر سامنے آ گئیں، اس کا شباب قیامت ڈھانے لگا' اس کا کلام سننے والوں کو مبہوت اور حیران کر دیتا تھا، مگر جوانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ وہ اپنے گھر کے ماحول سے تنگ آ گئی۔ اس نے اپنے شوہر ملا محمد کو حقیر جانتے ہوئے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ وہ بلاتا بھی تو یہ اس کے پاس نہ جاتی۔ وہ اس کا گھر چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس آ گئی۔ یہاں آ کر بھی اس کا فتنہ ساز حسن کم نہیں ہوا بلکہ بڑھتا ہی گیا۔ ساتھ ساتھ اس کا مذہبی جنون بھی دن رات ترقی کر رہا تھا۔ اسے خیال تھا کہ اسے کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اس کی بڑھکتی ہوئی آگ کو کسی سمت لگا سکے۔ ایسا آدمی کہ وہ اس کی شیدا ہو جائے، دن رات اس کے سامنے سجدے کرتی رہے۔

لیکن جس ماحول میں وہ پلی بڑھی تھی، وہاں کافی حد تک روحانیت کا عمل دخل تھا، کچھ نہ کچھ اخلاق اور انسانیت باقی تھی، چنانچہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اس نے شعر کہنے شروع کر دیے۔ عام طور پر یہ اشعار گھٹیا موضوعات پر مشتمل ہوتے جن میں وہ حسن اور جوانی کو بیان کرتی، اپنے جسم کے ایک ایک حصے کو کھول کھول کر بتاتی، اپنی رغبت کا اظہار کرتی، عشق و محبت کے فضائل سناتی، اپنی محرومیوں اور اپنے اوپر بیتنے والے ظلم کے قصے بیان کرتی۔ جلد ہی اس کی غزلیں اور شاعری لوگوں میں مشہور ہو گئیں، جوان لڑکے اس کے اشعار گنگناتے رہتے، کیونکہ اس کی شاعری جوانوں کی حیوانی شہوتوں کو بھڑکاتی تھی۔ گھر کے ماحول سے متنفر ہو کر اسے یہ خیال آنے لگا کہ اسلامی اور اخلاقی حدود کو پھلانگ کر ہی وہ اپنی خواہشات پوری کر سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے ان حدود و قیود کو توڑنے کے بارے سوچنا شروع کر دیا۔

اس مقام پر ہم اپنے قارئین کو یہ بات بتانا چاہیں گے کہ ام سلمٰی زریں تاج

قرۃ العین طاہرہ ہی فرقہ بابیت کی حقیقی موجد اور مؤسس ہے۔ اسی نے لوگوں کو الحاد اور فساد پر ابھارا۔ چونکہ وہ اپنے گھریلو ماحول کی وجہ سے پردہ، حجاب اور دیگر پابندیوں سے تنگ تھی، لہٰذا اس نے فسق و فجور کا راستہ کھولنے کے لیے مذہبی لبادہ اوڑھ لیا اور ایک نیا مذہب تخلیق کر لیا۔

اس لیے وہ عام طور پر یہ کہتی رہتی تھی:

''ہائے وہ دن کب آئے گا جب ایک نئی شریعت ظاہر ہوگی، میرا رب، میرا الٰہ نئی تعلیمات لے کر کب آئے گا، تاکہ اس پر ایمان لانے والی میں اس دنیا کی پہلی خاتون بن جاؤں، میں اس کی تعلیمات کو گلے لگا لوں۔''[1]

نیز کہتے ہیں:

''وہ نئے مظہر کی آمد بارے ہر وقت سوچتی رہتی، اکثر اپنے چچا مُلا علی کو کہتی: جونہی نیا امام آئے گا، میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاؤں گی۔''[2]

مشہور بابی اور بہائی مورخ عبدالحسین آوارہ نقل کرتا ہے:

''قرۃ العین طاہرہ نے جب کربلا کا سفر کیا تو وہاں سے واپس اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا، کیوں کہ وہ وہیں رہ کر نئے امام کے ظہور کا انتظار کرنا چاہتی تھی۔''[3]

زرندی البہائی کی ایک اور عبارت ہے:

''جب مرزا محمد علی القزوینی جو قرۃ العین کا بہنوئی تھا، جب وہ قزوین سے کربلا جانے لگا تو قرۃ العین طاہرہ نے اسے مہر بند ایک خط دیا اور کہا کہ

---

① قرۃ العین (ص: ۲۹) مطبوعہ پاکستان، 1966ء۔

② مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۳۹)

③ الکواکب (ص: ٦١)

اس سفر میں امامِ موعود منتظر کے ساتھ تمھاری ملاقات ہوگی، جب ملاقات ہو تو انھیں میری طرف سے یہ خط پیش کرنا اور میرا شوقِ ملاقات بھی انھیں بتانا۔"[1]

پروفیسر ایڈورڈ براؤن جو مشہور انگریز مستشرق ہے اور یورپ میں بابیوں اور بہائیوں کا خاص معتقد سمجھا جاتا ہے، اپنی کتاب "التاریخ الجدید" میں ذکر کرتا ہے:

"رشتی کے شاگرد جب مختلف سمتوں میں چلے گئے، تاکہ وہ امام غائب کو تلاش کر سکیں تو قرۃ العین طاہرہ نے ملا حسین بشروئی کو ایک خط دیا اور اس سے کہا کہ تمھیں ہی امام موعود ملیں گے، تم انھیں میرا یہ خط دینا اور انھیں بتانا کہ ان کے اعلان سے قبل ہی میں ان پر ایمان لاتی ہوں۔"[2]

یہ سب عبارتیں بتاتی ہیں کہ قرۃ العین طاہرہ اسلام سے نکلنے کے لیے اور مذہب و اخلاقیات کی تمام حدود و قیود پار کرنے کے لیے انتہائی بے چین تھی۔ اسی طرح ان عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیا دین بنانے کے لیے تیار تھی۔

اب ہم قرۃ العین طاہرہ کی غزلوں کے بعض اشعار نقل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ قارئین کو اس فاحشہ، باغیہ عورت کے افکار و خیالات سے آگاہی ہو سکے۔ سب سے پہلے ہم ان غزلوں کا ترجمہ بیان کریں گے جو عربی زبان میں کہی گئیں۔ وہ کہتی ہے:

"اے میرے دوست اُٹھ جاؤ مرغ بانگ دے چکے
میرے لیے مدح سرا ہو جاؤ اور مجھے ایک جام بھی بنا کر دو
اپنے محبوب کے بارے اب مجھے ایک لمحہ بھی صبر نہیں ہو رہا

[1] مطالع الأنوار، مصنف: الزرندی، منقول از قرة العین (ص: ٤٣)

[2] تاریخ جدید، مطبوعہ کیمبرج، تعلیقات پروفیسر براؤن۔ نیز دیکھیں: نقطة الکاف (ص: ١٤٠) الکواکب (ص: ١٦١)

پتا نہیں کب اس کی طرف دیکھنا مجھے نصیب ہوگا

اس کی خاطر اپنی جان دینا میرے لیے آسان ہے

بھاری بھر کم لشکر تیار کرنے کی نسبت سے

اس نے تلوار کے بغیر ہی مجھے قتل کر دیا

اور اس کی آنکھوں نے جام پلائے بغیر ہی مجھے مدہوش کر دیا

اس کی ایک نگاہ ہی میرے لیے کافی ہے

جو صبح شام و دوپہر کے لیے پوری ہے

میرا دِل اس کے خیال میں مست ہے

میری روح اس کی تلاش میں سرگرداں ہے

اس کا خیال کبھی مجھ سے ایک لمحے کے لیے دور نہیں ہوتا

وہ ہمیشہ میرے دِل ہی میں رہتا ہے جدا نہیں ہوتا

وہ اگر چاہے تو میرے دِل کو محبت کی آگ سے جلا دے

یا اگر چاہے تو مجھے قتل کر دے، مجھے قتل کرنا اس کے لیے حلال ہے۔'' [1]

اس طرح اس کی ایک اور غزل ہے جو فارسی زبان میں کہی گئی، اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

''وہ تجھ سے ملنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے تیار ہیں

اے دروازے کھولنے والے دروازے کھول دے

تم سے ان کی ملاقات کب ہوگی

ذرا دیکھو وہ کب سے دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں

کب تک یہ محرومی اور صبر

---

[1] یہ اشعار ظہور الحق (ص:۳۶۶) سے نقل کیے گئے ہیں۔

کہ حجاب کے پیچھے ان کے طواف بڑھ چکے ہیں

ہمارا مطلوب ومقصود تیرے علاوہ کوئی نہیں

اور تیرے لیے کسی اور کو دیکھنا ثواب بھی نہیں

کب تک وہ حسرت بھری نگاہوں سے انتظار کرتے رہیں گے

کبھی تو بے نقاب بھی اُن کے سامنے چلے آؤ۔''[1]

ایک اور فارسی غزل میں وہ کہتی ہے:

''اے میرے محبوب اگر ایک دِن بھی تجھ سے ملاقات ہو جائے تو میں تجھے بتاؤں گی

تمھاری دِید کے لیے مجھے کتنی مشقتیں اور مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں

میرے محبوب! گھر گھر، گاؤں گاؤں، بستی بستی اور شہر شہر میں گھومی

تاکہ تجھے دیکھ سکوں، تیرے خوبصورت رخسار دیکھ سکوں

میرے محبوب تیری جدائی میں میری آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگے

جنھوں نے دجلہ، چشموں اور سمندروں کے پانی کو رنگین کردیا

میرے محبوب تیری آنکھوں کی چمک نے مجھے قتل کر دیا

تیرے رخساروں کی لکیروں نے مجھے قید کرلیا

تیری محبت نے میرے دِل، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی۔''

نیز وہ کہتی ہے:

اے میرے صنم تیرے عشق نے مجھے گناہوں میں مبتلا کر دیا

کیا تم مجھ سے جدا ہوگئے تم نے مجھے قتل کر دیا اور پیشانی سے مجھے پکڑ لیا

اب میرے پاس صبر کی طاقت بھی نہیں، انتظار کی طاقت بھی نہیں، کب

[1] حوالہ سابقہ۔

تک یہ جدائی رہے گی
میرا پورا جسم تیری جدائی کی کہانی بیان کر رہا ہے
کاش کسی رات تیرے قدم میرے بستر پر پڑیں اور میں تیری مہربانی سے
فیضاب ہوں
پھر میں خوشی سے پروں کے بغیر ہی اڑنے لگوں گی۔'' [1]

یہ مختصر نمونہ ہے اس کی شاعری اور اس کی بے ہودہ گوئی کا۔ اس کلام کو پڑھ کر اور اس میں چھپے ہوئے پیغام کو دیکھ کر اس کے خیالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ قرۃ العین ہے جس نے اپنے گھر والوں پر دباؤ ڈالا کہ اسے ایران کے شہر قزوین سے عراق کے شہر کربلا جانے دیں، تا کہ وہ مقدس مقامات کی زیارت کر سکے۔ دراصل وہ گھریلو بندشوں اور گھریلو قوانین سے فرار تلاش کر رہی تھی۔ یہ کاظم رشتی کی وفات سے کچھ عرصہ قبل کی بات ہے۔

ایران سے کربلا کا سفر قرۃ العین نے اپنے بہنوئی محمد علی قزوینی کی ہمراہی میں طے کیا۔ اس وقت محمد علی قزوینی کی عمر بیس برس کے قریب تھی جبکہ قرۃ العین بھی اسی عمر میں تھی۔ کافی عرصہ یہ دونوں کربلا میں ہی مقیم رہے، پھر نجف چلے گئے، وہاں قرۃ العین نے سید کاظم رشتی کے حلقۂ درس میں بیٹھنا شروع کر دیا اور اس سے الٰہیات کی تعلیم حاصل کی۔ [2]

رشتی کی موت کے بعد وہ شیخیت کے مسند پر بیٹھ گئی۔ وہ ازخود ہی رشتی کی قائمقام بن گئی اور رشتی کے شاگردوں کو سبق بھی دینا شروع کر دیا۔

''وہ رشتی کی جگہ پر بیٹھ گئی اور اپنے فتنہ آمیز خطابات سے درویشوں کے

---

[1] قرة العين (ص: ۱۳۸) مطبوعه پاکستان.

[2] مقالة سائح، مصنف: عباس آفندی (ص: ۲٦) مطبوعه لاهور، 1908ء.

ہوش و حواس گم کر دیے۔ اپنے حسن و جوانی کی وجہ سے اُن کے دِلوں پر قبضہ جما لیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے اس کو رکنِ رابع تسلیم کرتے ہوئے اپنا قائد بنا لیا۔"[1]

شیخ رشتی کی مجلس میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شامل ہوتی تھیں، مگر قرۃ العین خواتین میں بیٹھنے کے بجائے نوجوان اور خوبرو مردوں کے ساتھ بیٹھنا زیادہ پسند کرتی تھی۔

اس نے واپس گھر جانے سے انکار کر دیا۔ شروع شروع میں محمد علی قزوینی اس کے ساتھ تھا، پھر اس نے محمد علی قزوینی کو چھوڑ کر اور لوگوں کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا، وہاں اس نے سب سے پہلا فتویٰ دیا:

"عورت نو مردوں کے ساتھ شادی کر سکتی ہے۔"[2]

اس کے بعد اس کا سارا ڈر اور خوف ختم ہو گیا۔

"وہ عام جگہوں پر سفر کرتی، مردوں کے ساتھ رہتی، انھیں خطبے اور وعظ کرتی اور کسی پردے کے بغیر ان سے باتیں کرتی رہتی۔"[3]

اس سے منقول ہے کہ اس نے کہا:

"اب فرج حلال ہو گئی اور تکلیفیں اٹھا دی گئیں۔"[4]

یہ بات اس نے رشتی کے ایک قول سے نقل کی تھی۔ رشتی نے اپنی کتاب "رسالة في الفروع" میں لکھا:

"اللہ کے دوستوں کی نظر ہر چیز کو پاک کر دیتی ہے۔ حقیقت میں اللہ کے دوست چودہ معصوم ہستیاں ہیں یعنی نبی، وصی، وصی کی بیوی فاطمہ،

---

[1] نقطة الكاف (ص: ١٤٠۔ ١٤١)

[2] مفتاح باب الأبواب (ص: ١٧٦)

[3] مطالع الأنوار (ص: ٢١٤)

[4] مختصر التحفة الأثنیٰ العشرية (ص: ٢٤) مطبوعه قاهرة.

اور اس کی اولاد میں سے گیارہ امام۔ خدا کی نگاہ ان کا ارادہ ہے اور ان کا ارادہ خدا کی نگاہ اور اس کا حکم ہے۔ حلال اور حرام خدا کے ارادے پر موقوف ہے اور خدا کا ارادہ ان کے ارادے پر موقوف ہے۔ قرۃ العین طاہرہ نے یہ دلیل پیش کی کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مظہر ہے۔ کہنے لگی: ان کی آنکھوں کا حکم وہی ہے جو میری آنکھوں کا ہے۔ میں جس چیز پر نگاہ ڈالوں اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو وہ حرمت ونجاست کے باوجود پاک ہو جاتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ چیزیں میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انھیں دیکھ کر پاک کردوں۔''[1]

جب شیرازی نے بشروئی اور قرۃ العین طاہرہ کے ایما اور اصرار پر مہدی اور قائم ہونے کا دعویٰ کیا تو اس نے قرۃ العین طاہرہ کو بھی حروف حي میں شامل کر لیا۔ قرۃ العین کی سفارش پر اس کے رفیقِ سفر بہنوئی اور اس کی بہن کے ساتھ خیانت کرنے والے مرزا محمد علی القزوینی کو بھی حروف الحي میں شامل کر لیا گیا۔[2]

''شیرازی کی طرف سے اسے طاہرہ کا لقب دیا گیا۔''[3]

چنانچہ اس کی قدیم اور دیرینہ خواہش در آئی، ایک نئی شریعت کی ایجاد کے لیے اسے حالات انتہائی سازگار ملے۔ اب اس نے ایک ایسی شریعت ایجاد کرنے پر غور کرنا شروع کر دیا جو حدود و قیود سے پاک ہو۔ کربلا سے بغداد کا سفر کیا اور اس دوران مردوں کے ساتھ ہی رہی، مثلاً:

''صالح العرب، طاہر الواعظ، ابراہیم المحلاتی اور محمد الملیح۔''[4]

---

[1] نقطة الكاف (ص: ١٤١) مطبوعه ليڈن 1910ء.

[2] قرة العين (ص: ٤٣)

[3] الكواكب (ص: ٦٢) مطبوعه فارسى.

[4] نقطة الكاف (ص: ١٤١)

عورتوں میں سے:

''خورشید خانم، بشروئی کی بہن وغیرہ۔ جب وہ کربلا سے نکلے تو بہت سارے مرد اور عورتیں اکٹھی تھیں۔ ان کے فسق و فجور اور بدکاریوں کی وجہ سے اہلِ کربلا نے پتھراؤ کرکے انھیں وہاں سے نکالا۔''[1]

اب قرۃ العین طاہرہ انتہائی بے باک ہوگئی تھی، اس کے سارے ڈر، خوف ختم ہو گئے، اس نے اپنی لگام کھلی چھوڑ دی، خواہش کا ارتکاب، زنا کاری، مردوں کے ساتھ تعلقات اس کا شیوہ بن گئے۔ یہ ہر کسی کو کھلی دعوت دینے لگی، ہر شکار کرنے والا اس کا شکار کرتا اور ہر بڑھتے قدموں کو یہ خوش آمدید کہتی۔ حالات اس حد تک بگڑ گئے کہ یہ انتہائی گھٹیا اور کمینی حرکتیں کرنے لگی۔ اس کی حرکتیں اس حد تک گر گئیں کہ اس کے رفقائے سفر اور ساتھی بھی پریشان ہوگئے۔ وہ روز اس کے ساتھ جھگڑنے لگے، مگر اس کی آگ تھی کہ کم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

''ساتھیوں نے اس پر لعن طعن کرتے ہوئے حضرت شیرازی کو اس کی شکایت کی تو حضرت شیرازی نے جواب دیا: میں ایسی عورت کے بارے میں تمھاری بات کیسے مان سکتا ہوں جس کا نام قدرت نے طاہرہ رکھا ہے۔''[2]

''طاہرہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ وہ معاملات کو دوسروں کی نسبت بہتر سمجھتی ہے۔''[3]

بلکہ شیرازی نے اُلٹا ان لوگوں کو سخت ڈانٹا اور ان کی بے عزتی کی جنھوں نے طاہرہ کی شکایت کی تھی۔ خاص طور پر سید علی جس نے یہ خط اپنے ہاتھ سے لکھا تھا،

---

[1] قرة العين (ص: ٤٦)

[2] نقطة الكاف (ص: ١٤١) مطبوعه فارسى.

[3] الكواكب (ص: ١١٢) مطبوعه فارسى.

اسے خصوصی ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل کیا۔ جب سب لوگوں نے دیکھا کہ معاملات الٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں، ناپاکی اور طہارت اور حلال کو حرام قرار دیا جا رہا ہے تو وہ سب قرۃ العین اور مرزا شیرازی پر لعن طعن کرتے ہوئے بابیت کو چھوڑ گئے۔ اس وقت جن لوگوں نے بابیت ترک کی، ان میں سے سید علی، سید طہ، کاظم، سید حسن جعفر وغیرہ تھے۔[1]

''پھر قرۃ العین طاہرہ نے خود ہی اپنے شوہر کو طلاق دے دی، جو اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔''[2]

دورانِ سفر جب قرۃ العین اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرمان شاہ نامی مقام پر ٹھہری، یہ انتہائی خوبصورت، سرسبز و شاداب مقام تھا، یہاں آ کر اہلِ قافلہ نے جی بھر کر دادِ عیش دی، اس حد تک فحاشی اور بدکاریوں کا بازار گرم کیا کہ

''وہاں کے لوگوں نے تنگ آ کر ان کے قافلے پر حملہ کر دیا، انھیں شہر سے نکال دیا اور شہر کو ان کی گندگی اور ناپاکی سے پاک کر دیا۔''[3]

قرۃ العین طاہرہ کی عادت یہ تھی کہ وہ ہر وقت اپنے گرد نئے نئے جوان ہونے والے لڑکوں کو رکھتی تھی، ان کے ساتھ اپنے دل کی باتیں کرتی تھی اور تنہائیوں میں بھی انھیں اپنا ساتھی بناتی تھی۔

مثلاً: مرزا یحییٰ صبح الازل قرۃ العین کا قریبی ساتھی تھا، اس کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ یہ انتہائی خوبصورت، طویل القامت اور دلکش نوجوان تھا جس کی عمر صرف سترہ برس تھی۔

اس کے بارے میں مشہور بابی مورخ مرزا جانی کاشانی لکھتا ہے:

---

1. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۲۲)
2. دائرة المعارف، مصنف: البستاني (۵/ ۲۸)
3. الکواکب (ص: ۱۱۵)

''مرزا یحییٰ صبح الازل انتہائی خوبصورت اور مرکزِ جمال و جلال تھا، وہ بار بار طاہرہ کے پاس جاتا تھا، اس وقت طاہرہ کی عمر اٹھائیس تھی اور اس کی جوانی بھڑک رہی تھی، جبکہ صبح الازل کی عمر صرف سترہ برس تھی، ابھی اس پر نئی نئی جوانی چڑھی تھی، ابھی اس کے منہ سے دودھ کا ذائقہ بھی ختم نہیں ہوا تھا، چنانچہ قرۃ العین طاہرہ نے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا، اس کے گھر والوں سے کہا کہ وہ اس کی تربیت کرے گی اور اپنے پاس ہی رکھے گی۔ (کیا ہی خوب تربیت کی) کچھ عرصہ کے لیے صبح الازل قرۃ العین طاہرہ کی دلچسپیوں کا مرکز رہا۔''[1]

بدشت کانفرنس کے دوران بھی سب سے زیادہ مواقع قرۃ العین سے قربت کے صبح الازل کو ہی ملتے رہے، یہاں اس نے وہ کام کیے کہ مرزا ابشروئی بھی کہنے لگا:

''میں بدشت میں شریک ہونے والوں پر حد لگاؤں گا۔''[2]

یہ سب تفصیلات گذشتہ صفحات پر آ چکی ہیں۔[3]

ان تفصیلات کو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جو بات کرنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ یہی بدکار اور فاحشہ عورت بابیہ کی بنیادی اور حقیقی مؤسس تھی۔ جس طرح بدشت کانفرنس کی تفصیلات ہم نے بیان کیں، ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک کانفرنس کے شرکاء قرۃ العین کے سحر میں رہے اور اس نے اپنے حسن اور جوانی کو بروئے کار لا کر اُن سے اپنے مطلب کے فیصلے لیے۔ تمام مورخین چاہے وہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا بہائی، سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے

---

[1] نقطة الكاف (ص: ۲٤۱)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۱۵۵)

[3] اس کتاب کے ابتدائی حصے ملاحظہ فرمائیں۔

شریعتِ اسلامیہ کو نسخ کرنے کا ارادہ اس فاجرہ عورت نے کیا۔

یہ اپنے تمام دوستوں کو یہ کہتی رہتی کہ اسلامی شریعت کو ختم کرنا واجب ہے، کیونکہ شریعتِ محمدیہ ﷺ کی وجہ سے اس کی شہوت پرستی اور آزادیوں میں خلل پڑ رہا تھا۔ جس طرح یہ ہر مرد کو اپنے بستر کا ساتھی بنا رہی تھی، نوعمر اور نوجوانوں کی جوانی چوس رہی تھی، اس کی راہ میں صرف اور صرف مذہب ہی رکاوٹ تھا، کیونکہ یہ مذہب اسے ایک شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کرتا تھا۔ یہ مذہب اسے پردہ کرنے، شرم و حیا کرنے اور ان بے ہودگیوں سے روکتا تھا۔ جبکہ یہ تو ہر روز نئے گاہک کی تلاش میں ہوتی تھی۔

اس کا سینہ اسلام کے خلاف بغض سے بھرا ہوا تھا، کیونکہ اسلام اس کی آزادیوں میں رکاوٹ تھا۔ یہ تو زندگی اور جوانی کو پھول سمجھتی تھی۔ خود اس کا کہنا ہے:
''پھول کو توڑ کر اس کی خوشبو لینی چاہیے، اس لیے کہ پھول سینے کے ساتھ لگانے اور سونگھنے کے لیے ہی ہوتا ہے۔ پھول جب کھلتا ہے تو اسے توڑ لیا جاتا ہے اور پھر دوستوں کو ہدیہ اور تحفے میں دیا جاتا ہے۔''[1]

نیز وہ کہتی ہے:

> ''اپنے دوستوں سے اپنی کوئی چیز بھی نہ چھپاؤ، یاد رکھو اب کوئی بھی رکاٹ، حد و قید، تکلیف اور بندش نہیں ہے۔ اس زندگی سے خوب مزے اٹھاؤ اس لیے کہ مرنے کے بعد کچھ بھی ملنے والا نہیں۔''[2]

قرۃ العین کو ملا محمد البارفروشی سے جنون کی حد تک محبت تھی، چنانچہ اس نے ملا محمد البارفروشی کو اپنی ہر چیز پیش کر دی، اسے اجازت دے دی کہ وہ جو کچھ چاہے

---

[1] مفتاح باب الأبواب (ص: ۱۸۱)

[2] مذکورہ بالا حوالہ۔

استعمال کرے، وہ اپنے سامنے سجدے کرائے۔ مگر اس نے ملا محمد علی بارفروشی پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو مرزا حسین علی المازندرانی البہاء کو بھی پیش کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے چھوٹے بھائی مرزا یحییٰ صبح الازل کو بھی نچوڑتی رہی۔ مرزا حسین علی نے اسے ایک شیرازی نوجوان مرزا عبداللہ کے حوالے کیا تھا، جو اسے حسین علی کے گاؤں النور لے گیا۔[1]

یہ ہے قرۃ العین جو مرزا شیرازی کو احکامات جاری کرتی تھی، اسے احکام لکھواتی تھی، اسے کہتی تھی یہ کرو اور وہ کرو۔ قرۃ العین کے کہنے پر ہی مرزا شیرازی نے بالآخر خدائی کا دعویٰ کیا۔

بہائی مؤرخہ مس مارتھا رُتھ وغیرہ نے تفصیل سے یہ بات نقل کی ہے:

”جب مرزا علی شیرازی ماکو قلعے میں قید تھا تو قرۃ العین نے اسے ایک لمبی سی غزل لکھ کر بھیجی جو تھوڑی فارسی اور تھوڑی عربی میں تھی۔ اس غزل میں وہ کہتی ہے:

تیرے چہرے کا نور چمک اٹھا، تیری بلندیوں کی شعاعیں نکل رہی ہیں
تیری محبت کے جذبات نے مجھے غم اور تکلیف کی بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے
جب میں تیرے حسن کو سوچتی ہوں تو گویا صبح طلوع ہو جاتی ہے۔

یہ کافی لمبی غزل ہے جس کے آخر میں وہ کہتی ہے:

اب تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں تمھارا رب ہوں اور ہم کہیں ہاں ہاں۔“[2]

اس فاحشہ اور بدکار عورت کے کہنے پر مرزا شیرازی نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

جب اس کی حرکتوں کی بھنک اس کے خاندان کو پہنچی تو ملا تقی جو اس کا سسر تھا

① مطالع الأنوار (ص: ۲۹۹) مطبوعہ انگریزی.

② قرة العين، مصنف: مس مارتھا رُتھ (ص: ۴۳)

اور قزوین کا امام الجمعہ تھا، سسر کے علاوہ رشتے میں وہ اس کا چچا بھی لگتا تھا، اس نے اس پر پابندی عائد کر دی کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے۔ بھلا قرۃ العین ایسی پابندیوں کو ماننے والی کہاں تھی، اس نے اپنے چچا کے خلاف سازش کی اور اسے قتل کر دیا۔ یہ 1263ھ کی بات ہے۔ قتل کا الزام قرۃ العین طاہرہ پر آیا، اسے گرفتار کیا گیا اور قزوین کی جیل میں قید کر دیا گیا، لیکن یہ اپنے عاشقوں اور دوستوں بالخصوص مرزا حسین علی البہاء کی مدد سے وہاں سے فرار ہو گئی۔[1]

پھر کہا:

''مرزا شیرازی کے قتل کے بعد اس نے ناصر الدین القاجاری کے خلاف جو ایران کا بادشاہ تھا، ایک سازش میں حصہ لیا، مگر یہ سازش کامیاب نہ ہوئی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ ناصر الدین قاجاری نے حکم دیا کہ اسے زندہ جلا دیا جائے، مگر جلاد نے آگ میں پھینکنے سے پہلے ہی اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا۔''[2]

''پھر اس کے جسم کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا اور اس گڑھے کو پتھروں اور مٹی سے بھر دیا گیا۔''[3]

''یہ ذوالقعدہ 1268ھ بمطابق 1852ء کے ابتدائی دِنوں کی بات ہے۔''[4]

قرۃ العین طاہرہ کو مرزا شیرازی کے قتل کے دو برس اور دو مہینے بعد قتل کر دیا گیا، اس وقت اس کی عمر بتیس سے لے کر سینتیس سال تک تھی۔

---

[1] الکواکب (ص: ۱۲۵) مطبوعہ: فارسی.

[2] دائرۃ المعارف، مصنف: البستاني (۵/ ۲۸) مطبوعہ تہران:

[3] الکواکب (ص: ۳۲۲) مطبوعہ فارسی۔ نیز دیکھیں: قرۃ العین (ص: ۹۷)

[4] الکواکب (ص: ۳۲۰)

چونکہ بابیت اور بہائیت میں قرۃ العین کا ایک خاص اثر اور مقام ہے، لہٰذا ہم نے اس کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ مشہور انگریز مستشرق ایڈورڈ براؤن اپنے مقالے میں لکھتا ہے:

''مرزا بابی الشیرازی کی شخصیت کو بامِ عروج تک پہنچانے اور نبوت، مہدویت اور خدائی کے مقام تک لے جانے والی شخصیت ایک ہی تھی۔ وہ شخصیت جو حسن و جمال کا مرقع، عقل و فہم کا کمال، جسے خدا نے حسن و جمال اور عقل و ذکا وافر مقدار میں دیا تھا، یعنی قرۃ العین۔ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ اچھی شاعرہ، عالمہ اور خطیبہ بھی تھی۔ ابتدا سے کر انتہا تک یہ مرزا شیرازی کے حواس پر چھائی رہی اور مرزا شیرازی ہی نے اسے طاہرہ کا لقب دیا۔''[1]

فرانسیسی مورخ ینگ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''فرقہ بابیہ کی طاقتور ترین شخصیت جو دیگر تمام راہنماؤں سے ممتاز تھی، وہ قرۃ العین ہے جو بہترین شاعرہ اور فصیح و بلیغ خطیبہ تھی۔''[2]

ویلنغائن کہتا ہے:

''بابیوں میں کسی کا بھی اتنا اثر و رسوخ نہیں تھا جتنا قزوین کی شاعرہ قرۃ العین طاہرہ کا تھا۔''[3]

اس کے اسی اثر و رسوخ کی وجہ سے ہم نے اس کا ذکر تفصیلاً کیا ہے۔

ملا محمد علی بارفروشی:

فرقہ بابیہ میں قرۃ العین طاہرہ کے بعد دوسری اہم شخصیت محمد علی البارفروشی کی

① جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۹۳۴/۲۱)
② دی کلیم (ص:۲۰۲)
③ سوال الشرق الاوسط (ص:۱۳۲)

ہے جو قرۃ العین کا محبوب اور معشوق تھا۔ فرقہ بابیہ میں ملا محمد علی بارفروشی کا بڑا اثر و رسوخ تھا، حتیٰ کہ ملا بشروئی جسے شیرازی نے باب الباب کا لقب دیا اور جو سب سے پہلے مرزا شیرازی پر ایمان لایا تھا، وہ بھی بارفروشی کا انتہائی احترام کرتا تھا، اس کے سامنے جھک کر کھڑا ہوتا تھا۔

''وہ اس کے سامنے ایسے کھڑا ہوتا جیسا کہ ایک گھٹیا غلام اپنے عظیم آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔''[1]

''حتیٰ کہ مرزا شیرازی نے دو دفعہ بارفروشی کو سجدے کیے۔''[2]

مرزا محمد علی بارفروشی مرزا مہدی البارفروشی کے ہاں پیدا ہوا، جو فرقہ شیخیہ کے سربراہوں میں سے تھا، جو مازندران نامی شہر کے قریب بارفروش کے علاقے میں رہتا تھا۔[3]

یہ ولد الزنا تھا۔ جیسا کہ مشہور بہائی مورخ مرزا جانی کاشانی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ البابی اپنی کتاب "نقطة الكاف" جو بابیوں پر سب سے پہلی کتاب ہے، اس میں لکھتا ہے:

''جب القدوس کی والدہ کی شادی ہوئی تو اس وقت وہ تین مہینے کی حاملہ تھی۔ شادی کے چھ ماہ بعد وضع حمل ہوا اور اس نے آنحضرت یعنی محمد علی القدوس کو جنا۔ اس لیے حضرت قدوس کے دشمن اس پر اعتراض کرتے تھے اور اس کی ماں پر تہمت لگاتے تھے، مگر حضرت کے بہی خواں اور دوست اس بات کو اچھا سمجھتے تھے، بلکہ اسے معجزہ شمار کرتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی پیدائش بھی معجزہ سمجھتے تھے۔''[4]

---

[1] نقطة الكاف (ص: ١٦١)

[2] تاريخ البابية (ص: ٢٠٩)

[3] الكواكب (ص: ٤٢)

[4] نقطة الكاف (ص: ١٩٩)

خود بارفروشی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے باپ سے کہا:

"سن لے میں تیرا بیٹا نہیں ہوں، میں تو عیسیٰ ہوں جو تیرے بیٹے کی صورت میں آیا ہے۔ مصلحت کی وجہ سے میں نے تیرے باپ ہونے کو تسلیم کیا ہے۔"[1]

بابی اسے بارفروشی کی کرامت سمجھتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بارفروشی نہیں بلکہ اس کی ماں کی کرامت ہے..!!

یہ انتہائی خوبصورت، حسین و جمیل نوجوان تھا، عہدوں اور منصب کا لالچی تھا، اچھا جسم اور قد کاٹھ والا تھا، لیکن اس کے ماتھے پر بہرحال حرام کاری کی مہر لگی ہوئی تھی اور سب لوگ اس کی اصل حقیقت سے واقف تھے۔ پورے بارفروش کے لوگ اس سے واقف تھے کہ یہ ولدالزنا ہے۔

"اس نے انتہائی سطحی قسم کی تعلیم حاصل کی۔ کیونکہ یہ علمی گھرانے میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس زمانے کے بچوں کی طرح معمولی سی دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی۔"[2]

اس نے فرقہ شیخیہ کی تعلیم حاصل کی۔ دراصل یہ ملا حسین البشروئی کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھا۔ اگرچہ ملا بشروئی عمر میں اس سے کافی بڑا تھا، تاہم یہ اس کا ساتھی تھا۔ جب بارفروشی نے ملا بشروئی سے سنا کہ شیراز کے ایک آدمی نے مہدی کے باب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور بشروئی کو ہی یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ بندے گھیر کر لائے، تو بارفروشی کو خیال ہوا کہ اس طریقے سے وہ اعلیٰ عہدے اور مناصب حاصل کر سکتا ہے۔ اس نے مرزا شیرازی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں

---

① مذکورہ بالا حوالہ۔

② الکواکب (ص: ٤٢)

اور سمجھ گیا کہ مرزا شیرازی کمزور آدمی ہے، لہٰذا اس کے فرقے میں داخل ہو کر وہ ترقی کے مراحل طے کر سکتا ہے۔

جب بشروئی نے اسے دعوت دی تو اس نے بلا تامل اس کی دعوت قبول کر لی اور اسے کہا میں قطعی طور پر یہ بات جانتا ہوں کہ محمد علی شیرازی ہی یہ دعویٰ کرنے والا ہے۔ اسے مرزا شیرازی نے قدوس کا لقب دیا تھا۔[1]

اس وقت اس کی عمر اکیس برس تھی۔

"جب شیرازی سفرِ حج کے لیے بوشہر گیا تو اسے اپنے ساتھ لے گیا۔"[2]

مرزا شیرازی کی وجہ سے یہ قدوس بن گیا بلکہ جب مرزا شیرازی خدا بن گیا تو اس نے "مہدی اور قائم ہونے کا دعویٰ کیا۔"[3]

پھر اس نے مزید ترقی کرتے ہوئے دعویٰ کیا:

"کہ وہ عیسیٰ ہے جو والد کے بغیر پیدا ہوا، یہ اس کا معجزہ ہے اور خدا کی قدرت۔"[4]

جب اس نے دیکھا کہ بیوقوف بابی لوگ اس کی ہر بات مانتے چلے جا رہے ہیں اور مرزا شیرازی کی خدائی تک کو مان گئے ہیں تو اس نے دعویٰ کیا:

"وہ بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ کی نئی شکل ہے۔"[5]

پھر یہ فاحشہ اور بدکارہ عورت قرۃ العین کے ساتھ عیش و عشرت میں مست ہو گیا۔

اس وقت تک قرۃ العین طاہرہ ملا محمد کے ساتھ نکاح میں تھی، اس نے اس کو طلاق نہیں

---

① مذکورہ بالا حوالہ۔

② مقالة سائح (ص: ٢٥) مطبوعه لاهور۔

③ نقطة الكاف (ص: ٢٠١۔ ٢٠٧) مطبوعه ليڈن.

④ مذکورہ بالا حوالہ (ص: ١٩٩)

⑤ نقطة الكاف (ص: ١٥٢۔ ١٥٣)

دی تھی، مگر پھر بھی وہ اس کے ساتھ رہتی تھی۔ بارفروشی بھی انتہائی بے غیرتی کے ساتھ زندگی گزارتا رہا، ساتھ ساتھ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ ایک طرف تو قرۃ العین اسے اپنے جسم کا مالک سمجھتی تھی اور اس نے اسے اپنا جسم سپرد کر دیا تھا تو دوسری جانب وہ اور بھی مردوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے ہوئے تھی۔ بہرحال یہ بات تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔[1]

اس کی زندگی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری زندگی یہ فسق و فجور میں ڈوبا رہا اور اس نے پوری زندگی میں مرد اور عورتوں میں کوئی تفریق نہیں کی۔ یہ عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں کا بھی شوقین تھا۔ "نقطة الکاف" نامی کتاب میں تفصیل کے ساتھ یہ حالات نقل کیے گئے ہیں، خاص طور پر جہاں اس کا اور مرزا یحییٰ صبح الازل کا ذِکر آیا، وہاں مرزا شیرازی لکھتا ہے:

"جب بارفروشی نے مرزا یحییٰ کو دیکھا تو اس کے حسن و جمال نے اسے مبہوت کر دیا۔ اتنا خوبصورت نوجوان اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا، چنانچہ اس کا بھرپور استقبال کیا، لوگوں سے دُور ایک طرف اسے لے گیا، اسے بتایا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، کافی دیر تک وہ اس سے باتیں کرتا رہا، اس حد تک وہ مرزا یحییٰ کا شیدائی ہوگیا کہ اس نے مرزا یحییٰ کے حسن و جمال پر ایک خطبہ بھی لکھا۔

"اس کی آواز کی تعریف کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس کی آواز اتنی خوبصورت ہے کہ اس سے مردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک مار کر مردوں کو زندہ کرتے تھے، اسی طرح اس کی آواز کی تاثیر ہے۔ مرزا یحییٰ صبح الازل کے دِل میں بھی اس کی محبت پیدا

[1] اس کتاب کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

ہوگئی، مختلف اوقات میں بارفروشی صبح الازل کو تنہائی میں اپنے ساتھ لیجاتا رہا، اسے اپنی خاص شراب پلائی اور کوشش کی کہ ہمیشہ وہ نشے میں رہے۔ جب مرزا یحییٰ واپس آیا تو اس کے چہرے سے سارے واقعات ظاہر ہو رہے تھے۔ پھر بارفروشی نے مرزا یحییٰ کو قرۃ العین کے پاس بھیج دیا، تاکہ وہ بھی اس کے حسن و جمال سے فائدہ اٹھائے۔''[1] قرۃ العین طاہرہ اور صبح الازل کے تعلقات کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

یہ سب کچھ نئے دِین کی آڑ میں ہو رہا تھا، کیونکہ اس نئے دین نے حرامی ہونے کے باوجود بارفروشی کو پاک قرار دے دیا تھا۔ اسے یہ اختیار دے دیا کہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دے۔[2]

جس کے پاس یہ اختیار ہو، اس کے سامنے کون سی چیز حرام رہ جاتی ہے؟

اب یہ سوال کہ کیا حرام اور حلال میں کوئی فرق ہے؟ جب کوئی فرق نہیں اور یہ لوگ حرام اور حلال میں کوئی فرق کر بھی نہیں رہے تو پھر نیا دِین سامنے لانے اور شریعت اسلامیہ کو ختم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

بالآخر یہ بدخصلت اور بدطینت شخص اپنے دردناک انجام کو پہنچا۔

''سب باغیوں کے سروں کو کاٹ کر قلعے کی برجیوں پر لٹکا دیا گیا، چونکہ یہ خیانت اور غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔''[3]

اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جو گھٹیا حرکتیں کیں، بالآخر اسے ان کی سزا مل گئی۔ بارفروش نامی شہر میں اسے قتل کیا گیا، اس کی لاش کو جلا دیا گیا اور وہیں بیابان کے علاقے میں اسے پھینک دیا گیا۔

---

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٤١)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ١٨٥)

[3] نقطة الكاف (ص: ١٧٩)

یہ یکم رجب 1265ھ کی بات ہے۔ طبرسی قلعہ میں جو واقعات ہوئے، جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔[1] اس کے بعد اس کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔

اس وقت اس کی عمر 27 برس تھی۔[2]

اس نے اپنی زندگی میں ہی بتا دیا تھا کہ "اس کی قبر کے اوپر بڑی عمارتیں تعمیر ہوں گی اور لوگ دُور دراز ممالک سے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔"[3]

نیز اس نے یہ بھی بتا دیا تھا:

"عنقریب اس کی قبر بلند و بالا عمارت کی شکل میں ہوگی، اس کی قبر پر لوگ آ کر واویلا کریں گے، فوج در فوج پوری دنیا سے لوگ اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔"[4]

مرزا شیرازی کو اس کی موت کا بڑا افسوس ہوا۔ چنانچہ:

"وہ مکمل انیس دن تک اس پر روتا رہا، بلکہ اس نے کھانا کھانا ہی چھوڑ دیا۔ اپنے قریبی ایک شخص کو بھیجا کہ وہ بارفروشی کی قبر پر جائے اور اس کی مٹی مرزا شیرازی کے لیے بطور ہدیہ لے کر آئے۔"[5]

حقیقت یہ ہے کہ آج تک یہی نہیں پتا چلا کہ اس کی قبر کہاں ہے؟ کجا یہ کہ اس کی قبر پر بڑی بلند و بالا عمارتیں ہوں اور لوگ دُور دراز ممالک سے اس کی زیارت کو آئیں۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ بارفروشی کے واقعات میں لوگوں کے لیے عبرت ہے۔ کاش کہ کوئی اس سے عبرت حاصل کرنے والا ہو۔

---

1. اس کتاب کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں۔
2. قرۃ العین (ص: ۸۸) مطبوعہ پاکستان۔
3. نقطة الكاف (ص: ۲۹۸)
4. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۰۹)
5. مذکورہ بالا حوالہ۔

مشہور بابی مورخ کاشانی نے مرزا حسین علی المازندرانی البہائی سے نقل کیا ہے:

"القدوس کچھ نئے دعوے بھی کرنا چاہتا تھا، مگر موت نے اسے مہلت نہ دی۔"[1]

بلکہ اس نے یہ دعوے کیے بھی۔ وہ کہتا ہے:

"وہ اصل نقطہ ہے اور وہی رب ہے۔ شیرازی تو اس کا باب اور داعی ہے۔"[2]

اس طرح کے لوگ بابیت کے بانی تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھ لیا کہ یہ سب ہوس پرست اور خواہشات نفسانی کے غلام تھے، انتہائی بددیانت، خائن، شہرت اور منصب کے طلبگار بلکہ لالچی۔ بہرحال جو انھوں نے کیا، خدا نے دنیا ہی میں ان کو اس کا بدلہ دے دیا۔ اور خدا نے اپنی دین کی حقانیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتا دیا کہ آیندہ بھی جو شخص اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اور دعوے کرے گا تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔

بشروئی، دارابی، اور زنجانی کے کچھ حالات تو ہم پیچھے مختصراً بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم کچھ اور لوگوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔

بابی فرقے:

کچھ فرقے جو مرزا بابی شیرازی کے قتل ہونے کے بعد معرض وجود میں آئے۔

مرزا علی محمد شیرازی 1266ھ بمطابق 1850ء کو تبریز نامی شہر میں قتل کیا گیا۔ جب اس نے مسلمانوں کو مارنے کا حکم دیا اور اس کے پیروکاروں نے پوری سلطنت میں اودھم مچا دیا تو بالآخر ایرانی حکومت کو ایکشن لینا پڑا۔ بابی فرقے کے تقریباً تمام بڑے بڑے راہنما مار دیے گئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ فرقہ بابیہ کے جتنے بھی مشہور اور قابلِ ذکر راہنما ہیں، مثلاً بارفروشی، بشروئی، دارابی، زنجانی اور

[1] نقطة الكاف (ص: ٢٠٠)

[2] نقطة الكاف (ص: ٢٠٧)

قزوینی، ان سب کو قتل کیا گیا یا کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں جیلوں میں ڈال دیا گیا، مثلاً قرۃ العین طاہرہ، مازندرانی وغیرہ۔ کچھ بابی راہنما ایسے تھے جو مرزا علی شیرازی کی باتوں سے متفق نہ تھے، لہٰذا انھوں نے مرزا شیرازی پر لعنت بھیجتے ہوئے بابیت چھوڑ دی، مثلاً حسین علی الیزدی اور ملا حسن البجستانی وغیرہ۔

چنانچہ یہ سب لوگ مختلف سوچ اور فکر کے مالک تھے اور انہی سے آگے چل کر بہت سارے نئے فرقے معرضِ وجود میں آئے۔

اگرچہ مرزا شیرازی کے قتل کے بعد اس کے بہت سارے نئے فرقے بن گئے، مگر بنیادی طور پر چار فرقے مشہور ہوئے۔

پہلا فرقہ وہ تھا جو مرزا یحییٰ النوری صبح الازل کا پیروکار بن گیا۔ اسے اپنا قائد اور راہنما مان لیا۔ اس کے بارے میں ان لوگوں کا خیال تھا:

"صبح الازل ہی شیرازی کا حقیقی وصی اور اصلی خلیفہ ہے، کیونکہ مرزا شیرازی نے اپنی زندگی ہی میں اسے اس منصب پر فائز کر دیا تھا۔ بلکہ مرزا شیرازی نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کے ذریعے اسے ایک خط دیا جس میں یہ کہا گیا کہ شیرازی کی وفات کے بعد وہی وصی ہوگا۔ اس خط پر مرزا شیرازی کی مہر اور دستخط بھی ہیں۔ مرزا شیرازی نے خط کے ساتھ صبح الازل کو اپنی خاص استعمال کی نو چیزیں بھی دیں، یعنی مہر، لباس، کاغذ، قلم، مسودے، کتاب البیان وغیرہ۔" [1]

دوسرا فرقہ وہ ہے، جس نے مرزا حسین علی النوری المازندرانی جو مرزا یحییٰ صبح الازل کا بڑا بھائی تھا، اس کو اپنا راہنما مان لیا۔ حسین علی المازندرانی کے بارے میں ان کا خیال تھا:

"یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں شیرازی نے خبر دی ہے کہ وہ عن

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۴۴)

قریب ظاہر ہونے والا ہے اور آ کر اس کے دِین کو ختم کر دے گا۔ مازندرانی ہی باب کا وصی اور اس کا حقیقی خلیفہ ہے۔ یہ مقام صبح الازل کو نہیں بلکہ مازندرانی کو حاصل ہے۔ یہ فرقہ بعد میں بہائیہ کے نام سے مشہور ہوا۔''

تیسرا فرقہ ایسے لوگوں کا تھا جو بابی ہی تھے، مگر انھوں نے بعد میں جا کر یہ دعویٰ کر لیا کہ وہ خود نبی اور رسول ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ مرزا شیرازی کی عبارت ہے کہ اللہ کا فیض معطل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ کا فیض یعنی نبوت اور رسالت جاری ہے۔ ان کا خیال تھا کہ جب مرزا شیرازی نبی اور رسول بن سکتا ہے تو وہ کیوں نہیں بن سکتے؟ ان میں سے مشہور لوگ مرزا اسداللہ التبریزی جو الدیان کے لقب سے مشہور تھا، مرزا حسین جان، مرزا عبداللہ الغوغا، سید حسین الہندیانی، الذبیح، البصیر وغیرہ تھے۔

چوتھا فرقہ وہ ہے، جنھوں نے ان سب کو چھوڑتے ہوئے یہ کہا کہ جو مرزا شیرازی نے کہہ دیا وہی حق اور سچ ہے، ہم اس سے سرمو بھی انحراف نہیں کر سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خالص بابی کہا جاتا ہے۔

صبح الازل اور فرقہ ازلیہ:

مرزا محمد علی الشیرازی کے اولین پیروکاروں میں سے دو بھائی مرزا یحییٰ النوری اور مرزا حسین علی النوری بھی تھے۔ یہ مرزا عباس النوری کے بیٹے تھے۔النوری مازندران کے قریب نور نامی شہر کی طرف نسبت ہے۔ مرزا عباس النوری تہران میں وزارت مالیاتی امور کا ملازم تھا۔

''جب مرزا بابی شیرازی نے بابیت اور مہدویت کا اعلان کیا تو اس کی باتوں کو قبول کرنے والوں میں سے مرزا حسین علی بھی تھا، جس کی عمر اس وقت سترہ برس تھی۔''[1]

[1] بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٢٣٢)

مرزا حسین علی مرزا شیرازی کے قریبی لوگوں میں سے تھا۔ مرزا شیرازی کی تعلیمات سیکھنے کے لیے لوگ اس کے پاس آیا کرتے اور اس سے باتیں پوچھتے تھے۔ ایک دن جیسا کہ مرزا جانی کاشانی خود مرزا یحییٰ سے نقل کرتا ہے:

''اس نے مرزا شیرازی کی ایک عبارت سنی جس میں آہ آہ کا بہت ذکر تھا۔ یہ آہ آہ سن کر میرا دِل پسیج گیا اور میں اس پر ایمان لے آیا۔''[1]

''اس وقت اس کی عمر سولہ یا سترہ برس تھی۔''[2]

نیز کہتا ہے:

''اس کی ماں بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ مرزا عباس کی دوسری بیوی نے اس کی پرورش کی، جو مرزا حسین علی البہاء کی والدہ تھی۔''[3]

نیز کہتا ہے:

''عباس شادیوں کا شوقین آدمی تھا۔ اس نے چار یا پانچ شادیاں کیں۔''[4]

نیز کہتا ہے: ''اس کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔''[5]

نیز کہتا ہے: ''دس لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔''[6]

مرزا یحییٰ اہلِ علم یا پڑھے لکھے لوگوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے بھی مرزا شیرازی کی طرح عربی علوم بہت کم پڑھ رکھے تھے، لیکن یہ بڑا اچھا خطاط تھا، اس کا خط بڑا ہی خوبصورت تھا اور یہی وجہ تھی کہ مرزا شیرازی اسے بہت پسند کرتا تھا۔ اس

---

1. نقطة الكاف (ص: ٢٤٠)
2. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ٣٩)
3. دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠١)
4. الكواكب (ص: ٢٥٥)
5. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ٢٥٦)
6. البهائيون والبابيون (ص: ٧٨)

کے علاوہ بھی یہ تصوف اور معرفت کی طرف مائل تھا۔[1]

بلکہ کاشانی تو یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اس کے پاس کافی مدت تک رہا۔ وہ مرزا شیرازی کے قریبی لوگوں میں سے تھا، لیکن جب مرزا شیرازی بابی نے اپنے پیروکاروں کو اعلیٰ عہدے اور منصب دیے تو یہ اس سے پہلے ہی فوت ہوگیا تھا۔ مرزا کاشانی کہتا ہے:

''میں کافی عرصہ تک صبح الازل کے ساتھ رہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ صاحبِ علم آدمی تھا۔''[2]

وہ اپنے بھائی مرزا حسین علی کو اکثر یہ کہتا:

''اگر ان دِنوں میں حقیقی موعود اور امام ظاہر ہوگیا تو ہم مرزا شیرازی کا کیا کریں گے؟''[3]

وہ بڑا خوبصورت اور دلکش شخصیت کا مالک تھا۔ جوانِ رعنا، پرکشش، جوانی کے دِنوں میں اس کی کشش بہت زیادہ تھی۔ اس لیے جب مرزا شیرازی کو یہ خبر پہنچی کہ وہ اس پر ایمان لا چکا ہے تو مرزا شیرازی بڑا خوش ہوا۔

''خوشی کی وجہ سے وہ بار بار اٹھتا اور بیٹھتا تھا۔ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے۔''[4]

صبح الازل خراسان اور مازندران کے سفر پر گیا، جہاں اس کی ملاقات ملا محمد علی البارفروشی اور قرۃ العین سے ہوئی۔ یہ خوبصورت نوجوان ملا بارفروشی کو بڑا پسند آیا، اسی طرح قرۃ العین طاہرہ کو بھی یہ نوجوان بڑا بھایا اور جلوت و خلوت میں وہ اسے اپنا

---

1. نقطة الكاف (ص: ۲۳۹)
2. مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۴۰)
3. الكواكب (ص: ۳٦۱)
4. نقطة الكاف (ص: ۲۳۸)

ساتھی بھی بنانے لگی۔ قرۃ العین کی تو یہ عادت ہی تھی کہ وہ ہر جوان اور نوعمر لڑکے کے پیچھے بھاگتی تھی۔[1]

"پھر وہ مرزا باب سے ملاقات کی نیت سے روانہ ہوا، جو اس وقت طبرس کے قلعے میں محصور تھا۔ مگر اس کی ملاقات نہ ہوسکی۔"[2]

بابی فرقے کے دیگر قائدین کی طرح یہ بھی بزدل اور ڈرپوک آدمی تھا۔ اگرچہ عام بابی جو سادہ لوح عوام پر مشتمل تھے، وہ بہادر اور اپنے دین کے اوپر جان چھڑکنے والے تھے۔

"جب مرزا شیرازی کو قتل کیا گیا تو اس نے بھی بابیت چھوڑ دی، وہاں سے بھاگ کر یہ نور نامی گاؤں میں چلا گیا، بہت سارے دیگر بابی راہنما اس کے پاس آئے، لیکن اس نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر بابیت چھوڑنے پر آمادہ کرلیا۔"[3]

یہ اُن لوگوں میں سے ہے جو بدشت کانفرنس میں شریک ہوئے تھے، جہاں اسلام کو ختم کرنے کی بہت ساری سازشیں قرۃ العین کے حکم اور ایما پر بُنی جا رہی تھیں۔ براؤن اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اس کے حُسن، خوبصورتی اور زہد کی وجہ سے مرزا شیرازی اسے بہت پسند کرتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس نے بابی فرقے کو پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ پھر یہ کم عمر اور خوبصورت تھا۔ یہ مرزا شیرازی کے قریبی ساتھیوں یعنی بارفروشی اور قزوین کی مشہور شاعرہ قرۃ العین کو بھی بڑا ہی پسند تھا۔ چنانچہ جب بارفروشی، بشروئی اور دارابی وغیرہ قتل ہوگئے تو

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۴۱)

[2] دائرة المعارف للمذاهب والأديان (۲/ ۳۰۱) مطبوعه انگریزی.

[3] الکواکب (ص: ۳۳۸)

مرزا شیرازی نے اسے صبح الازل کا لقب دیا۔ دراصل شیعہ کی موضوع روایت کے مطابق اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں کہ ایک نور آئے گا جو صبح الازل یعنی صبح کی روشنی سے نکلے گا۔ توحید کے ڈھانچے پر اس کے آثار پھیل جائیں گے۔ اس شیعہ روایت کو سچ ثابت کرنے کے لیے مرزا شیرازی نے اس کا نام صبح الازل رکھ دیا۔'' [1]

یہ 1265ھ کے رمضان یا شعبان کی بات ہے۔ [2] اس وقت اس کی عمر انیس برس تھی۔ شیرازی نے اپنے مخطوطات، مہر، لباس، قلم اور اوراق جمع کر کے اپنی چابیوں کے ساتھ اسے بھیج دیا۔ اسے حکم دیا کہ وہ البیان کتاب کو مکمل کر دے جو مرزا شیرازی نے اپنے خلیفہ کے لیے چھوڑ دی تھی۔ اسے یہ بھی بتا دیا کہ اس کتاب کو اس کا وصی اور ولی ہی مکمل کر سکتا ہے۔ اس خط میں اس نے یہ بات بھی لکھ دی کہ اس کے یعنی مرزا شیرازی کے بعد وہ یعنی صبح الازل اس کا خلیفہ ہوگا۔ اس خط کے آخر میں اس نے اپنی مہر لگائی، اس پر دستخط کیے اور اسے یہ خط بھیج دیا۔ اپنے اس خط میں وہ کہتا ہے:

''الله أكبر تكبيرا كبيرا.

هذا كتاب من عند الله المهيمن القيوم إلى الله المهيمن القيوم، قل كل من الله مبدؤون، قل كل إلى الله يعودون،

هذا كتاب من علي قبل نبيل. [3]

ذكراي للعالمين إلى من يعدل اسمه اسم الوحيد [4]

---

[1] مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: لد)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: لہ)

[3] لفظ نبیل سے مراد محمد علی شیرازی ہے، اس لیے کہ لفظِ نبیل کے بھی اتنے ہی عدد ہیں جتنے لفظِ محمد کے ہیں۔

[4] اس سے مراد یحییٰ ہے، اس لیے کہ لفظِ وحید کے عدد لفظِ یحییٰ کے برابر ہیں۔

ذكر الله للعالمين قل كل من نقطة لبيان ليبدؤون أن يا اسم الوحيد فاحفظ ما نزل في البيان و أمر به فإنك لصراط حق عظيم"[1]

بہائی اس بات کونہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا بابی کو جب یہ پتا لگا کہ وہ ختم ہونے والا ہے تو اس نے یہ ساری چیزیں ملا باقر کے ہاتھ پر بھیجیں تاکہ اسے عبدالکریم القزوینی کے حوالے کیا جائے، تاکہ عبدالکریم القزوینی یہ سب چیزیں مرزا حسین علی کو، جو بہاء کے لقب سے مشہور تھا، پہنچا دے۔[2]

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کسی کتاب میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ شیرازی نے حسین علی المازندرانی کو بہاء کا لقب دیا ہو، بلکہ بہائیوں نے یہ لقب خود ہی حسین علی المازندرانی کے لیے اختیار کر لیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ دونوں بھائیوں کے درمیان یہ مقام حاصل کرنے کے لیے اختلاف ہوگیا، تاہم حقیقت یہ ہے کہ مرزا بابی شیرازی کا خلیفہ اور وصی مرزا صبح الازل تھا۔

- مشہور مستشرق براؤن اور بابیوں کا مشہور مورخ مرزا جانی الکاشانی جو 1268ھ کو تہران میں قتل ہوا، دونوں نے یہی بات لکھی کہ یہ وصیت مرزا یحییٰ صبح الازل کے لیے تھی۔

جب بہائیوں کو اس وصیت سے جان چھڑانے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے اس وصیت کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہا:

"جب بڑے حضرات کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ حضرت باب شہادت کے

---

[1] مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: لد و له) نیز دیکھیں: نقطة الكاف (ص: ٢٤٤)

[2] مقالة سائح (ص: ٣٦) مصنف: عبد البهاء عباس بن حسين على البهاء۔

قریب پہنچ چکے ہیں اور انھیں حضرت بہاء اللہ کی زندگی کا خطرہ لاحق ہوا، انھوں نے ایک خط لکھا اور یہ خط حضرت باب کو پیش کیا گیا، اس وقت حضرت باب ماکو کے قلعے میں قید تھے۔ لوگوں نے اس خط میں یہی لکھا کہ حضرت باب ایسے اقدامات کریں جس سے حضرت بہاء اللہ کی زندگی محفوظ ہو جائے۔ لیکن حضرت نے اس بات کا جواب اپنی زندگی کے آخری دِنوں میں دیا جب وہ ماکو اور جہریق کے قلعوں میں تھے۔ ان آخری دِنوں میں اس خط کے آثار ظاہر ہوئے کیونکہ اس وقت تک حضرت باب اس خط کے اوپر گہرا غور وخوض کر رہے تھے۔

''چنانچہ حضرت باب نے مرزا یحیٰی کے لیے ایک لقب مقرر کیا اور وہ تھا صبح الازل۔ مرزا یحیٰی جو بہاء اللہ کا سگا بھائی نہیں تھا، اسے ازل، وحید اور مرۃ کا لقب دیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی اسے بہت سارے القاب اور صفات سے نوازا گیا۔ پھر حضرت باب نے اپنے بہت سے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ مرزا صبح الازل کے اس نام اور لقب کی خوب تشہیر کریں، تاکہ ہر جگہ ان کا یہ نام اور لقب پہنچ جائے۔

''دراصل یہ سارے اقدامات اس لیے کیے جا رہے تھے تاکہ حضرت بہاء اللہ کا مقام محفوظ ہو اور مرزا یحیٰی اصل مقام جو حضرت بہاء اللہ کا تھا، اس پر اپنا دعویٰ نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت باب نے مرزا یحیٰی کو شمسیہ، مظہریہ اور مختاریہ جیسے القاب سے نہیں پکارا، بلکہ ایسے لقب اسے دیے جن کے کم ازکم دو معانی بنتے ہوں۔ ان القاب کے ذریعے مرزا یحیٰی کی توہین مقصود تھی۔ یہ القاب متضاد معنوں کے حامل تھے، مثلاً وحید کا

کلمہ دونوں معنوں میں آتا ہے، ایمان کے اعتبار سے وحید اور سرکشی کے اعتبار سے وحید۔"[1]

نیز کہا:

"یہ خلافت جس کا اعلان کیا گیا، دراصل اس سے وہ خلافت مراد نہیں جو جانشینی کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ ابتدائی دور میں مرزا یحییٰ الازل اور سید محمد الاصفہانی کو مختلف مقامات پر بھیجا گیا تاکہ وہ بابی فرقے کی تبلیغ کریں۔ اس وقت مرزا شیرازی نے ان دونوں کے بارے میں کہا کہ یہ دونوں یعنی صبح الازل اور سید محمد اصفہانی میرے خلیفہ ہیں، یہ جس چیز کی تبلیغ کر رہے ہیں، میری طرف سے انھیں اس کی اجازت ہے۔

"یہی وجہ ہے کہ مرزا بہاء اللہ نے بھی شروع کے دِنوں میں یہی کہا کہ مرزا یحییٰ ہی مرزا شیرازی کا وصی اور خلیفہ ہے۔ اس کے بعد حضرت باب نے اپنی کتاب البیان میں وضاحتاً یہ بات کہہ دی کہ حضرت اعلیٰ یعنی بہاء اللہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اپنے تمام پیروکاروں کو ان کی آمد کی خوشخبری بھی دے دی۔ جیسا کہ چھٹے حصے کے چودھویں باب میں مذکور ہے۔ ابوالفضل اپنے ایک رسالے میں کہتا ہے: نقطہ اولیٰ عزوجل نے انتہائی صراحت کے ساتھ البیان کے چھٹے حصے کے چودھویں باب میں یہ بتا دیا کہ ابھی تک نبی اور وصی کا اعلان نہیں ہوا، بلکہ سارے لوگ اور مسلمان خود ہی اسے پہچان لیں گے۔ اس کے باوجود اہلِ بیان انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ مرزا یحییٰ کو وصی قرار دیتے ہیں۔"[2]

---

[1] الكواكب (ص: ٤٠٨) مطبوعه عربی.

[2] الرحيق المختوم، مصنف: عبدالحميد اشراق خاوری (١/ ٤٤٦) مطبوعه فارسی۔ نیز دیکھیں: "البابيون والبهائيون، مصنف: الحسني (ص: ٣٦۔ ٣٧)

اور کہتے ہیں:

"سب سے پہلے اس وصیت کو جس نے شائع کیا وہ مشہور مستشرق براؤن تھا۔ براؤن نے اپنی کتاب نقطة الکاف کے مقدمہ میں اور اسی طرح ایشیائی سوسائٹی کے میگزین میں سب سے پہلی عبارت لکھی کہ صبح الازل مرزا باب کا وصی اور خلیفہ ہے۔"[1]

تاہم ہر محقق اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ باتیں درست نہیں ہیں۔ اس لیے کہ صرف مستشرق براؤن ہینے مرزا یحییٰ کی وصیت کا اعلان نہیں کیا، بلکہ اس سے پہلے مرزا جانی کاشانی جو ابتدائی دِنوں ہی میں قتل ہو گیا تھا، اس نے بھی اپنی تحریروں میں یہ بیان کیا کہ مرزا شیرازی نے مرزا یحییٰ صبح الازل کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا ہے۔[2]

اس وصیت کو بیان کرنے کے بعد وہ مزید لکھتا ہے:

"جب ازلیت کا پھل آ گیا تو ذکریت کا درخت پھلنے پھولنے لگا، یعنی مرزا شیرازی، اس لیے کہ مرزا شیرازی کے القاب میں سے ایک لقب الذکر بھی ہے۔ پھر اس کا نور آہستہ آہستہ پھیلنے لگا، یہاں تک کہ یہ نور ناسوت ظاہری سے لاہوت باطنی میں منتقل ہو گیا۔"[3]

✿ کانٹ جوبینو جو اس وقت فرانسیسی حکومت کا تہران میں سفیر تھا، یہ 1271ھ سے لے کر 1274ھ تک سفیر رہا۔ اس نے اپنی کتاب "المذاهب والفلاسفة في آسيا الوسطیٰ" میں یہ عبارت نقل کی، یاد رہے کہ یہ واحد کتاب ہے جس کے ذریعے یورپ میں بابی مشہور ہوئے۔ وہ لکھتا ہے:

---

① مذکورہ بالا حوالہ۔

② مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۴۴)

③ نقطة الكاف (ص: ٢٤٤۔ ٢٤٥)

"مرزا بابی شیرازی کے قتل کے کچھ عرصہ بعد ہی لوگوں کو یہ بات پتا لگ گئی کہ مرزا شیرازی کا خلیفہ وہ جواں عمر مرزا یحییٰ ابن مرزا بزرک النوری ہے جو حضرت ازل کے لقب سے مشہور ہے۔ چنانچہ اسے خلیفہ منتخب کیا گیا اور اس کی خلافت پر بابیوں نے اتفاق کرلیا۔"[1]

- مرزا حسین علی المازندرانی البہائی خود بھی مرزا یحییٰ کی بڑی تعریف کرتا تھا۔ وہ اس کی اچھی عادتوں کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ چنانچہ خود مرزا حسین علی المازندرانی البہائی نے ایک دفعہ مرزا جانی الکاشانی کو بتایا:

"میری والدہ اپنے سوتیلے بیٹے یعنی مرزا یحییٰ کی زیادہ پروا نہیں کرتی تھی، ایک روز خواب میں اس کی حضور ﷺ اور صاحبِ ولایت سیدنا علی سے ملاقات ہوئی، ان دونوں حضرات نے میری والدہ کے سامنے مرزا یحییٰ کو چوما اور دونوں نے اسے حکم دیا کہ وہ اس بچے کی حفاظت کرے، یہاں تک کہ وہ قائم کے عہدے پر پہنچ جائے۔ ان دونوں حضرات نے میری ماں سے یہ بھی کہا کہ یہ (نعوذ باللہ) تمھارا نہیں بلکہ ہمارا بچہ ہے۔ پھر مرزا حسین علی کہتا ہے میں نے اس بچے کو خود پالا (یاد رہے کہ مرزا حسین علی مرزا صبح الازل سے تیرہ برس بڑا تھا) مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ بچہ آگے جا کر کتنے بلند مقام کا مالک ہو جائے گا۔ وہ حیا اور اخلاق کا نمونہ تھا، بچپن ہی میں یہ اور بچوں سے بالکل علاحدہ رہتا اور بچگانہ حرکتوں کی بجائے ہمیشہ سنجیدہ رہتا۔"[2]

- تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرزا یحییٰ ہی باب کا وصی اور خلیفہ ہے۔

---

1. المذاهب والفلاسفة في آسيا الوسطىٰ، مصنف: كانث جوبينو (ص: ٢٧٧)
2. نقطة الكاف (ص: ٢٣٩)

بابیوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور دو بابی بھی اس سے علاحدہ رائے نہیں رکھتے۔[1]

- عباس آفندی جو عبدالبہاء کے لقب سے مشہور تھا، جو بہائیوں کا نبی اور ان کے رب مرزا حسین علی البہائی کا بیٹا ہے، اس نے اپنی کتاب "مقالة سائح" کے نام سے لکھی، اس میں بھی اس نے یہی بات بیان کی کہ شیرازی کا اصل وصی اور خلیفہ یحییٰ صبح الازل ہے نہ کہ اس کا باپ علی البہاء۔[2]

- مرزا حسین علی المازندرانی البہاء نے خود اس بات کا اقرار اور اعتراف کیا کہ مرزا یحییٰ صبح الازل ہی مرزا شیرازی کا خلیفہ ہے۔ 1278ھ تک یہ بات مسلمہ تھی۔ اسی دوران میں مرزا حسین علی المازندرانی نے اپنی کتاب ''الایقان'' لکھی جس میں اس نے مرزا شیرازی کے دعوؤں کی تائید کی اور اس پر جو اعتراضات ہوئے تھے ان کا جواب دیا۔[3]

اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

''یہ بندہ جب اس شہر یعنی بغداد میں وارد ہوا، جب اسے ان باتوں کی خبر ملی، جو عن قریب واقع ہونے والے تھے، تو اس نے ہجرت اختیار کی اور عراق کے صحراؤں میں قیام کیا۔ یہ قیام دو برس تک رہا، جو اس بندے

---

1. دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠١) نیز دیکھیں: دائرة المعارف الإسلامية (٣/ ٢٥٣) دائرة المعارف، مصنف: البستانی (٥/ ٢٧) دائرة المعارف، مصنف: الوجدي (٣/ ٨) دائرة المعارف الأردية (٣/ ٨٣٠) تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين (٣/ ٦٦٨) دائرة المعارف البريطانية (٢/ ٩٤٧) (٢/ ٩٤٧) مقدمة نقطة الكاف (ص: لط) وغیرہ۔
2. مقالة سائح (ص: ٥٥)
3. مقدمة نقطة الكاف، مصنف: براؤن (ص: له)

نے اکیلے ہی گزارے۔ اس دوران میرا دِل اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتے رہے۔ کتنی ہی راتیں ایسی تھیں جب میرے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ کتنے ہی دِن ایسے تھے جب مجھے سارا دِن آرام کرنا بھی نصیب نہ ہوا۔ ان تمام مصیبتوں اور آزمائشوں کے باوجود اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں انتہائی خوش وخرم تھا، کیونکہ مجھے کوئی نفع نقصان والی خبر نہ پہنچتی۔ صحت بیماری کی کوئی اطلاع نہ ہوتی۔ میں تو سب کو چھوڑ کر اپنے آپ ہی میں مصروف ومشغول تھا۔

''مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ قدرتِ خداوندی نے میری باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے۔ اس نے میری فکر کو وسیع کر دیا۔ مجھے یہ بات بھی اس وقت یاد نہ رہی کہ تقدیر تدبیر پر غالب آجاتی ہے۔ خدا کی رضا کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ خدا کی قسم! اس سفر اور ہجرت کے دوران میں مجھے کوئی تکلیف اور مصیبت نہ پہنچی، میں بے غم اور بے فکر رہا۔ جب میں واپس آیا تو میرا خیال یہی تھا کہ میں ٹوٹے ہوئے دِلوں کو جوڑ دوں گا، لوگوں کے درمیان تفریق اور اختلاف کے بجائے اتحاد اور محبت کا سبب بنوں گا۔ میرے مدنظر یہی امور تھے۔ اب اس کے پاس ہر شخص کی مرضی کہ وہ جو چاہے سوچتا رہے۔

''بالآخر مجھے واپس لوٹنے کا حکم ہوا۔ میں نے اس حکم کی پیروی کی اور ان کی بات سنی، واپس آکر جو کچھ میں نے دیکھا، اسے بیان کرنے سے یہ قلم عاجز ہے۔''[1]

یہ حکم کس نے دیا؟ کون تھا وہ شخص جس نے یہ حکم دیا کہ واپس لوٹو۔ وہ کون سا

[1] الإيقان، مصنف: حسين على البهاء، منقول از بهاء الله والعصر الجديد (ص: ٣٥)

اہم شخص تھا جس کی بات ماننے پر یہ مجبور تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسا ہی شخص تھا جو اس سے بڑا اور مرتبے کے اعتبار سے اس سے بلند تھا کہ اس کی بات ماننا مرزا حسین علی المازندرانی البہاء کے لیے ضروری تھا۔ یہ شخص صبح الازل کے علاوہ کوئی نہیں تھا، کیونکہ اس وقت وہ بابیوں کا متفقہ سربراہ تھا۔ اس وقت وہی پوری بابیت کو چلا رہا تھا۔ اس کا حکم مانتے ہوئے مرزا حسین واپس آنے پر مجبور ہوا۔

❁ عباس آفندی نے خود صبح الازل کی قیادت کا اقرار کیا۔ اپنے رسالہ "مقالة سائح" میں وہ لکھتا ہے:

"مرزا یحییٰ صبح الازل کو سبھی لوگ پسند کرتے تھے۔ سارے لوگ اسے اپنا راہنما اور قائد سمجھتے تھے۔ بعد میں سید محمد الاصفہانی کے ساتھ اس کا اختلاف ہوا، مگر وہ سب کا محبوب رہا۔"[1]

❁ عبدالحمید اشراق نے ابوالفضل سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس کا، یعنی مرزا شیرازی کا کوئی نبی اور وصی نہیں تھا۔ یہ بے معنی بات ہے، اس لیے کہ خود بہائیوں نے بہاء المازندرانی کو وصی بنایا۔[2]

یہ واضح دلیل ہے کہ بہائی داعی تمام تر کوششوں کے باوجود مرزا بہاء المازندرانی کو مرزا شیرازی کا وصی ثابت نہیں کر سکے۔

میرے خیال میں یہ بات کافی تفصیل سے اب ہو چکی ہے۔ تاہم میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ضروری امر ہے، کیونکہ پورا بہائی فرقہ ہی اس بات کے اوپر قائم ہے کہ مرزا حسین المازندرانی شیرازی کا وصی تھا، جس کی کوئی حقیقت نہیں ملتی۔

پھر اس اختلاف پر اور بھی نئے امور مترتب ہوتے ہیں، تاہم میرے خیال

---

[1] مقالة سائح (ص: ٩٥۔ ٩٦)

[2] مطالع الأنوار، نیز دیکھیں: الکواکب، تاریخ جدید، مقالة سائح وغیرہ۔

میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہاں بیان کرنے کے بجائے انھیں ان کے اصل مقامات پر بیان کیا جائے۔[1]

جیسا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور کئی بار گزر بھی چکی ہے کہ بابی فرقے کا حقیقی وارث مرزا یحیٰی صبح الازل تھا، اس حوالے سے بہائیوں کا دعویٰ کہ مرزا حسین علی البہاء حقیقی وارث ہے، غلط ہے۔ مرزا شیرازی کے قتل کے بعد اب مرزا یحیٰی ایک شہر سے دوسرے شہر گھومتا رہا۔

"اپنے گاؤں نور سے شمیران گیا، پھر وہاں سے تہران گیا اور خفیہ طور پر لوگوں کو مرزا شیرازی کی تعلیمات دیتا رہا۔"[2]

یہاں تک کہ بالآخر اسے ایرانی حکومت کے سخت دباؤ اور اقدامات کی وجہ سے بھاگ کر ایران سے بغداد جانا پڑا۔ اس نے ایک فقیر کا روپ دھارا، ہاتھ میں کشکول اور عصا پکڑی، 1268ھ کو بغداد چلا گیا۔[3]

ایرانی حکومت نے اعلان کیا کہ جو شخص صبح الازل کو گرفتار کر کے لائے گا، اسے ایک ہزار تمن بطور انعام دیے جائیں گے۔[4] یہ ایک ہزار تمن اس شخص کو ملیں گے جو اس کو گرفتار کرنے یا اس کی نشاندہی کرنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرے گا۔[5]

جب وہ بھاگ کر بغداد چلا گیا تو آس پاس سے بھاگ کر آنے والے دیگر بابی لیڈران بھی اس سے ملنے لگے۔ وہیں اس کے پاس اس کا بھائی مرزا حسین علی المازندرانی بھی آ گیا۔

---

1. اس کتاب کے دوسرے حصے "البهائية" کو دیکھیے۔
2. مقالة سائح (ص: ٣٨٤)
3. مقدمة التاريخ الجديد (ص: ك ط) مطبوعه انگریزی.
4. اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ شیرازی کے قتل کے بعد یہی اُن کا قائد اور راہنما بنا تھا۔
5. مقدمة نقطة الكاف (ص: لط)

''مرزا حسین علی المازندرانی کو مرزا یحییٰ نے اپنا نائب اور وکیل بنایا اور اس کی ذمے داری یہ مقرر کی کہ وہ بابیوں کے عام امور نبٹائے اور ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرے۔''[1]

''مرزا حسین علی مرزا یحییٰ کی جانب سے لوگوں کو خط لکھا کرتے تھے، اس کے وکیل کے طور پر کام کرتے تھے۔ لوگ بھی اسے مرزا یحییٰ کا وکیل سمجھ کر اس کے ساتھ خط کتابت کرتے۔''[2]

بغداد میں مرزا حسین علی اور مرزا یحییٰ کے درمیان چند معاملات پر جھگڑا ہوگیا، یہ دراصل اس لڑائی کا آغاز تھا جو بعد میں جدائی پر ختم ہوئی۔ ایک طرف اِن دونوں کی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی تھی اور دوسری طرف یہ آپس میں بھی جھگڑ پڑے۔

کربلا اور نجف کے علما نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو فی الفور بغداد سے نکالا جائے، کیونکہ ان کے عقائد عوام میں گمراہی اور فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ عراق میں ایرانی قونصلر مرزا زمان خان اور اس سے قبل مرزا بزرک خان نے مرزا حسین خان، جو ایرانی حکومت کا مشیر تھا، کی وساطت سے یہ مطالبہ باب تک پہنچایا کہ وہ بغداد چھوڑ کر ایران کے نواحی دیہاتوں میں آجائے۔[3]

عثمانی حکومت نے وہاں سے انھیں استنبول اور پھر استنبول سے 1280ھ میں ادرنہ منتقل کر دیا۔ مرزا یحییٰ اور مرزا حسین علی دونوں ادرنہ پہنچا دیے گئے۔

ادرنہ پہنچ کر مرزا حسین علی نے سرعام یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ مرزا شیرازی کا وارث بلکہ مرزا شیرازی نے اُسی کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ خدا کا مظہر ہے۔ اس بات پر دونوں بھائیوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی اور لوگ بھی دو فرقوں میں تقسیم

---

[1] دائرة المعارف للمذاهب والأديان (٢/ ٣٠١) مطبوعه انگریزی.

[2] مفتاح باب الأبواب (ص: ٣٣٦)

[3] مقالة سائح (ص: ٨٧) نیز دیکھیں: ''مجلة وحید (ص: ١٦٥)

ہوگئے۔ بعض لوگ ایسے تھے جو ابھی تک مرزا یحییٰ صبح الازل کو ہی حقیقی باب اور مظہر سمجھ رہے تھے۔ ان لوگوں کو ازلی کہا گیا۔ بابی فرقے کے بڑے لوگ مرزا یحییٰ کے ساتھ تھے بالخصوص وہ لوگ جو ابھی تک حروف الحي میں سے زندہ تھے، مثلاً ملا محمد جعفر التراقی، ملا رجب علی القاہر، سید محمد الاصفہانی، سید جواد الکربلائی، مرزا احمد علی الکاتب، متولی باشی القمی وغیرہ سب مرزا یحییٰ کے ساتھ رہے۔

دوسری جانب بعض لوگ مرزا حسین کے ساتھ ہوگئے۔ چونکہ مرزا حسین مرزا یحییٰ سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ علاوہ ازیں وہ بڑا چرب زبان، چالاک اور مکار تھا۔ یہ عمر میں بھی مرزا یحییٰ سے بڑا تھا اور اسے مرزا شیرازی کے ساتھ رہنے کا تجربہ بھی زیادہ تھا۔ ابتدائی تنظیم میں بھی اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ علومِ تصوف اور بالخصوص باطنی تاویلات میں بھی اسے مہارتِ تامہ حاصل تھی۔

دونوں بھائیوں کے پیروکاروں کے درمیان لڑائیاں بڑھتی گئیں، یہاں تک کہ یہ تنازع بحث مباحثہ سے بڑھ کر جنگ میں تبدیل ہوگیا۔ دونوں فرقے ایک دوسرے کے خلاف مسلح کارروائیاں کرنے لگے۔ بالآخر عثمانی حکومت بھی مجبور ہوگئی۔ اس نے 1285ھ میں دونوں بھائیوں کو پیروکاروں سمیت ادرنہ بدر کر دیا۔

> ”صبح الازل کو خاندان اور پیروکاروں کے ساتھ جزیرہ قبرص کے نواحی علاقے ماغوسا میں جلاوطن کر دیا گیا، جو اُس وقت عثمانی سلطنت کے زیرسایہ تھا۔ حسین علی البہاء کو اہلِ خانہ اور پیروکاروں کے ساتھ فلسطین کے شہر عکا میں جلاوطن کیا گیا۔“[1]

> ”دونوں بھائی ایک دوسرے کو قتل کرنا چاہ رہے تھے۔“[2]

[1] مقدمۃ نقطۃ الکاف (ص: مب) الکواکب (ص: ۳۸۲) مطبوعہ الفارسی.

[2] الدراسات في الديانة البابية (ص: ۲۲) مطبوعہ انگریزی۔ نیز دیکھیں: مقالۃ سائح (ص: ۳۵۹) مطبوعہ انگریزی.

اس دوران میں بہت سارے ازلی یعنی مرزا یحییٰ کے پیروکاروں کو مرزا حسین علی کے حکم پر قتل بھی کیا گیا، جس کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔

ترکی حکومت نے مرزا یحییٰ کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا، جو ماہانہ 1193 پیاس تھا۔ 29 اپریل 1912ء کو مرزا یحییٰ کا انتقال ہوا، اس وقت تک اسے یہ وظیفہ ملتا رہا۔ مرزا یحییٰ نے وصیت کی کہ اس کے بعد اس کا بیٹا مرزا محمد ہادی اس کا خلیفہ اور وصی ہوگا۔[1]

اس وقت اس کی عمر 82 برس تھی۔

مرزا یحییٰ نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، اُن میں سے ایک مرزا بابی شیرازی کی وصیت کے مطابق "البیان الفارسی" کا تکملہ تھا۔ اس کے علاوہ المستیقظ، آثار الأزلیة، أحکام البیان، ألواح أزل، ریاض المھتدین، صحائف الأزل، کتاب النور، مرآۃ البیان، کتاب الھیاکل، وغیرہ بھی اس کی تصنیفات ہیں۔

ان تمام کتابوں میں سب سے مشہور کتاب "المستیقظ" ہے، جس کے بارے میں اس کے پیروکاروں کا خیال تھا کہ جس طرح البیان نے آ کر قرآن پاک کو نسخ کر دیا، اسی طرح اس کتاب نے البیان کو بھی نسخ کر دیا۔

مرزا یحییٰ الازل کی موت کے بعد ازلی فرقے کے لوگ تتر بتر ہوگئے۔ چونکہ یہ اپنے مرکز سے بھی بہت دُور ہٹ چکے تھے، ان کے اور دیگر بابیوں کے درمیان تعلقات بھی نہیں تھے، اس لیے حالات بہت خراب ہوگئے۔ مرزا یحییٰ کا بڑا بیٹا عیسائی ہوگیا اور باقی سارے بھی فقر اور افلاس کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔[2]

---

[1] دائرۃ المعارف الأردیه (۳/ ۸۳۳)

[2] مذکورہ بالا حوالہ۔

تیسرا فرقہ:

بہائیوں کے تفصیلی ذکر سے قبل یہ مناسب ہے کہ تیسرے فرقے کا ذِکر بھی کیا جائے۔ یہ وہ فرقہ ہے جس نے مرزا شیرازی کی موت کے بعد دونوں بھائیوں، یعنی مرزا یحییٰ اور مرزا حسین علی کی اطاعت قبول کرنے کے بجائے نیا فرقہ ایجاد کرلیا۔ یہ لوگ خود ہی نبوت اور رسالت کے مقام پر فائز ہوگئے۔ ان میں سے ایک مرزا اسداللہ تبریزی ہے، جو "دیان" کے لقب سے مشہور تھا۔ "اسے مرزا شیرازی نے مرزا یحییٰ کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجا تھا۔ اسی نے مرزا یحییٰ کو بتایا کہ مرزا شیرازی نے اسے کاتب وحی بنا دیا ہے۔ یہ بعد میں صبح الازل کا بھی کاتبِ وحی رہا۔ یہ عبرانی اور سریانی زبان کا ماہر تھا۔"[1]

جب اس نے دیکھا کہ مرزا یحییٰ صبح الازل کو آتا جاتا کچھ نہیں، وہ علوم و معارف سے کورا اور نابلد ہے، تو اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ وہ اس کی جگہ لے سکتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ بجائے اس کے کہ وہ مرزا صبح الازل کی بیہودہ اور بے سروپا وحی لکھتا رہے، کیوں نہ وہ خود ہی نبوت کا دعویٰ کرے اور اپنی وحی تصنیف کرلے۔

چنانچہ بغداد میں جا کر اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ مہدی ہے اور مرزا شیرازی نے اُسی کے مظہر ہونے کی خبر دی:

> "مرزا حسین علی البہاء المازندرانی نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا اور اسے کہا کہ وہ اپنا دعویٰ واپس لے لے، مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوا اور اپنے دعوے پر قائم رہا۔ چنانچہ بابی اس پر برانگیختہ ہوگئے، انھوں نے اسے قتل کرکے اس کے دونوں پاؤں کے ساتھ بھاری پتھر باندھے اور اسے بحر العرب میں ڈبو دیا۔"[2]

اس کے پیروکاروں کو "اسدی" کہا جاتا ہے۔

---

① مقدمة نقطة الكاف (ص: م) مصنف: پروفیسر براؤن۔

② المذاهب والفلاسفة في آسيا الوسطیٰ، مصنف: کانٹ جوبینو۔ منقول از ←

اسی طرح نبوت کا دعویٰ ایک اور بچے نے بھی کیا، جس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں۔ انتہائی خوبصورت، حسین و جمیل لڑکا، جس کی عمر سترہ برس تھی اور حسن و جوانی کے اعتبار سے وہ اپنی مثال آپ تھا۔

''اس کا بوھکتا ہوا حسن و جمال جاذب اور پرکشش شکل و صورت، ملاحت وصحت کا خوبصورت تناسب، مُردوں کو زندہ کر دینے والا حُسن، سروقد، اس کی مبارک آنکھیں گویا خدا کی دیکھنے والی آنکھیں، اس کی پلکیں قوسِ قزح کی طرح، اس کے خوبصورت کان گویا خدائی تخلیق کے شاہکار، میٹھی زبان گویا خدا بول رہا ہو۔ وہ نگاہیں اٹھاتا تو لوگ اُس کے حسن و جمال کی تاب نہ لا کر غش کھا کر گر جاتے۔ اس کی چال خدا کی قدرت کا مظہر، اس کی نگاہ خدا کی قوتِ جاذبہ کا پیکر، اس کی خاموشی حکمت، اس کی گفتگو بردباری کا مرقع، اس کا کھڑا ہونا قیامت، اس کی حرکت زمانے میں بھونچال پیدا کر دے، سبحان اللہ وہ کتنا خوبصورت تھا۔ اس کے چہرے کی چمک اور لپٹوں سے سورج بھی شرمندہ ہو جائے۔ زبان اس کی صفات اور خوبیاں بیان کرنے سے عاجز ہے۔''[1]

یہ سب الفاظ شعر و شاعری کا مجموعہ نہیں ہیں، نہ ہی یہ لیلیٰ مجنوں کے قصے کہانی ہیں۔ یہ کثیر وعزہ کی داستاں بھی نہیں، یہ سب وہ باتیں ہیں جنھیں مرزا جانی الکاشانی نے اپنی تاریخی کتاب ''نقطة الكاف'' میں لکھا ہے۔

جس کے اندر یہ ساری خوبیاں ہوں، وہ بھلا نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیوں نہ کرے۔ چنانچہ اس نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا اور کچھ عرصے بعد خدائی کا دعویٰ کر

← مقدمة نقطة الكاف (ص: م) نیز دیکھیں: دائرة المعارف للمذاهب والأديان (۲/ ۳۰۱) مطبوعه انگریزی.

[1] نقطة الكاف (ص: ۲۵۲۔ ۲۵۳)

دیا۔ مرزا شیرازی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا:

"میں ہی اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر بعض بابی اس کے پیچھے لگ گئے، تاہم بہت سارے اس کے مخالف بھی ہوگئے، انھوں نے اسے سمجھایا کہ وہ ایسا دعویٰ نہ کرے، ورنہ اسے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔"[1]

یہ مرزا شیرازی کے قتل کے ایک برس بعد کا واقعہ ہے۔

تیسرا آدمی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، وہ اندھا تھا، تاہم چونکہ کسی زمانے میں وہ مرزا یحییٰ کا مشیر رہا اور بڑا سمجھدار تھا، لہٰذا مرزا یحییٰ نے اسے بصیر یعنی بینا کا لقب دیا۔ بعد میں وہ اسی لقب سے مشہور ہوگیا۔ لوگ اسے السید بصیر الہندی کہتے تھے۔ کافی عرصہ یہ مرزا یحییٰ اور اس کے بھائی حسین علی کے پاس بھی مقیم رہا۔

مرزا یحییٰ نے اپنی وحی میں اس کے بارے میں بھی کہا:

"اے میرے پیارے ہم نے تجھے لوگوں کے درمیان منتخب کیا۔"

پھر ایک آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا:

"آپ کا نام الابصر، الابصر رکھا گیا۔"[2]

بابی اپنے پیروکاروں کو اس طرح کے بڑے بڑے القاب دینے میں بڑے سخی تھے۔ وہ بڑی فراخدلی سے یہ لقب بانٹتے پھرتے تھے۔ جب اس اندھے کو یہ لقب ملے تو وہ پھولے نہ سمایا۔ کچھ عرصہ بعد ہی اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ خدا کا مظہر ہے۔

"ایران کے مختلف شہروں مثلاً اصفہان وغیرہ کے لوگ اس کا دعویٰ قبول

---

[1] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۵۵)

[2] مذکورہ بالا حوالہ (ص: ۲۵۸)

کرتے ہوئے اس کے فرقے میں شامل ہوگئے۔“[1]

اس طرح مرزا عبداللہ الغوغا، حسین المیلانی، سید حسین الہندیانی، آغا محمد الکردی وغیرہ نے بھی نبوت، رسالت، مہدی اور مظہر ہونے کا دعویٰ کیا۔[2]

مرزا زرندی جو النبیل کے نام سے معروف تھا، جس نے بہائیوں کی تاریخی کتاب ”مطالع الأنوار“ لکھی۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔

یہ دعوے اس حد تک بڑھتے گئے کہ شیخ احمد الکرمانی البابی جو رُوحی ازلی کے نام سے مشہور تھا، کا کہنا ہے کہ لوگ صبح اٹھتے تو انھیں نئے نبی کی خوشخبری ملتی اور روزانہ نت نئے دعوے سننے کو ملتے۔[3]

مرزا حسین علی جو البہاء کے لقب سے مشہور ہوا، اس کے حالات ہم نے مستقل ایک کتاب میں بیان کیے ہیں، اس لیے کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بہائیت بذاتِ خود پورا دِین بن گئی اور اس نے اپنے اصل یعنی بابیت سے انکار کر دیا۔ میں اپنی اگلی کتاب البہائیہ میں ان شاء اللہ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کروں گا۔ یہ بابیت کے راہنماؤں اور اس کے مختلف فرقوں کا ذکر تھا، جنھیں مختصراً میں نے ذِکر کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس فرقے کے کرتا دھرتا اور بانی تھے۔

یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی اور بخشش کے بدلے میں عذاب خریدا۔ یہ لوگ آگ پر کتنا ہی صبر کرنے والے ہیں۔

صدق اللّٰہ العظیم و صلی اللّٰہ علی نبیه خاتم الأنبیاء و سید المرسلین.

---

[1] دائرة المعارف للمذاهب والديان (۲/ ۳۰۲)

[2] مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن (ص: م) مطبوعہ لیڈن 1910ء۔

[3] ہشت بہشت، نیز دیکھیں: ”مقالة سانح (ص: ۳۵۷۔ ۳۵۶) مقدمة نقطة الكاف (ص: م)

مصادر ومراجع

* القرآن الكريم.
* صحيح البخاري.
* صحيح مسلم.
* سنن الترمذي.
* سنن أبي داود.
* طبقات ابن سعد.
* مشكاة المصابيح، مصنف : التبريزي.
* إغاثة اللهفان، مصنف: ابن القيم.
* الفصل في الملل والنحل، مصنف: ابن حزم الظاهري.
* الملل والنحل، مصنف: الشهرستاني.
* مقدمة ابن خلدون.
* منهاج السنة، مصنف: ابن تيمية.
* أصول الدين، مصنف: البغدادي.
* الفرق بين الفرق، مصنف: البغدادي.
* اعتقادات فرق المشركين، مصنف: الرازي.
* مقالات الإسلاميين، مصنف: الأشعري.
* الحور العين.

* فضائح الباطنية، مصنف: الغزالي.
* القرامطة، مصنف: ابن الجوزي.
* قواعد عقائد آل محمد، مصنف: ديلمي.
* الخطط، مصنف: المقريزي.
* العقائد، مصنف: عمر عنايت.
* طبقات الشعراء، مصنف: ابن المعتز.
* سيرة ابن هشام.
* النجوم الزاهرة، مصنف: ابن تغرى بردى الأتابكي.
* مختصر التحفة الإثنیٰ عشرية.
* الشيعة والسنة، مصنف: احسان الٰهی ظهير.
* ناسخ التواريخ، مصنف: مرزا تقي.
* روضة الصفا، مصنف: مرزا خواند، فارسي.
* فرق الشيعة، مصنف: نوبختی الشيعي.
* رجال الكشي.
* تنقيح المقال، مصنف: مامقاني.
* منتهیٰ المقال.
* روضات الجنات.
* الكافي في الأصول.
* بحار الأنوار، مصنف: المجلسي.
* حق اليقين، مصنف: المجلسي.
* عين اليقين، مصنف: المجلسي.

- إكمال الدين.
- المهدية في الإسلام، مصنف: سعدى محمد حسن.
- نصائح الهدى والدين، مصنف: جواد البلاغي.
- منهاج الكرامة، مصنف: ابن مطهر الحلى الشيعي.
- تاويل الدعائم، مصنف: نعمان بن محمد الباطني.
- راحة العقل، مصنف: حميدالدين الباطني.
- المجالس المستنصرية. منف: بدرالجمالى الباطني.
- السجلات المستنصرية.
- إخوان الصفا، مصنف: احمد بن عبدالله الباطني.
- أدعية الأيام السبعة، مصنف: المعز الفاطمي.
- تأويل الزكاة، مصنف: جعفر بن منصور اليمن الباطني.
- أساس التاويل، مصنف: نعمان بن محمد الباطني.
- تأويل سورة النساء، مصنف: جعفر بن منصور اليمن.
- زهر المعاني، مصنف: إدريس الباطني.
- تأويل الشريعة، مصنف: المعز الفاطمي.
- كنز الولد، مصنف: ابراهيم بن الحسين الباطني.
- فجر الإسلام، مصنف: احمد امين.
- الخوارج والشيعة، مصنف: فلهوزن، مطبوعه عربي.
- تاريخ الشعوب الإسلامية، مصنف: بروكلمين، مطبوعه عربي.
- تاريخ الدولة العربية، مصنف: فلهوزن، مطبوعه عربي.
- العقيدة والشريعة، مصنف: گولڈزيهر، مطبوعه عربي.

- عقيدة الشيعة، مصنف: رونالڈ سن، مطبوعه عربي.
- التراث اليوناني. ترجمه: ڈاکٹر البدوی، مطبوعه عربي.
- الديانات والفلاسفة في آسيا الوسطیٰ، مصنف: کانٹ جوبینو.
- دی گلیم، انگریزي.
- جرنل آف دی ایشیاٹك سوسائٹی، انگریزي.
- سوال الشرق الأوسط، انگریزي.
- كتاب النصيرية، انگریزي.
- الدرزية. مطبوعه انگریزي، مصنف: سائیکي.
- دائرة معارف الإسلامية، مطبوعه عربي.
- دائرة المعارف للمذاهب والأديان، مطبوعه انگریزي.
- دائرة المعارف البريطانية، مطبوعه انگریزي.
- دائرة المعارف الأردية، اُردو.
- دائرة المعارف، مصنف: الوجدي.
- دائرة المعارف، مصنف: البستاني.

بابی اور بہائی مصنفین کی کتابیں:

- البيان العربي، مصنف: على محمد الباب الشيرازي.
- البيان الفارسي، مصنف: على محمد الباب الشيرازي.
- تفسير سورة يوسف، مصنف: على محمد الباب الشيرازي.
- تفسير سورة العصر، مصنف: على محمد الباب الشيرازي.
- تفسير سورة الكوثر، مصنف: على محمد الباب الشيرازي.
- الأقدس، مصنف: حسين البهاء، عربي.

* إشراقات، مصنف: المازندراني، فارسي.
* طرازات، مصنف: بهاء المازندراني، فارسي.
* الرسالة السلطانية، مصنف: المازندراني، فارسي، عربي.
* الإيقان، مصنف: المازندراني، فارسي.
* مجموعة الأقدس والألواح، مصنف: المازندراني، فارسی، عربی.
* لوح أحمد، مصنف: المازندراني، عربي.
* كلمات فردوسية، مصنف: المازندراني، فارسي.
* لوح الرئيس، مصنف: المازندراني، فارسی، عربي.
* مجموعة ألواح مباركة، مصنف: مازندراني، فارسی، عربي.
* مكاتيب عبدالبهاء، مصنف: عباس بن المازندراني، فارسي.
* ألواح ووصاياي مباركة، مصنف: عباس، فارسي.
* مقالة سائح، مصنف: عباس آفندی، فارسي.
* مقالة سائح. تحقيق پروفيسر براؤن، مطبوعه انگريزي.
* نقطة الكاف، مصنف: مرزا جاني كاشاني، فارسي.
* تاريخ جديد للبهائي. فارسي.
* تاريخ جديد. مطبوعه انگريزي.
* بهاء الله والعصر الجديد، مطبوعه عربي.
* الكواكب الدرية في مآثر البهائية. فارسي.
* الكواكب الدرية في مآثر البهائية، مصنف: عبدالحسين آواره، مطبوعه عربي.
* مطالع الأنوار، مصنف: الزرندی البهائی، مطبوعه عربي.

* مطالع الأنوار. مطبوعه انگريزي.
* المذهب البهائي، مصنف: شوقى آفندى، انگريزي.
* تذكرة الوفا، مصنف: عباس آفندى، فارسي.
* جوابنامه الأهائي، مصنف: عباس آفندى، فارسي.
* الفرائد، مصنف: أبوالفضل الجلبائيجاني، فارسي.
* الحجج البهية، مصنف: أبوالفضل الجلبائيجاني، مطبوعه عربي.
* لوح عبدالبهاء، مصنف: عباس آفندى، عربي.
* عبدالبهاء والبهائية، مصنف: قبعين، عربي.
* بهجة الصدور، مصنف: حيدر على، فارسي.
* تعليمات حضرت بهاء الله، مصنف: حشمت على، أُردو.
* نبذة من تعاليم البهاء. عربي.
* تاريخ أمر بهائي. فارسي.
* ظهور قائم آل محمد، مصنف: جارجوى، أُردو.
* كتاب القيامة، مصنف: العلمى، أُردو.
* مجموعه رسائل، مصنف: أبوالفضل الجلبائيجاني.
* الرسالة التسع عشرية. عربي.
* بقائى روح. فارسي.
* قرة العين، مصنف: مس مارتها رُتھ، مطبوعه أُردو.
* سورة الهيكل، مصنف: المازندراني، عربى، فارسي.
* لوح ابن ذئب. مطبوعه أُردو، مصنف: المازندراني.
* التبيان والبرهان، مصنف: العراقى، مطبوعه أُردو.

- ظهور الحق. فارسي.
- دلائل سبعة، مصنف: شيرازی، فارسي.
- إيقاظ. فارسي.
- الرحيق المختوم، مصنف: اشراق خاوری، فارسي.
- مبين، مصنف: المازندراني، عربي.
- دیوانِ نوش. فارسي.
- رسالة بين الحرمين، مصنف: شيرازی، فارسي.

غیر بابی و بہائی مصنفین کی کتب:

- الدراسات في الديانة البابية، مصنف: پروفیسر براؤن، مطبوع انگريزي.
- مقدمة نقطة الكاف، مصنف: پروفیسر براؤن، مطبوعه فارسي.
- تعليقات و مقدمة على تاريخ جديد. مطبوعه انگريزي.
- البابيون والبهائيون، مصنف: الحسني، عربي.
- مذاكرات دالگوركي، مصنف: كنياز دالگورکی، عربي.
- البهائية، مصنف: الوكيل، عربي.
- باب و بهاء رابشناسيد، فارسي.
- بهائيكري، مصنف: الكسروی، فارسي.
- بی بهائی باب و بهاء، فارسي.
- مفتاح باب الأبواب، مصنف: محمد مهدی، مطبوعه عربي.
- مجلة يغما. فارسي.
- مجلة وحيد. فارسي.

دیگر کتب:

- التبشير والإستعمار، مصنف: عمر فروخ.
- الغارة على العالم الإسلامي. ترجمه: الخطيب.
- البهائية، مصنف: الخطيب.
- حقيقة البابية والبهائية، مصنف: محسن عبدالحميد.
- القاديانية، مصنف: احسان الٰہی ظهير.
- كشف الحيل، مصنف: آواره.
- البهائية.
- النور الأبهى في مفاوضات عبدالبهاء، فارسي.
- أصل الشيعة و أصولها، مصنف: محمد حسين.
- رساله در رَد باب مرتاب، مصنف: كريم خان الشيخي.
- إزهاق الباطل، مصنف: كريم خان الشيخي.
- تذييل در رَد هاشم الشامي، مصنف: زين العابدين الشيخي.
- مجلة أهل الحديث.
- كتب المازندراني.
- كتب شيرازي.
- كتب عباس آفندي.
- كتب شوقى آفندي.
- كتب صبح الأزل.
- النور الأبهي، مصنف: عباس آفندى، فارسي.
- مذهب و تعليمه الباطني، اُردو.

- ديانتنا الإسماعيلية و حقيقتها، مصنف: زاهد على، اُردو.
- دلائل فرقان. فارسي.
- تبيين حقيقت. فارسي.
- الإستبصار.
- بيان التصوف والحياة.
- التصوف في الإسلام.
- الإرشاد، مصنف: المفيد.
- منابيع المودة.
- تنزيه الأنبياء.
- الحكمة جعفرية.
- مفاتيح الجنان.
- الفكر الشيعي، مصنف: الشيبي.
- الحكم على البهائية.
- تاريخ أدبيات ايران، مصنف: پروفيسر براؤن انگريزي.
- قصص العلماء، فارسي.